حضرتِ میاں بشیر احمد صاحب لاروی

کا

دورہ آزاد کشمیر و پاکستان

مرتب و مولف

میاں کریم اللہ قریشی

ناشر:

میاں الطاف احمد، دربار باباجی صاحب لارویؒ

برادرم سلیم مسافری گرامی

[illegible]
دوستدارم

۲۱ / فوریه ۲۰۰۲

[illegible]

[illegible]

حضرت میاں بشیر احمد صاحب لاروی

کا

دورۂ آزاد کشمیر و پاکستان

مرتب ومولف

میاں کریم اللہ قریشی

ناشر:

میاں الطاف احمد، دربار باباجی صاحب لارویؒ

بابانگری وانگت۔ کنگن۔ ضلع گاندربل کشمیر

باہتمام: حضرت میاں بشیر احمد لاروی
سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت باباجی صاحبؒ

ناشر: میاں الطاف احمد

کتاب: دورہ آزاد کشمیر پاکستان

نگراں: اقبال عظیم چودھری

ترتیب: میاں ارشاد احمد

کتابت: محمد رفیع کھاری

اشاعت اول: ۱۵ر نومبر ۲۰۰۵ء

اشاعت دوم: دسمبر ۲۰۱۸ء (باذن مولف موصوف)

قیمت: ۱۵۰ر روپے

مقام اشاعت: بابانگری. وانگت. کشمیر

سرورق: محمد رفیع

تعداد: ۵۰۰

چھاپ خانہ:

ملنے کا پتہ:
سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت باباجی صاحبؒ، بابانگری، کنگن وانگت کشمیر

انتساب

جناب حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے تمام عزیز واقارب
دربار عالیہ وانگت شریف کے لاکھوں عقیدت مندوں
اور ہزاروں بوڑھوں، بچوں، جوانوں اور اُن ماؤں بہنوں کے نام
جن کی آنکھیں اپنے پیاروں کی راہ دیکھتے دیکھتے پتھرا گئی ہیں

نیز

اپنی اماں "مائی جمیلہ" مرحومہ کے نام
جن کے ہاتھ
اکثر نادانستہ طور پر بھی
حضرت صاحب اور اُن کی اولاد کی درازیٔ عمر
اور
بلندیٔ اقبال کی دُعا کے لئے اُٹھ جاتے تھے

کریم اللہ قریشی

فہرست مضامین

اپنی بات

میں نے حضرت قبلہ باباجی صاحبؒ جیسے مردِ قلندر کی درگاہ کے متصل چھت کے زیرِ سایہ آنکھیں کھولیں جن کا شمار اُن صوفی شعراء میں کیا جاتا ہے جن کا تعلق تصوف کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اِس کی مثال آپ کی تصوف پہ تصنیف کردہ دو کتابیں ''اسرارِ کبیری'' اور ''ملفوظات نظامیہ'' ہیں۔ اِس کے علاوہ پنجابی میں مجموعہ سی حرفی ہے سارا کا سارا کلام توحید اور معرفت کے سمندر میں ڈھلا ہوا ہے۔ پیڑی در پیڑی یہ متاعِ بے بہا آپؒ کے فرزند ارجمند اور میرے دادا محترم امیر القوم حضرت میاں نظام الدین لارویؒ کو نصیب ہوئی۔ آپؒ کا نام گرامی پنجابی شعراء کی اُس صف میں گردانا جاتا ہے جس کے امام خود جی صاحبؒ تھے۔ آپؒ پنجابی اور اُردو کے صاحب طرز ادیب اور کہنہ مشق شاعر تھے۔

شاعری چونکہ وراثت میں ملی تھی مگر آپؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنا کلام زیورِ طباعت سے نہیں آراستہ کروایا شاید طبیعت اس طرف مائل نہ تھی لیکن بعد میں یہ گوہرِ نایاب حضور والد ماجد نے یکجا کر کے مجموعہ سی حرفی کے روپ میں ''اشعارِ نظامی'' کے نام سے طباعت کروا کے منظر عام پہ لائے۔ نہ صرف اتنا ہی کیا بلکہ حضرت باباجی صاحبؒ کی تصنیف کردہ کتب جو اُنہوں نے اپنی حیات مبارکہ میں طباعت کروائیں تھیں ساری کی ساری نایاب ہو چکی تھیں انہیں از سرِ نو منظرِ عام پہ لایا گیا۔ علاوہ ازیں اُن شعراء کا کلام جن کی دربار باباجی صاحبؒ سے وابستگی تھی اور جو باباجی صاحبؒ اور بابا صاحبؒ کے ہمعصر گردانے جاتے ہیں اِن کے دُرِ مکنون کو یکجا کر کے طباعت کے زیور سے آراستہ کروایا جو ''نیر سمندر'' کے نام سے پانچ جلدوں میں چھپ چکا ہے۔

حضور والد ماجد تقسیم وطن کے بعد دو مرتبہ حدِ متارکہ کے اُس پار تشریف لے گئے ہیں۔ پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء میں اور دوسری مرتبہ ۲۰۰۴ء میں جب دوسری مرتبہ تشریف لے گئے تھے تو وہاں جناب میاں کریم اللہ قریشی نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ تحریر کر کے اِن کے اِس ''سفرنامہ'' میاں بشیر احمد کا دورہ آزاد کشمیر پاکستان'' کو کتابی صورت میں منظر عام پہ لایا۔ قریشی صاحب ایک سلجھے ہوئے ادیب ہیں نثر نگاری میں اِن کا اپنا رنگ ہے اس بات کا اندازہ آپ بخوبی اِن کی تحریر سے لگا سکتے ہیں کہ حضور والد ماجد نے دورانِ گفتگو جس بھی زبان میں کوئی بات کہی ہے چاہے وہ گوجری، پہاڑی یا اُردو ہو انہوں نے من وعن وہ الفاظ ویسے ہی قلم بند کیے ہیں۔

اِس سال گرمیوں میں قریشی صاحب اپنے برادرِ اصغر نور اللہ قریشی کے ہمراہ پاکستان سے دربار باباجی صاحب بابا نگری حاضر ہوئے تو اِن کے ساتھ دورانِ گفتگو زیرِ نذر کتاب ہذا کے بارے میں تذکرہ ہوا انہوں نے برجستہ کہا ''حضرت کدے تسیں مناسب سمجھدے ہوتاں اِس کتاب کو ازسرِ نو اتھے طباعت کرواؤ، ایہہ تساں دی مہربانی ہوسی''۔ میں نے خانوادِ جی صاحبؒ کی حیثیت سے اپنی تمام مصروفیات کے باوجود اِس کتاب کو ازسرِ نو طباعت کروایا۔ اور شائقین حضرات کے ہاتھ میں تھما رہا ہوں کیونکہ ہم نے اسلاف سے یہی میراث پائی ہے۔

میاں الطاف احمد
دربار باباجی صاحبؒ بابا نگری وانگت
تاریخ یکم دسمبر ۲۰۱۸ء

تفصیل مندرجاتِ متن کتاب ہذا

تعارف، تمہیدی کلمات، سوہادہ شریف میں حضرت صاحب کی آمد کا انتظار اور استقبال کی تیاریاں، استقبال واہگہ باڈر اور واہگہ لاہور تا سوہاوہ شریف سوہاوہ شریف میں وزیر اعظم سردار سکندر حیات صاحب سے ملاقات، مجاہد منزل راولپنڈی میں مجاہد اوّل اور صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان صاحب سے ملاقات اور مجاہد اوّل کی اہلیہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی، سید یوسف نسیم صاحب کے دولت خانہ پر دوپہر کا کھانا اور قائدین حریت سے ملاقات۔ فیصل مسجد اسلام آباد میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ اسلام آباد میں قریشی محلے کا دورہ۔ راجہ بازار سے قراقلی ٹوپی کی خریداری۔ کئیاں شریف کے سفر کے دوران تاریخی اور روح پرور گفتگو۔ کئیاں شریف میں مزارات کی زیارت، حضرت میاں طوطا صاحبؒ کے ساتھ یادگار گفتگو اور اِن کے گھر قیام۔ میاں سردار صاحبؒ کے صاحبزادہ میاں افسر صاحب کے گھر قیام۔ کئیاں شریف سے واپسی اور کٹھہ پیراں کے نزدیک ایڈوکیٹ گوہر الرحمان صاحب کے گھر ظہرانے کی دعوت میں شرکت۔ وادی نیلم سے مظفر آباد تک کا سفر۔ ایوان وزیر اعظم مظفر آباد میں وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان کی طرف سے استقبالیہ۔ مظفر آباد مجاہد اول کے گھر تک کا سفر اور وہاں چند گھنٹے قیام۔ مجاہد اوّل سے خلوت میں ملاقات۔ غازی آباد میں مسلم کانفرنس کے کارکنوں سے خطاب اور مظفر آباد واپس۔ صدر آزاد کشمیر کی جانب سے استقبالیہ، ایڈوکیٹ چودھری محمد ابراہیم ضیاء کی طرف سے ناشتے کی دعوت، راقم الحروف اور برادر اصغر محمد نور اللہ قریشی صاحب کے گھر تشریف آوری اور والدہ محترمہ سے ملاقات۔ چودھری لطیف

اکبر ایڈووکیٹ کی طرف سے چائے کی دعوت۔ مظفر آباد سے سنجوڑہ شریف بالاکوٹ تک کا سفر۔ گڑھی حبیب اللہ میں مولوی عبدالعزیز صاحب اور ایبٹ آباد میں داؤد خان صاحب کے گھر ظہرانے کی دعوت۔ ایبٹ آباد سے اسلام آباد تک کا سفر اور ہوٹل Holi day in اسلام آباد میں صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان صاحب کی طرف سے دیئے گئے ظہرانے کی تقریب میں خطاب اور پاکستان و آزاد کشمیر کی اہم شخصیات سے ملاقاتیں۔ اسلام آباد میں راجوری کے مہاجر قریشی حضرات کی منعقد کردہ تقریب، ظہرانے اور عشائیے میں شرکت۔ پشاور کی سیر اور راولپنڈی میں مطلوب انقلابی کے گھر عشائیے میں شرکت۔ حضرت سید نوران شاہ صاحب المعروف حاجی باباؒ کے عرس مبارک میں شرکت اور خطاب۔ شہر میرپور کا دورہ اور ایک پرہجوم تقریب سے خطاب۔ رانا فضل حسین اور دوسرے چاہنے والوں سے ملاقاتیں۔ ڈھانگری شریف میں صاحبزادہ عتیق الرحمان صاحب ایم، ایل، اے آزاد کشمیر کے گھر ناشتے میں شرکت، اِن کے دادا محترم حضرت پیر محمد علیؒ اور والد گرامی حضرت مولانا یاسر محمد فاصلؒ کے مزار پر فاتحہ اور صاحبزادہ موصوف کی منعقد کردہ تقریب میں خطاب سوہادہ شریف میں قیام اور اپنے اقارب کی دلجوئی۔ مختلف طبقہ ہائے فکر کے لوگوں سے ملاقاتیں اور بعض لوگوں کی بیعت۔ سوہادہ شریف سے واپس کشمیر روانگی کے لیے بذریعہ گاڑی اسلام آباد اور وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور کا سفر۔ لاہور میں قیام اور اگلے روز واہگہ سے سرحد کے اُس پار (امرتسر) سے جموں روانگی۔

❀❀❀

تعارف

جنوری ۲۰۰۴ء کے اوائل میں اسلام آباد میں منعقد بارہویں سارک کانفرنس کے موقع پر صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب اور اس وقت کے بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کی مدبرانہ سوچ کے نتیجے میں دونوں حریف ممالک کے مابین اعلان اسلام آباد کے تحت بحالی اعتماد کے جس عمل کا آغاز ہوا تھا وہ سُست رفتاری سے ہی سہی آگے بڑھتا چلا گیا، جس کے نتیجے میں دونوں ممالک کے مابین دو برس سے منقطع سفارتی تعلقات و ہوائی سروس، سمجھوتہ ایکسپریس اور دہلی لاہور بس سروس کی دوبارہ بحالی کے علاوہ عوامی سہولیت کے لئے کئی دوسرے اقدامات کیے گئے۔

حکمرانوں، اراکین پارلیمنٹ و سینٹ، سیاسی رہنماؤں، دانشوروں صحافیوں، تاجروں اور مختلف طبقہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے خیر سگالی کے اس جذبے کے استحکام اور وسعت کے لیے دہلی اور اسلام آباد کے دوروں کا سلسلہ شروع کیا جو اب تک جاری ہے۔ امریکہ اور پوری عالمی برادری نے جنوبی ایشاء میں امن و سلامتی کے لیے اس اقدام کو ایک اہم پیش رفت قرار دیتے ہوئے اس پر دونوں ممالک کو مبارکباد پیش کی اور خوشی و اطمینان کا اظہار کیا۔ لیکن میرا خیال نہیں کہ اپریل ۲۰۰۴ء میں میاں بشیر احمد لاروی صاحب کا دورہ پاکستان و آزاد کشمیر خیر سگالی کے اس سلسلے کی کڑی تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اِن کا روحانی اور سیاسی قد و

کاٹھ بہر صورت اِس بات کا متقاضی تھا کہ اِن کی تشریف آوری سے پہلے اِس کی یہاں باضابطہ تشہیر ہوتی۔ میری دانست میں اِن کا دورہ پاکستان و آزاد کشمیر محض اتفاقی تھا۔ اِس کے پیچھے کوئی منصوبہ بندی نہ تھی۔ وہ اِس لیے کہ ستر کی دہائی کے اواخر میں وہ ایک وزیر کے عہدے پر فائز ہونے کے ناطے اپنے دادا حضرت بابا جی صاحب لارویؒ کے پیر مرشد حضرت نظام الدین کیانویؒ کے مزار پر حاضری دینے نہ جا سکے تھے۔ اِس دورے کے دوران دربار کنیاں شریف پر حاضری کے یقین کے باوجود احتمالات موجود تھے۔ اِس لیے کسی تشہیر کے بغیر اچانک تشریف لائے لیکن اِن کی آمد کے بعد اللہ رب العزت کی توفیق سے مسلم کانفرنس کی حکومت اور جماعت نے اِن کے یہاں قیام کے دوران اِن کے شایانِ شان انتظامات کی ہر ممکن کوشش کی۔

میاں بشیر احمد لاروی صاحب کے ساتھ اپنے قلبی و روحانی تعلق کو تفصیل سے بیان کرنے لگوں تو کئی صفحات درکار ہوں گے اور پھر قلب و روح کی قوت کے ماتحت تعلقات کے تقدس کا تقاضا ہے کہ انہیں ایک سرسری اور عام گفتگو کے زمرے میں نہ رکھا جائے کیونکہ یہ وہ نایاب خزانہ ہے جو خواص ہی کا نصیبہ ہوتا ہے تاہم.....

میاں کریم اللہ قریشی صاحب کی خواہش پر قارئین کی معلومات کے لیے اتنا بتا تا چلوں کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب لاروی کے ساتھ ٹیلی فون پر چند مرتبہ گفتگو کے علاوہ میری گزشتہ تقریباً سولہ برس کے دوران چند ہی بار بالمشافہ ملاقات ہوئی ہے۔ جس میں اِن کے دورہ آزاد کشمیر و پاکستان اور میرے حالیہ دورہ دہلی کے دوران ہوئی ملاقات میں قدرے تفصیل سے بات کرنے کا موقع میئسر آیا۔ جہاں تک اِن کے ساتھ میری قلبی و روحانی شناسائی کا تعلق ہے اِس کی تاریخ کا تعین ممکن نہیں۔ یہ شناسائی ایک غیر متزلزل جذبے کا نام ہے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب موصوف ریاست جموں و کشمیر کی معروف سیاسی و روحانی شخصیت ہیں۔ اُنہوں نے پاکستان اور بھارت کے مابین ہونے والے بحالی اعتماد کے اوائل میں ایک نازک

وقت میں یہاں کا دورہ کیا اور اپنے گراں قدر فہم و فراست اور روحانی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان اور آزاد کشمیر میں اپنے اعزا میں منعقدہ سرکاری وغیر سرکاری تقاریب میں دونوں ممالک کے مابین جاری خیر سگالی اور امن کے مشن کو سراہنے کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کی قربانیوں، مملکت خداداد پاکستان کے استحکام اور اِس کے متوقع کردار پر جن جامعہ خیالات کا اظہار کیا وہ سبق آموز بھی ہیں اور حوصلہ افزا بھی۔

میاں بشیر احمد صاحب نے میرے اِس یقین کی پورے اطمینان کے ساتھ تصدیق کی تھی کہ چکوٹھی مظفر آباد بس سروس کی ہماری تجویز پر عمل درآمد اور کشمیریوں کی آر پار آمد رفت کو اب کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ چنانچہ اللہ رب العزت کے فضل واحسان اور صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کے عزم واستقبال نیز بھارتی حکمرانوں کی طرف سے لچک کے مظاہرے سے چکوٹھی کے علاوہ اب چار مزید راستے بھی کھل گئے ہیں جن سے ہماری اِن دیرینہ تجاویز نے حقیقت کا روپ دھار لیا ہے اور دونوں اطراف کے کشمیریوں کے دِلوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ امن اور خیر سگالی کے اِس جذبے کو قائم رکھنے کے لیے دونوں ممالک کے حکام کو مخالف ہاتھوں پر کڑی نگاہ رکھنا ہوگی تاکہ بحالی اعتماد کے نتیجے میں مسئلہ کشمیر کے دائمی حل کی طرف پیش رفت میں کسی کورخنہ اندازی کا موقع نہ ملے۔

میاں بشیر احمد صاحب کے اِس تاریخی دورہ آزاد کشمیر و پاکستان کی روداد کو "رپورتاث" کی صرت میں ایک مربوط انداز میں مرتب کر کے میاں کریم اللہ قریشی نے جہاں میاں بشیر احمد صاحب اور دربار عالیہ نقشبندیہ لار شریف کے ساتھ اپنی بے پناہ عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے وہاں اِس "رپورتاژ" کی شکل میں مستقبل کے محقق کے لیے ایک مستند حوالہ جاتی کتاب مرتب کردی ہے جس کے لیے موصوف مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مجھے پوری اُمید ہے کہ یہ ''رپورتاژ'' نہ صرف میاں بشیر احمد صاحب اور دربار عالیہ لار شریف کے معتقدین کے لیے ذہنی و قلبی سکون کا سامان ہوگا بلکہ ریاست جموں و کشمیر کا ہر فرد اِس سے سیاسی، مذہبی، روحانی، تاریخی اور جغرافیائی معلومات اور رہنمائی حاصل کر سکے گا کیونکہ اِس میں شامل میاں بشیر صاحب کی بصیرت افروز گفتگو اِن تمام موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

سردار محمد عبدالقیوم خان
سابق صدر / وزیر اعظم آزاد کشمیر
راولپنڈی
۱۵/ نومبر ۲۰۰۵ء

❁❁❁

تمہیدی کلمات

زیرِ نظر کتاب حضرت میاں بشیر احمد نظامی لاروی صاحب کے اپریل ۲۰۰۸ء دورہ پاکستان و آزاد کشمیر کی ایک اجمالی رپورٹ ہے۔ اِن کے لیے تعارفی کلمات اِس رپورٹ کے متن کی زینت ہیں لہٰذا تمہیدی کلمات میں صرف اِس رپورٹ جسے ''رپورتاژ'' کا نام دینے سے اِس لئے خوف آتا ہے کہ ''رپورتاژ'' کے لغوی معنی ''کسی واقعہ کو دلچسپ اور افسانوی انداز میں لکھنا'' ہے۔ جب کہ راقم الحروف اپنی کم علمی اور نا تجربہ کاری کی وجہ سے وہ حق نہیں ادا کر سکا۔ نیز یہ رپورٹ باقی مصروفیات (دفتری امور) کے دوران ہی عجلت میں تیار کی گئی ہے اِس لئے شاید اِس کا معیار وہ نہ ہو جسے قارئین ''رپورتاژ'' کا نام دے سکیں۔ تاہم مجھے اِس بات کا یقین ہے کہ اِس رپورٹ میں درج حضرت صاحب کے ارشادات اور سلوک و معرفت میں اِن کی گفتگو ضرور اِس کی دلچسپی کا باعث ہو گی۔

حضرت صاحب اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے خود بہت بڑے علم و فضل کی حامل شخصیت ہیں اور جب بھی کوئی تحریر پڑھتے ہیں تو ناقدانہ انداز میں پڑھتے ہیں لیکن یہ تحریر نہ صرف وہ خود ملاحظہ فرمائیں گے بلکہ اِن کے معتقدین اور خاندان کے تمام حضرات بالخصوص جناب میاں جنید نظامی جیسے صاحب علم و نظر اور کہنہ مشق تنقید نگار بھی پڑھیں گے۔ میاں محمد اسماعیل نظامی صاحب بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور جناب اقبال عظیم جیسے صاحب طرز شاعر اور ادیب بھی اِس کا مطالعہ کریں گے۔ میاں جاوید صاحب اور میاں الطاف صاحب جیسی سیاسی بصیرت کی حامل شخصیات بھی اور جناب میاں اشتیاق صاحب اور عبد الغنی عارف جیسے صاحبِ علم ادیب و شاعر

بھی پڑھیں گے۔ مزید برآں حضرت صاحب کے محبّ اور عاشق برادر مرزا عبدالرشید صاحب بھی اِسے پڑھنے میں اپنی عقیدت اور ادبی و سیاسی بصیرت کا کام لیں گے لیکن انہیں کیا معلوم کہ تحریر کنندہ جسے کبھی اِن جیسے منجھے ہوئے ادباء و شعراء کی رفاقت میسّر تھی آج بے ادب دنیا کا بھٹکتا ہوا ایک مسافر ہے اور اِس کی وہ پرانی یادیں اِس پر ہر طرح عذاب ڈھا رہی ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ یاد ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

حضرت صاحب کے دورے کی یہ رپورٹ بہت پہلے چھپ جانی چاہیے تھی لیکن ایسا نہ ہوسکا جس کی تفصیل کے اندراج سے راقم کسی صاحب کو قصوروار نہیں ٹھہرانا چاہتا کیوں کہ ہر کام کا وقت اللہ رب العزت کے ہاں مقرر ہے۔ Audio Cassettes پر ریکارڈ حضرت صاحب کی تقاریر اور گفتگو کا ترجمہ کرنا خاصا مشکل کام تھا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ہر لفظ اور جملہ اِس کی اصل حالت میں اور اصل مقام پر درج ہو۔ تاہم ممکن ہے کہ کہیں کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہو جس کے لیے راقم حضرت صاحب اور اِن کے تمام معتقدین اور دربار وانگت شریف کے تمام حضرات سے درگزر اور تصحیح کی درخواست کرتا ہے تاکہ اگلے ایڈیشن میں اِسے درست کیا جائے۔

راقم الحروف کو یہاں یہ بات کہنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ حضرت صاحب نے تاریخ کے جس موڑ پر پاکستان اور آزاد کشمیر کا دورہ کیا اور مختلف محافل میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اِن کے اندراج سے اِن کے دورے کی رپورٹ پر مبنی یہ کتاب مستقبل کے محقق کو درکار تاریخی حوالوں کے لیے ایک مستند حوالہ جاتی کتاب شمار ہوگی۔ میں ریاست جموں کشمیر کی عظیم سیاسی و روحانی شخصیت اور قائد سپریم ہیڈ ''مسلم کانفرنس'' اور سابق صدر و وزیر اعظم آزاد کشمیر جناب مجاہد اول سردار عبدالقیوم

خان صاحب کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میری درخواست پر حضرت صاحب سے اپنے روحانی اور قلبی تعلق کا اظہار فرماتے ہوئے اِس کتاب کے لیے خوبصورت تعارف عطا فرمایا۔ میں محترم سید شوکت علی شاہ صاحب ایم، ایل، اے آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی اور چیرمین علماء و مشائخ آزاد کشمیر کونسل کا بھی شُکر گزار ہوں جنہوں نے میرے اصرار پر اِس رپورٹ کی ترتیب و تالیف میں میرے ساتھ مشاورتی اور علمی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اِن کے اِس گراں قدر تعاون کو قبول فرمائے۔ اِن کا ذکر اِس رپورٹ کے متن میں تسلسل کے ساتھ آیا ہے۔ بڑے خوش نصیب انسان ہیں برادر سید یوسف نسیم صاحب، محمد نور اللہ قریشی صاحب ایڈوکیٹ سید امجد علی شاہ صاحب، پیرزادہ محمد افسر خان صاحب نقشبندی ممبر مجلسِ عاملہ ''جموں و کشمیر مسلم کانفرنس'' اور اپنے بیٹے میاں سمیع اللہ قریشی کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے جنہوں نے اِس رپورٹ کی تکمیل کے دوران میری اخلاقی مدد فرمائی۔

رپورٹ ہذا کی ترتیب و تالیف میں دیانت کے اِس تقاضے کو حتی المقدور ملحوظ رکھا گیا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بات اُردو میں فرمائی ہے وہ اُردو میں، جو گوجری میں فرمائی ہے وہ گوجری میں اور جو پہاڑی میں فرمائی ہے وہ پہاڑی میں درج کی جائے۔ اِس اعتبار سے یہ تصنیف اُردو، گوجری اور پہاڑی کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔

گوجری اور پہاڑی اِملا کو ''لِکھو کچھ، پڑھو کچھ، کے مروج غیر لسانی کلئیے کے برعکس علم لسانیات کے عالمی اصول کے مطابق لکھا گیا ہے۔ گوجری اور پہاڑی کا صوتی نظام بالکل ایک جیسا ہے لیکن افسوس کہ گوجری اور نہ پہاڑی دانوں نے اب تک اِس قضیے کو حل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی ہے۔ جب کہ یہ تنازعہ تقریباً سوسوا سوسال پہلے I.P.A کی وضعگی سے عالمی ماہرین لسانیات نے پہلے فرانس برطانیہ اور روس جب کہ حتمی طور پر نیویارک میں بیٹھ کر حل کیا تھا۔ گوجری اور پہاڑی میں

ایک آدھ دیگر علامت مثلاً سیدھی جزم یا اُلٹی جسے صوتیہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا اور وہ پھڑلی، پڑلی، بڑلی اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ میں اُسی طرح استعمال ہوتی ہے جس طرح اُردو کے الفاظ چاند، ماند اور پھاند وغیرہ میں نُون، ن کو نون غنہ ''ں'' بنانے یا اس ''ن'' آواز کو خفیف بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ گوجری اور پہاڑی سولہ نیم کاری (Semi Aspirated) آوازوں مثلاً کھر، پھر، تھر وغیرہ جنھیں (I.P.A) اور Tar کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور گوجری و پہاڑی میں مستعمل نون معکوسی ''ن'' کی آواز کا صحیح املا بھی ہماری بے توجہی اور لاعلمی کی نذر ہو گیا ہے۔ (I.P.A) میں اِس آواز کی علامت یہ (N) ہے جسے فارسی رسم الخط میں ماہرین لسانیات نے اس کو ''ن'' شکل میں املایا ہے۔ نون، معکوسی ''ن'' اُردو کے میسوری لہجے میں بھی موجود ہے جہاں اِسے I.P.A کے اصول کے تحت اِسے ''ن'' شکل میں لکھا جاتا ہے اور یہ مسئلہ عالمی اصول ہے۔ اِس نازک موضع پر طویل بحث کو اصل موضوع سے روگرانی کے احتمال کے خوف سے یہیں ختم کرتے ہوئے اپنی بات کی تصدیق میں اور گوجری و پہاڑی کی ترویج و ترقی کے شائقین کی معلومات کے لیے صرف اسی بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ عالمی شہرت یافتہ ماہر لسانیات ڈاکٹر خلیل احمد صدیقی نے ''جدید ہند آریائی اور دراوڑی کی نحو'' میں جنوبی ہندوستان میں بولی جانی والی دراوڑی زبان ''تلگو'' کے نون معکوسی ''ن'' کے حامل ایک جملے کو (I.P.A) کے تحت یوں لکھا ہے ''ننوچین اگے'' (مجھے بولنے دو) اور اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''زبان'' کیا ہے۔ میں نون معکوسی ''ن'' کا استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے برہمناں، برہمنوں اور برہمنہ جیسے الفاظ درج کیے ہیں۔

ہم گوجری کے صوتیہ ''ڑ'' اور صوتیہ ''ل'' کی درمیانی آواز جو ویلاؔ، گلؔ، پلؔ اور کھلؔ وغیرہ جیسے متعدد الفاظ میں مستعمل ہے اور حقیقت کے قریب صحیح اور عالمی اصولِ اصوات (I.P.A) کے مطابق ''ل'' کی شکل میں لکھی جاتی ہے کو بھی اپنے

اپنے علم اور عقل پر قیاس کرتے آرہے ہیں مجھے اِس بات کا اعتراف ہے کہ جناب اقبال عظیم، نسیم پونچھی، فتح علی سروری کسانہ مرزا عبدالرشید، محمد نوراللہ قریشی نذیر احمد مسعودی، سید یوسف نسیم، عبدالرشید خان، عبدالرشید لون، عبدالرشید قریشی، راجہ نذر بونیاری اور دوسرے حضرات نے گوجری اور پہاڑی کے صوتی نظام کا (IPA) کے مطابق تعین کرنے میں حد درجہ دیانت اور کوشش کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اُس وقت ہماری رہنمائی کرنے والے نام نہاد ماہرین نے ہمیں سوسوا سو سال پہلے سے سُلجھائے گیے اِن لسانی مسائل کی طرف صحیح رہنمائی نہ کی، بلکہ علامات (حروف) میں بگاڑ کی سفارش کر کے ہمیں حقیقت سے بہت دور لے گیے۔ مجھے اِس تاریخی حقیقت کے اعتراف میں خوشی ہورہی ہے کہ غالباً ستمبر ۱۹۸۶ء میں جب ''جموں و کشمیر کلچرل اکادمی'' سرینگر میں اکادمی کے شعبہ پہاڑی میں پہاڑی رسم الخط کے مسئلہ کو یکسو کرنے کے لیے پروفیسر پشپ کی زیرِ صدارت ماہرین کی میٹنگ ہوئی تھی تو گوجری کے مایہ ناز اور صاحبِ طرزِ شاعر جناب اقبال عظیم نے جو شعبہ گوجری کے ایک ذمہ دار آفیسر کی حیثیت سے خود بھی اِس میٹنگ میں شریک ہوئے تھے کہا تھا کہ ''اگر پہاڑی حضرات اِس غنائی آواز اور ہا کاری آوازوں کے سلسلے میں کسی نتیجے پر پہنچے ہیں تو گوجری ادباء اور شعراء بھی اِس پر عمل کرنے میں خوشی محسوس کریں گے۔

اب جب کہ ہم آئی، اے کے اصول کو سمجھ گئے ہیں یہ گمان ہوتا ہے کہ ہماری رہنمائی کرنے والے اُس دور کے ماہرین لسانیات لسانی حقایق سے خود پوری طرح آشنا نہ تھے اور اگر تھے تو حاین تھے۔ راقم الحروف نے حضرت صاحب کے دورہ آزاد کشمیر و پاکستان کے اپنے موضوع سے ذرا ہٹ کر گوجری اور پہاڑی کے صوتی نظام اور املا پر مختصر بات کرنے کی اِس لیے جسارت کی ہے کہ حضرت کے ارشادات اور آزاد کشمیر اور پاکستان و بھارت میں بڑی تعداد میں اِن کے چاہنے والوں کے زیر مطالعہ رہے گی اِس لیے اگر اِس کتاب کی وساطت سے گوجری اور پہاڑی کے صوتی

نظام سے بھی ہمارے ادباء وشعراء حضرات کو آگاہی حاصل ہو جائے تو یہ اِن دونوں زبانوں کی بڑی خدمت ہوگی جس کی زبانوں کی ترقی کی موجودہ دور میں انتہائی ضرورت ہے۔

آخر پر حضرت صاحب اور دربار عالیہ وانگت شریف کے تمام حضرات نیز قارئین سے دعا کی درخواست کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ ہماری کوشش مُشتے از خروار کے مصداق اپنی جامعیت اور اہمیت کے اعتبار سے ایک تاریخی اور بڑی کوشش ثابت ہو (آمین)۔

میاں کریم اللہ قریشی کرناہی
راولپنڈی ۲۳/ جولائی ۲۰۰۵ء

حضرت میاں بشیر احمد صاحب لاروی

(دورۂ آزاد کشمیر و پاکستان)

ارضِ وطن کشمیر کے مایہ ناز سپوت حضرت میاں بشیر احمد صاحب نظامی لاروی ریاست جموں و کشمیر کی ایک ایسی متنازعہ سیاسی اور روحانی شخصیت ہیں جن سے نہ صرف ریاست کے دونوں اطراف کے مکینوں بلکہ ہندوپاک کے کروڑوں عوام کو بلالحاظ مذہب وملت اور سیاسی وملکی وابستگی بے پناہ محبت اور عقیدت ہے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب انتہا درجہ کے متقی و پرہیز گار اور دربار عالیہ وانگت شریف کے سجادہ نشین ہونے کے ناطے ریاست جموں وکشمیر کے علاوہ ہندوپاک اور پوری دُنیا میں ایک معروف روحانی شخصیت سے جانے جاتے ہیں اور عوام میں ''میاں بشیر احمد صاحب، میاں صاحب، بابا صاحب اور حضرت صاحب کے جیسے عظیم المرتبت ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اِن کے دورہ آزاد کشمیر و پاکستان پر مبنی زیرِ نظر رپورٹ میں اِن کا ذکر ''حضرت صاحب'' کے نام سے کیا جانا نامناسب خیال کیا گیا ہے۔

حضرت صاحب جناب حضرت میاں نظام الدین لارویؒ کے فرزند اکبر اور جناب حضرت میاں عبداللہ المعروف باباجی صاحب لارویؒ کے پوتے ہیں۔ حضرت باباجی صاحب لارویؒ کا شمار برصغیر کے چوٹی کے اولیاء کاملین میں ہوتا ہے۔ برِصغیر ہندوپاک میں کروڑوں لوگ اِن کے روحانی فیض سے مستفیض ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ وادی کشمیر کے ضلع گاندربل کی تحصیل کنگن میں وانگت شریف ''پرگنہ لار'' میں اِن کی خانقاہ مرجع خلائق ہے جہاں روزانہ سینکڑوں زائرین

حاضری دیتے ہیں اور حضرت بابا جی صاحب لارویؒ کی خانقاہ پر اللہ رب العزت کے فیوض و برکات کے نزول سے مستفیض ہوتے ہیں۔ سلوک و معرفت اور تصوف کے اہم مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست کے میدان میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی کامیاب شہسواری پر بڑے بڑے سیاستدان اور علماء فضلاء انگشت بدنداں ہیں۔ یقیناً حضرت صاحب پر یہ اللہ کا خصوصی کرم ہے جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔ تاہم پچھلے کئی سالوں سے حضرت صاحب نے سیاست سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اور اپنا تمام تر وقت عوام الناس کی روحانی اور انقلابی تربیت پر صرف کر رہے ہیں۔ آزاد کشمیر اور پاکستان کے ساتھ حضرت کا وہ لازوال رشتہ ہے جس کی ترقیم کسی منجھے ہوئے انشاء پرداز اور نہ ہی کسی کُہنہ مشق قلمکار کے بس میں ہے۔ اِس موضوع پر گفتگو کا یارا کسی صاحب دِل کو ہوسکتا ہے جو پیر و مرید کے تعلق اور معاملات سے آگاہی رکھتا ہو۔ راقم الحروف کے لیے از نیت ثواب صرف اِن ہی الفاظ پر اکتفا کافی ہوگا کہ آزاد کشمیر سے حضرت صاحب کا تعلق دربارِ عالیہ نقشبندیہ کئیاں شریف کی وجہ سے ہے جو دربارِ عالیہ نقشبندیہ لار شریف کے لیے منبع فیض ثابت ہوا۔ لار شریف اور کئیاں شریف کا وہی تعلق ہے جو جسم و جان کا ہوتا ہے۔ کئیاں شریف کے لاکھوں خادمین مقبوضہ کشمیر اور پورے بھارت میں پھیلے ہوئے ہیں جب کہ لار شریف کے عقیدت مند بھی پورے آزاد کشمیر اور ہند و پاک میں موجود ہیں.... مزید برآں۔

پاکستان کی سرزمین سے حضرت صاحب اور بابا جی صاحب لارویؒ کی پوری اولاد کا ایک اور بڑا اور واضح تعلق یہ ہے کہ ضلع جہلم سوہاوہ بمقام ''نور پور سیداں'' میں حضرت بابا جی صاحب لارویؒ کے مرید خاص سید نوران شاہ المعروف حاجی باباؒ کا مزار شریف ہے۔ حضرت نوران شاہ صاحبؒ کے ساتھ اپنے پیر کی محبت قابل رشک اور بے انتہا تھی جو ایک انمول مثال کے طور پر تا قیامت اِن کے عقیدت مندوں کے دِلوں میں نسل در نسل منتقل ہوتی رہے گی حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ سے حضرت

باباجی صاحبؒ کی محبت کی منفرد مثال یہ ہے کہ اِن کے نام گرامی فرزند اور معروف سیاسی وروحانی شخصیت حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب آزاد کو حضرت میاں نظام الدین لارویؒ کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ آزاد کے بیٹے سید شوکت علی شاہ ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر اور چیرمین علماء مشائخ آزاد کشمیر حضرت صاحب کے سگے بھانجے ہیں اور اِن کی والدہ محترمہ جو ایک معروف اور کامل روحانی ہستی ہیں، حضرت صاحب کی بڑی ہمشیرہ ہیں۔ حضرت صاحب ۳۱ رمارچ ۲۰۰۴ء کو دربار عالیہ نقشبندیہ کنیاں شریف پر حاضری دینے اور اپنی ہمشیرہ محترمہ سے ملاقات کے لیے پاکستان اور آزاد کشمیر کے دورے پر آئے۔

مارچ ۲۰۰۴ء کے اوائل میں جب حضرت صاحب کے دورے کی افواہیں پاکستان اور آزاد کشمیر میں گشت کرنے لگیں تو اِن کے چاہنے والوں کے چہرے کھل اُٹھے اور انتظار کی گھڑیاں ستم ڈھانے لگیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر مختلف تنظیمیں اور ادارے اِن کے اعزاز میں تقاریب ترتیب دینے لگے اور کنیاں شریف سے مظفر آباد، اسلام آباد، راولپنڈی اور بالخصوص سوہاوہ شریف میں ایک عجیب سی چہل پہل شروع ہوگئی جس کے باعث سید شوکت علی شاہ صاحب کو اپنے سرکاری معاملات روک دینا پڑے اور حضرت صاحب کے دورے سے متعلق اِستفسار کرنے والوں کی دلجوئی کا خیال رکھتے ہوئے انتظام والفرام میں مصروف ہوگئے۔ حضرت باباصاحب کی شفقت اور توجہ کے باعث سید شوکت علی شاہ صاحب راقم الحروف سے خصوصی محبت کرتے ہیں اور راقم سے مکمل رابطہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے راقم کو حضرت صاحب کے دورے کی اپنے گھر ''سوہاوہ شریف'' فون پر اطلاع دی اور حضرت صاحب کے چھوٹے صاحبزادے میاں الطاف صاحب (سابق وزیر) کا موبائل نمبر بھی دیا کہ راقم خود بھی حضرت صاحب سے بات کرنے کا اعزاز حاصل کرے۔ چنانچہ راقم نے میاں الطاف صاحب سے فون پر اِن کے گھر ''گجر نگر''

جموں میں بات کی اُس وقت حضرت صاحب غالباً راجوری یا پونچھ گئے ہوئے تھے۔ میاں الطاف صاحب نے فرمایا کہ ''رات ساڑھے نو بجے رابطہ کیا جائے اُس وقت حضرت صاحب گھر میں ہوں گے''۔ راقم نے میاں الطاف صاحب کے حکم کے مطابق رات ساڑھے نو بجے ٹیلی فون کیا تو میاں الطاف صاحب نے ٹیلی فون پر فرمایا ''بابا صاحب آ گئے ہن ہاں گل کرو''۔ ٹیلی فون حضرت صاحب کو دیتے ہوئے کہنے لگے ''پاکستان تے کریم اللہ قریشی کو ٹیلی فون ہے''۔ میاں الطاف کی زبان سے نکلا ہوا یہ فقرہ فرطِ محبت میں یادگار کے طور پر من وعن محفوظ کر رہا ہوں۔ حضرت صاحب سے تقریباً ساڑھے سولہ برس بعد بات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے آواز ڈوبنے لگی یوں لگ رہا تھا کہ گلا گُھٹا جا رہا ہے لیکن میری قوت گویائی نے حضرت صاحب کی آواز کے لیے میرے ترستے کانوں کو مایوس نہ کیا۔ الحمد وللہ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت صاحب نے فرمایا ''تُسیں بھی دعا کرو اسیں بھی دعا کردے ہاں جے اللہ اساں کو بالمشافہ ملائے''۔ حضرت صاحب سے ٹیلی فون پر گفتگو کے بعد ۳۱/مارچ ۲۰۰۴ء کو واہگہ بارڈر پر اِن کا استقبال کرنے تک بیس، بچیس ایام کا ہر پل حضرت صاحب کے انتظار کی وجہ سے ایک ایک ماہ دکھائی دے رہا تھا۔ کسی نے واقعی کہا ہے کہ انتظار کی گھڑیاں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ یہ کیفیت صرف راقم ہی کی نہ تھی بلکہ یہاں پاکستان و آزاد کشمیر میں اِن کے لاکھوں چاہنے والوں کی یہی کیفیت تھی۔ ہر شخص سید شوکت علی شاہ صاحب سے ہمہ وقت رابطے میں تھا۔ بالآخر ۲۵/مارچ ۲۰۰۴ء کو جب حضرت صاحب کے دورے کی خبر معلوم ہو گئی تو سید شوکت علی شاہ صاحب کے دولت کدہ ''نور پور سیداں سوہاوہ'' شریف میں لوگوں کا ایک تانتا بندھ ہو گیا۔ ہزاروں لوگ واہگہ جا کر استقبال کے لیے سید شوکت صاحب سے مشاورت کرنے لگے لیکن شوکت صاحب نے بوجوہ حضرت صاحب کے چاہنے والوں کو یہی مشورہ دیا کہ ''حضرت صاحب کے اِس دورے کی زیادہ تشہیر

نہ کی جائے‘‘۔ اُنہوں نے کہا کہ حضرت صاحب جب پاکستان آ گئے تو یہاں مختلف مقامات پر عوامی اجتماعات ترتیب دیئے جائیں گے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اِن کا دیدار کر سکیں اور اِن کے ارشادات سے مستفیض ہو سکیں۔

چنانچہ ۳۰/اور ۳۱/ مارچ ۲۰۰۴ء کی درمیانی شب کو ’’سوہاوہ‘‘ شریف میں سید شوکت علی شاہ صاحب کے دولت خانہ پر حضرت صاحب کے چاہنے والوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ تمام صاحبزادگان برادرانِ سید شوکت علی شاہ صاحب اور سید آغا حسین مغموم صاحب کے گھر میں بھی مہمانوں کی بھیڑ کی وجہ سے تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی اور مسجد شریف بھی مہمانوں سے بھری ہوئی تھی۔

راقم الحروف اور پیرزادہ محمد افسر ساکنہ دارا نا گبل عشاء کے وقت سوہاوہ شریف پہنچے جہاں ہمیں سید آغا حسین مغموم صاحب کے گھر ٹھہرایا گیا۔ مغموم صاحب بڑے ہی صاحبِ ذوق، سخی اور مہمان نواز شخص ہیں اُنہوں نے حضرت صاحب کے مہمان سمجھتے ہوئے ہماری خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ ہر چہرہ کھِلا ہوا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے عید کا چاند نکلنے والا ہو۔ رات دیر سے برادر عبدالحمید کریمی صاحب ایڈووکیٹ اور اِن کے ساتھ ایک اور صاحب جوان کی گاڑی چلا رہے تھے آن پہنچے۔ اِنہوں نے بھی مغموم صاحب کے ہاں کھانا کھایا اور ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہ تاریخی لمحات ہیں کہ ہم آج ایک ساتھ واہگہ بارڈر پر حضرت صاحب کا استقبال کریں گے۔ کریمی صاحب مظفر آباد سے آئے تھے۔ اِن کے مطابق فاروق قریشی صاحب نے بھی آنا تھا لیکن وہ کسی خاص مصروفیت کے پیش نظر نہ آسکے تھے۔ صبح چار بجے سید شوکت علی شاہ صاحب کی قیادت میں نصف درجن سے زاید گاڑیوں میں سوار حضرت صاحب کے عزیزوں مریدوں اور چاہنے والوں کا قافلا لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ نمازِ فجر راستے میں ادا کی اور سرائے عالمگیر میں پہنچے تو وہاں حسبِ پروگرام میرپور سے حاجی بشیر احمد کی قیادت میں حضرت صاحب کے چاہنے

والوں کا ایک قافلہ ہمارا منتظر تھا۔ اِس قافلے میں سربراہ قافلہ کے علاوہ حاجی احمد دین قریشی، حاجی عبدالکریم قریشی، حاجی مجیب اللہ صوفی، محمد شریف اور ٹھیکیدار وزیر احمد شامل تھے۔

سید آغا حسین مغموم صاحب کی مرتب کردہ فہرست کے مطابق سوہاوہ شریف ''نور پور سیداں'' سے روانہ ہونے والے قافلے میں حضرت صاحب کے جو عزیز و اقارب اور اِن کے چاہنے والے شامل تھے اِن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

سید شوکت علی شاہ صاحب ایم ایل اے و چیرمین علماء ومشائخ کونسل آزاد جموں وکشمیر (سربراہ قافلہ) سید آغا حسین مغموم سید یوسف علی نورانی، سید محمد علی شاہ حاجی الطاف حسین، سید امجد علی شاہ، سید اصغر علی شاہ، کیپٹن اکرام علی شاہ، سید طاہر حیدر شاہ، سید ظفر علی شاہ، سید حسن رضا، سید احمد علی شاہ، سید ذوالفقار علی شاہ ''ذولفی'' سید کامران علی شاہ (کامی)، سید ظہیر علی شاہ، سید شاہد محمود، سید زاہد علی شاہ سید، سید باسط علی شاہ، سید امانت علی شاہ، سید غلام قادر شاہ، سید محسن علی شاہ، سید علی نوازش شاہ، سید علی رضا شاہ، سید احسن رضا، سید نادر علی شاہ، سید نواز علی شاہ، (نہاجہ)، سید سکندر شاہ، سید جواد حیدر شاہ، ناظم، علی عبداللہ، امیر علی شاہ ایڈووکیٹ عبدالحمید کریمی، کریم اللہ قریشی، افسر خان اور ساجد علی۔

سرائے عالمگیر میں قافلہ کے سربراہ سید شوکت علی صاحب نے پورے قافلے کو پُر تکلف ناشتہ کروایا جس کے بعد ہم لاہور واہگہ کے لیے روانہ ہوگیے۔ لاہور شہر میں میرپور کے ایک جواں سال وکیل چودھری الیاس صاحب جو ہمارا انتظام کر رہے تھے، ہمارے ساتھ ہو گیے اور تقریباً دس بجے ہم واہگہ بارڈر پر پہنچ گیے۔ سید حیدر شاہ غالب صاحب اور گجرانوالہ کے بہادر خان اور کچھ ساتھی ہم سے پہلے وہاں موجود تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب سرحد کے اُس طرف پہنچ چکے ہیں اور اُن کے ساتھ اعلیٰ پولیس و سول افسران کے علاوہ کئی سیاسی شخصیات بھی اُنہیں الوداع

کرنے سرحد تک آئی ہیں اور حضرت اب کچھ ہی وقت بعد سرحد عبور کر کے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھنے والے ہیں لیکن انتظار کی گھڑیاں لمبی ہوتی ہیں کے مصدقہ مقولے کے مصداق واقعی ہم میں سے ہر ایک پر انتظار کی وہ گھڑیاں جو ہمارے اندازے سے کچھ زیادہ ہی طویل ہوگئیں۔ گراں گزارنے لگیں تو ہم ڈیوٹی پر تعینات پولیس اور رینجر کے اہلکاروں کے منع کرنے کے باوجود بار بار گیٹ پر چلے جاتے اور چند قدم کے فاصلہ پر (No Mans Land) پر نظریں جماتے کہ ''حضرت صاحب اب تشریف لائے کہ اب لائے''۔ اِس طرف سے بھی چند سرکاری حکام حضرت صاحب کے استقبال کے لیے کھڑے اِن کی راہیں دیکھ رہے تھے اور ایک زیرو میٹر نئی سیاہ رنگ کی لمبی کار حضرت صاحب کی سواری کے لیے (No Mans Land) کو چھوتی ہوئی کھڑی تھی اور اِس کا ڈرائیور جو ہم سب کے لیے ایک اجنبی تھا سٹیرنگ پر ہاتھ رکھے اِس انتظار میں بیٹھا تھا کہ اِسے کب اِس ہستی کے مبارک قدموں کی آہٹ محسوس ہو کہ وہ گاڑی کو اِس کی خوش بختی پر مبارک دیتے ہوئے ادب واحترام سے خراماں خراماں رواں ہونے کو کہے سید شوکت علی صاحب کو اہم شخصیت ہونے کے ناطے ٹرمنل میں جانے کی اجازت مل گئی جب کہ دو تین اور افراد بھی اِن کے ساتھ اندر چلے گئے لیکن صدر دروازے سے باہر رہ جانے والوں پر انتظار نے خوب نشتر چلائے جو نہ چاہتے ہوئے بھی سہنے پڑے لیکن جب حضرت صاحب سرحد کی اُس طرف سے نہایت آب وتاب اور شان وشوکت سے نمودار ہوئے تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی ہمارے دیکھتے دیکھتے حضرت صاحب نے اِن کے انتظار میں کھڑی گاڑی میں قدم رکھا۔ گاڑی کا دروازہ غالباً ڈرائیور نے کھولا لیکن سید شوکت علی شاہ صاحب بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

حضرت صاحب کے سرزمین پاکستان میں داخل ہونے اور پاکستانی دفتر میں پہنچنے کے بعد راقم الحروف کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور راقم نے اپنا تعارف کراتے

ہوئے صدر دروازے پر کھڑے رینجرز کے افسر سے درخواست کی کہ وہ مجھے اندر جانے کی اجازت دے اِس نے میری حالت غیر ہوتے ہوئے دیکھ کر فوراً ہی مجھے اجازت دے دی۔ میں دفتر کے دروازے کے سامنے پہنچا تو حضرت صاحب اندر سے نکل رہے تھے۔ میں اِن کے ساتھ بغل گیر ہو گیا اور اُنہوں نے مجھے اپنی بازوؤں میں لے لیا۔ اِن کی زبان سے پہلا جو لفظ نکلا وہ یہ تھا ''تم ہم نا کیوں سٹ آیا''۔ میری آنکھوں سے آنسوں رواں ہو گیے پھر حضرت صاحب اپنی اِس مخصوص گاڑی میں سوار ہو کر صدر دروازے پر پہنچے تو ایک ایسے ہجوم میں گھیر لیے گئے جو ہزار ہزار بلائیں لے رہا تھا اور حضرت صاحب کی آمد کی خوشی میں پرشگاف نعرے بلند کر رہا تھا۔ ہر فرد کی آنکھوں سے محبت کے آنسوں بہہ رہے تھے اور ہر شخص کی کوشش تھی کہ حضرت صاحب سے مصافحہ کر کے یا کم از کم اِن کے جسم مبارک سے ہاتھ لگائے کہ وہ لمس اِس کی زندگی کی ایک حسین یاد کی طرح اِس کے ساتھ رہے۔

سید آغا حسین مغموم صاحب استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین تھے استقبالیہ کمیٹی کے اراکین نے ایک خوبصورت بیز اُٹھا رکھا تھا جس پر حضرت صاحب کا اسمِ گرامی اور استقبالیہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ سید شوکت علی شاہ صاحب کے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ میں موجود ویڈیو کیمرے کی آنکھ یہ سب منظر محفوظ کر رہی تھی۔ واہگہ بارڈر صدر دروازے کے باہر اپنے چاہنے والوں سے ملنے اور مختصر طور خیریت معلوم کرنے کے بعد حضرت صاحب اِس مخصوص اور اعلیٰ گاڑی میں سوار ہو کر ساڑھے گیارہ بجے نور پور سیداں سوہاوہ شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ اِن کے پیچھے تقریباً ایک درجن کے قریب گاڑیوں کا قافلہ تھا۔ سید شوکت علی شاہ صاحب اور سید آغا حسین مغموم حضرت صاحب کے ساتھ اِن کی گاڑی میں بیٹھے جب کہ راقم الحروف پیرزادہ محمد افسر نقشبندی اور بعض دوسرے افراد سید شوکت علی شاہ صاحب کی سرکاری فایوڈور بجارو میں بیٹھے جسے اِن کے بڑے صاحبزادے سید حسن رضا چلا رہے تھے۔ راستے میں

''کھاریاں'' یا ''جہلم'' کے مقام پر حضرت صاحب نے نماز ظہر ادا کی اور پہر کا کھانا تناول فرمایا۔ عبدالحمید کریمی صاحب ایڈوکیٹ، سید شوکت علی شاہ صاحب سے نہ جانے کس بات پر ناراض ہوگئے اور وہاں سے آگے نکل کر سیدھے راتوں رات مظفرآباد چلے گئے۔ حضرت صاحب کو گھوڑوں سے بہت لگاؤ ہے راستے میں ایک مقام پر گھوڑوں کا میلہ دیکھا تو گاڑی رکوا کر میلے میں جا پہنچے اور گھوڑوں کو دیکھتے اور اِن کی قیمت کے بارے میں معلوم کرتے رہے۔ اِدھر نور پور سیداں حضرت سید نوران شاہ صاحب کے مزار کے قریب پہنچے تو حضرت صاحب کی گاڑی کو اِن کے چاہنے والوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ یہاں سے اُس مقام تک صرف دس قدم کا فاصلہ تھا جہاں حضرت صاحب نے گاڑی سے اُتر کر اپنے عزیز و اقارب اور سبھی لوگوں سے ملنا تھا لیکن نسبت کا لحاظ اور اخلاق کی بلندی دیکھیں کہ وہیں گاڑی سے اُترے اور سب کی محبت کو سراہا۔ اِن کے سلام کا جواب دیا اور کئی لوگوں سے مصافحہ بھی کیا۔

حضرت صاحب جب اپنی ہمشیرہ ''والدہ محترمہ سید شوکت علی شاہ صاحب'' اور اِن کے اہل خانہ سے ملاقی ہوئے تو وہ منظر انتہائی دیدنی ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی دلدوز بھی تھا جسے الفاظ کی قید میں لانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے فرشتے بھی وصل و دید کا یہ حسین منظر دیکھ کر سبحان اللہ ''سبحان اللہ'' کہہ رہے ہوں اور اللہ رب العزت کے فلسفہ ''تخلیق آدمؑ'' پر فخر اور خوشی کا اظہار کر رہے ہوں۔ حضرت صاحب نے اقارب سے مختصر ملاقات کے بعد حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ اور سید عبدالحمید شاہ آزاد کے مزارات (خانقاہ) پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔ فاتحہ خوانی کے فوراً بعد خانقاہ سے منسلک مسجد شریف میں نماز عصر ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد امام صاحب اور تمام نمازیوں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ حضرت صاحب کا یہ دورہ مملکت خداداد پاکستان اور آزاد کشمیر کے لیے

باعث برکت اور باعث عزت وتوقیر ثابت ہو۔ نمازیوں نے یہ دعا بھی کی ''ہمیں اللہ تعالیٰ یہاں پاکستان اور آزاد کشمیر میں ہر مقام پر حضرت صاحب کے شایانِ شان مہمان نوازی کی توفیق عطا فرمائے''۔ حضرت صاحب کے چاہنے والوں کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی جس کی تصدیق چند ثانیوں کے بعد اُس وقت ہوگئی جب وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان صاحب اِن کی ملاقات کو پہنچے۔ جناب وزیر اعظم انتہائی ادب اور احترام کے ساتھ حضرت صاحب سے بغل گیر ہوئے اور تقریباً پینتالیس منٹ تک اِن سے محوئے گفتگو رہے۔ حضرت صاحب کے پروگرام اور قیام کی تفصیل معلوم کی اور مہمان نوازی کا موقع دینے کی درخواست کی جس سے حضرت صاحب نے خندہ پیشانی سے قبول فرمایا اور طے پایا کہ حضرت صاحب ۱۳/اپریل بروز ہفتہ نور پور سیداں سوہاوہ شریف سے کنیاں شریف جاتے ہوئے رات کو وزیر اعظم صاحب کی دعوت پر مظفر آباد قیام فرمائیں گے اور یہ بھی طے پایا کہ حضرت صاحب موہڑہ شریف سے ہوتے ہوئے مظفر آباد پہنچیں گے۔ دورانِ گفتگو حضرت صاحب نے وزیر اعظم آزاد کشمیر سکندر حیات خان صاحب سے اِن کے والد مرحوم سردار فتح محمد خان کریلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مرحوم مجھے (حضرت صاحب کو) گھوڑے کی سواری سکھایا کرتے تھے''۔ پھر حضرت صاحب نے کریلوی صاحب مرحوم کے لیے انتہائی محبت بھرے دعائیہ کلمات کہے یہ مختصر مجلس انتہائی سنجیدہ اور یادگارِ مجلس تھی۔ اِن دِنوں خوشامدیوں اور منافقوں کے ایک ٹولے نے مسلم کانفرنس کی قیادت میں دراڑیں ڈالنے کے اپنے ناپاک عزائم کے تحت وزیر اعظم سکندر حیات خان صاحب کے دِل میں سپریم ہیڈ مسلم کانفرنس مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان صاحب اور صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان کے خلاف کچھ شکوک وشبہات پیدا کردیئے تھے اور ہر فریقین کی جانب سے دبے الفاظ میں اخباری بیانات بھی جاری ہوتے رہتے تھے۔ وزرا اعظم سکندر حیات خان نے مسلم کانفرنس

کے حوالے سے کچھ بات کرتے ہوئے حضرت صاحب کی توجہ اِس طرف دلانے کی کوشش کی تو حضرت صاحب نے فوراً بات کاٹتے ہوئے فرمایا ''سردار صاحب یہ گل مھاریں اپنی گل ہیں یہ گل ہم اپنی جابیں کے کراں گا اِت یہ گل نہ کرو یہ مھارا گھر کیں گل ہیں اپنی جا کراں گا''۔

جناب وزیراعظم نے نہ صرف یہ کہ حضرت صاحب کی یہ پُر حکمت بات سُننے کے بعد فوراً موضوع بدل لیا بلکہ اِن کی باڈی لینگویجز بتارہی تھی کہ انہیں شاید احساس ہوا کہ یہ بات بھری محفل میں نہ چھیڑنی چاہیے تھی حالانکہ لوگوں نے اِس طرف زیادہ دھیان بھی نہ دیا تھا۔ حضرت صاحب کے پروگرام سے آگاہی کے بعد وزیراعظم صاحب نے حضرت صاحب سے اجازت لیتے ہوئے کہا کہ ''مجھے اجازت دیں میں اندر مائی صاحبہ (حضرت صاحب کی ہمشیرہ محترمہ اور سید شوکت علی شاہ صاحب کی والدہ) سے ملاقات کا شرف حاصل کرلوں کیوں کہ اُنہوں نے مجھے (سردار سکندر حیات خان کو) اپنا بیٹا بنایا ہوا ہے۔ اِس پر حضرت صاحب نے خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا ''یاہ تے بڑی ہی اچھی گل ہے جاوَ اللہ تم نا خوش رکھے ہُن انشااللہ اُتے ہی مظفرآباد ہی ملاقات ہوئے گی۔ میرا کنیاں شریف جاون کو انتظام کرنو تھاری مہربانی ہوئے گی''۔

اِن دعائیہ کلمات کے ساتھ ہی وزیراعظم صاحب رُخصت لے کر سید شوکت علی شاہ صاحب کے ہمراہ مائی صاحبہ کی ملاقات کو اندر گئے۔ حضرت صاحب بیٹھک سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آرام فرمانے لگے لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ وزیراعظم صاحب مائی صاحبہ سے ملاقات اور اِن کو سلام کرنے کے بعد جب مزار شریف کے باہر پہنچے تو سید شوکت علی صاحب نے راقم الحروف کی طرف اشارہ کر کے وزیراعظم کو کہا کہ ''حضرت صاحب کی خواہش ہے کہ کریم اللہ قریشی اِس دورے کے دوران اِن کے ساتھ رہیں''۔ وزیراعظم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ''آپ رہیں جی

حضرت صاحب کے ساتھ جب تک یہ یہاں ہیں''۔ وزیر اعظم صاحب خانقاہ پر فاتحہ پڑھنے اور حاضری دینے کے بعد اسلام آباد چلے گئے دور دراز سے آئے ہوئے بعض لوگوں نے سید شوکت علی شاہ صاحب سے گھر جانے کی اجازت لی جبکہ بعض مسجد شریف کے احاطے میں جا کر ذکر اذکار میں مصروف ہو گئے۔ حضرت صاحب کو سفر کی وجہ سے سخت تھکاوٹ تھی وہ بھی خلوت میں چلے گئے تو راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان نقشبندی بھی اجازت لے کر رات کو رہائش گاہ ''ڈھوک کشمیریاں'' راولپنڈی گئے۔ دوسرے روز یکم اپریل ۲۰۰۴ء کو راقم نے اپنے دفتر واقع ''چاندنی چوک مری روڈ'' سے فون پر حضرت صاحب کی خیریت دریافت کی تو فرمانے لگے ''کریم اللہ رات اِسے رنگ لوک اُپر چڑھیا رہیا جس طرح ولیواڑ ماں چڑھیا رہیں۔ فرصت نہیں دیتا کہ ذری آرام کروں''۔ وزیر اعظم صاحب نے تو راقم کو حضرت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا تھا لیکن سرکاری افسر ہونے کے ناطے راقم کو تحت قواعد اپنے سیکریٹری سے اجازت لینا تھی بلکہ آرڈر جاری کروانا تھا لیکن سیکریٹری صاحب کو راقم نے از خود کہنا مناسب نہ سمجھا بلکہ راقم نے انہیں مجاہد اول سے کہلوایا اتنے میں وزیر اعظم کے سٹاف نے کشمیر ہاوس اسلام آباد سے بھی اطلاع دے دی۔ مجاہد اول نے سید شوکت علی شاہ صاحب سے ٹیلی فون پر حضرت صاحب کا پروگرام معلوم کیا تو شوکت صاحب نے جواباً کہا کہ ''حضرت صاحب سب سے پہلے کل ۱۲/اپریل کو آپ مجاہد اول کی اہلیہ محترمہ کی فاتحہ خوانی کے لیے مجاہد منزل راولپنڈی تشریف لائیں گے اور وہیں آپ کے ساتھ بیٹھ کر آئندہ کا پروگرام طے کریں گے۔

یکم اپریل کو حضرت صاحب سوہاوہ شریف اور اِس کے مضافات دینہ جہلم اور میر پور سے آنے والے مریدین میں گھیرے رہے اور نہایت مصروف دِن گزارا۔ حتیٰ کہ اقارب کو بھی وقت نہ دے سکے۔ راولپنڈی سے برادر یوسف نسیم صاحب اپنی اہلیہ کے ہمراہ حضرت صاحب کی ملاقات کو سوہاوہ گئے جہاں نسیم صاحب اور اِن کی

اہلیہ محترمہ کی دعوت قبول فرماتے ہوئے اُنہوں نے فرمایا کہ ''مجاہد اول سے ملاقات کے بعد آپ کے گھر آؤں گا''۔ ۲/اپریل حسب پرگرام صبح نو بجے حضرت صاحب سید شوکت علی شاہ صاحب کی گاڑی میں اِن کے ہمراہ سید آغا حسین مغموم صاحب بھی تھے۔ جبکہ گاڑی سید شوکت علی شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے حسن رضا صاحب چلا رہے تھے۔

راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان صاحب چند منٹ تاخیر سے مجاہد منزل پہنچے لیکن مجاہد اول اور سردار عتیق احمد خان صاحب نے کمال نوازش فرماتے ہوئے ہمیں اندر بلایا جہاں بیٹھک میں ایک طرف حضرت صاحب کے ناشتے کے لیے نوع واقسام کی نعمتیں میز پر چُنی ہوئیں تھیں۔ سردار عتیق صاحب کے چھوٹے بیٹے سردار عفان صاحب اور دو تین دوسرے نوجوان خدمت اور تواضع کے لیے کھڑے تھے۔ بڑا ہی پُر تکلف ناشتہ تھا ہم نے جو چاہا جی بھر کر کھایا۔ دو بڑی ہستیاں (حضرت صاحب اور مجاہد اول) کے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کے موقع پر ناشتے میں شامل کوئی بھی چیز وصل ودید سے زیادہ مرغوب نہ تھی۔ آداب محفل کے پاس میں بظاہر حضرت صاحب اور مجاہد اول دونوں ناشتے میں ہمارے ساتھ شامل رہے لیکن دونوں کے درمیان علم وحکمت اور سلوک ومعرفت میں ڈوبی ہوئی گفتگو جاری رہی۔ ناشتے سے فراغت کے بعد ہمیں ناشتے کے میز سے اُٹھ جانے کو کہا گیا اور پردہ گرادیا گیا۔ حضرت صاحب اور مجاہد اول کے مابین تقریباً آدھ گھنٹہ ون ٹو ون بات چیت ہوئی اور اِس کے بعد دونوں حضرات بیٹھک میں تشریف لائے جہاں سبھی سردار عتیق احمد خان صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر مختلف موضوعات کے علاوہ بزرگانِ دین اور صوفیاء کرام کے بارے میں گفتگو جاری رہی اور حضرت صاحب نے مجاہد اول کو اپنے پاکستانی آزاد کشمیر میں قیام اور پروگرام کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔

حضرت صاحب نے مجاہد اول کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''سردار صاحب میں نے آپ کی اہلیہ محترمہ کی فاتحہ خوانی کے لیے غازی آباد آنا ہے''۔ مجاہد اول نے خوشی کا ظہار کرتے ہوئے فرمایا ''حضرت یہ ہمارے لیے بے حد خوشی کا باعث ہوگا''۔ سردار عتیق احمد خان صاحب نے فرمایا ''حضرت ہم مسلم کانفرنس کی جانب سے آپ کے اعزاز میں ایک شاندار استقبالیہ دینا چاہتے ہیں''۔ حضرت صاحب نے فرمایا ''اِس کی کیا ضرورت ہے آپ حضرات سے ملاقات مقصود تھی وہ اللہ کی مہربانی سے حاصل ہوگئی''۔ تاہم سردار عتیق احمد صاحب کے اصرار پر حامی بھر لی اور پروگرام طے کرتے ہوئے فرمایا کہ ''۵/اپریل کو کنیاں شریف سے واپسی پر رات کو مظفر آباد قیام کرنے کے دوسرے دِن ۶/اپریل کو غازی آباد آؤں گا۔ ۷/اپریل کو حضرت باباجی صاحبؒ کے آبائی گاؤں سنجوڑا بالاکوٹ جاؤں گا اور ۸/اپریل رات آٹھ بجے واپس اسلام آباد پہنچ کر مسلم کانفرنس کی مجوزہ استقبالیہ تقریب میں شرکت کروں گا۔ پروگرام طے پا جانے کے بعد مجاہد اول اور سردار عتیق احمد خان صاحب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اِس پُرمسرت ماحول میں حضرت صاحب کو ہزاروں دعاؤں اور نیک خواہشات کے ساتھ رُخصت کیا گیا۔ سید شوکت علی شاہ صاحب کے علاوہ راقم الحروف، پیرزادہ افسر خان اور سید آغا حسین مغمومؔ بھی حضرت صاحب کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے اور تقریباً سوا گیارہ بجے ''ڈھوک کشمیریاں'' سید یوسف نسیمؔ صاحب کی قیام گاہ پر پہنچے جہاں اِن کا بیتابی سے انتظار ہو رہا تھا۔ سید یوسف نسیمؔ صاحب کی اہلیہ (مہرالنساء بھابی) کے والد محترم موسیٰ خان صاحب مرحوم حضرت صاحب کے مرید خاص اور عاشق تھے اِس لحاظ سے حضرت صاحب کا مہرالنساء بھابی سے خصوصی شفقت کا اظہار ایک فطری امر تھا۔ حضرت صاحب آتے ہی اندر جا کر اِن سے ملے اور اِن کی عزت و توقیر اور خوشحالی کے لیے دعا فرمائی پھر باہر بیٹھک میں تشریف لائے جہاں کئی کشمیری بھائی اِن کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ حضرت صاحب نے سبھی

سے مصافحہ کیا۔ سب سے شفقت کا اظہار کیا، خیر خیریت معلوم کی اور ہر ایک کی آپ بیتی بڑے غور سے سُنی۔ اتنے میں سید یوسف نسیم صاحب نے کل جماعتی حریت کانفرنس کے اپنے ساتھیوں کو حضرت صاحب کے آنے کی اطلاع دی جس پر میر طاہر مسعود صاحب، محمد صدیق گنائی صاحب اور غالباً ایک اور صاحب بھی تشریف لائے اور حضرت صاحب سے کشمیر پر گفتگو کرنے لگے کہ ''آپ دعا کریں کہ اللہ کشمیریوں کے گناہ معاف کرے''۔ حضرت صاحب نے ہر بات کا مفصل اور تسلی بخش جواب دیا اور فرمایا کہ ''اچھے دِنوں کی امید رکھیں مجھے لگتا ہے کہ امتحان کے یہ دِن اب ختم ہو جائیں گے''۔ حضرت صاحب کی اِس معنی خیز بات سے واقعی شرکا محفل کو بڑی تسکین ہوئی۔

یوسف نسیم صاحب نے اِن تاریخی لمحات کو کیمرے کی آنکھ میں بند کرنے کے لیے پہلے ہی انتظام کر رکھا تھا۔ حضرت صاحب اور شرکاء محفل کی کئی تصویریں اُتاری گئیں۔ راقم الحروف کو بھی حضرت صاحب کے ساتھ تصویر بنوانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ مہمانوں کے لیے اعلیٰ پائے کی ضیافت کا انتظام تھا۔ حضرت صاحب پرہیز کا کھانا کھاتے تھے اِن کے لیے علیٰحدہ کھانا تیار رکھا گیا تھا۔ سبھی مہمانوں نے حضرت صاحب کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد راقم الحروف نے حضرت صاحب سے گزارش کی، حضرت میری رہائش گاہ پر قدم رنجہ فرمائیں اور چائے وہاں پئیں، تو فرمانے لگے ''توں چاہ پر نبھاوے گوہوں تے روٹی کھاؤں گو''۔ حضرت صاحب کی زبان سے یہ بات سُن کر راقم الحروف کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور راقم نے کہا ''حضرت اِس تھیں بڑی خوشی مڑے واسطے ہور کے ہوسی''۔ فرمانے لگے ''توں فکر نہ کرہوں آپ تیرے کول آؤں گو''۔

تقریباً ایک بجے حضرت صاحب سید یوسف نسیم صاحب کی رہائش گاہ سے رُخصت ہوئے تو اِن کی گاڑی اسلام آباد کی طرف چل پڑی مجھے حضرت صاحب

کے اس دِن ۲/اپریل ۲۰۰۴ء کے پروگرام کا علم نہ تھا لیکن سید آغا مغموم صاحب سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت صاحب نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے فیصل مسجد جا رہے ہیں۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد ہم فیصل مسجد پہنچ گئے۔ گاڑی مسجد کے شمال کی طرف پارک کی گئی۔ حسبِ معمول جمعۃ المبارک کے دِن طرفین کے سپیشل گیٹ کھلے تھے ہم شمال کی جانب سے مسجد میں داخل ہوئے لوگ سُنتیں ادا کر رہے تھے، ہم نے سُنتیں پڑھیں۔ ڈیڑھ بجے خطبہ شروع ہو گیا۔ ہم سبھی تقریباً ایک ہی صف میں تھے۔ حضرت صاحب بالکل سیدھ میں آگے امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ امام مسجد کوئی عربی تھا جو بالکل عربی تلفظ میں خطبہ پڑھ رہا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد ہم شہر اسلام آباد کے وسط میں پونچھ کے مہاجر قریشیوں کے محلے میں پہنچے جو مسلسل تین پُشتوں سے حضرت بابا جی صاحب لارویؒ، حضرت میاں نظام الدین لارویؒ اور حضرت صاحب کے مریدین چلے آ رہے تھے۔ جب ہم حضرت صاحب کے اِن مریدوں کے پاس پہنچے تو اِن کی طرزِ رہائش مکانیت اور ہجرت کی دوسری برکتیں مثلاً تعلیم، مال دولت اور روزگار اقتدار کو دیکھ کر حیرانی ہوئی اور میری زبان سے بے ساختہ ''سبحان اللہ'' کا کلمہ نکلا۔ واقعی اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ ہمیں ایک وسیع وعریض اور نوع و اقسام کی اشیاء اور اعلیٰ فرنیچر سے مزین بیٹھک میں بٹھایا گیا۔ بڑے بڑے افسران اور معززین نے حضرت صاحب کو گھیر لیا ہر چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا تھا اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ حضرت ایک لمحہ کے لیے اِس کی طرف متوجہ ہوں۔

اِن حضرات میں آزاد کشمیر کے سابق سیکریٹری حکومت اور سابق وائس چانسلر آزاد کشمیر یونیورسٹی خلیل احمد قریشی صاحب بھی موجود تھے۔ تمام مریدین اپنے پیر کے اچانک تشریف لانے پر حیران بھی تھے اور اللہ کا شکر بھی ادا کر رہے تھے۔ حضرت صاحب کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے تھے لیکن جی نہ بھرتا تھا۔ حضرت

صاحب سبھی سے اِن کے بزرگوں کے بارے میں معلوم کر رہے تھے اور اِس کے ساتھ ساتھ حضرت بابا جی صاحب لارویؒ کی کرامات اور روحانی فیوض کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ بس ایک روح پرور محفل تھی جس سے راقم بھی محظوظ ہو رہا تھا۔ عقیدت واحترام اور ادب و تعظیم کی وہ محفل مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔ خوب صورت اور قیمتی سوٹوں میں ملبوس قریشی نوجوان جھک کر حضرت صاحب سے دلا سا لے رہے تھے۔ ہر ایک کی چاہت تھی کہ حضرت صاحب اِس کے شانے پر اپنے مبارک ہاتھ سے تھپکی دیں۔ حضرت صاحب بھی اپنے مریدوں میں دِل کھول کر فیض تقسیم کر رہے تھے۔

اِدھر محفل وصل و دید جاری تھا اُدھر میز پر نوع و اقسام کے پھل اور طرح طرح کی دیگر نعمتیں چُنی جا رہی تھیں عصر کا وقت قریب تھا حضرت صاحب نے وضو کیا اور میز بانوں کے اصرار پر نمازِ عصر سے پہلے کھانے کی میز پر تشریف فرما ہوئے۔ میز بانوں کی دلجوئی کے لیے غالباً کسی پھل میں سے کچھ تناول فرمایا اور چند گھونٹ چائے کے بھی نوش فرمائے جب کہ ہم لوگوں نے اپنی اپنی طبیعت کے مطابق جو چاہا خوب کھایا اور چائے بھی پی۔ نمازِ عصر کے بعد حضرت صاحب قریشی حضرات سے بمشکل اِس وعدے کے ساتھ کہ ''دوبارہ آنواں گا''۔ رخصت ہوئے اور اِن کی گاڑی سیدھی راجہ بازار راولپنڈی جا کر رُکی۔ چنانچہ اگلے روز کنیاں شریف جانا تھا وہاں سردی تھی اِس لیے سید شوکت علی شاہ صاحب نے حضرت صاحب کے لیے قراقلی ٹوپی کی چمڑی خریدی جو غالباً حضرت صاحب نے خود پسند کی۔ چمڑی خرید کر کاریگر کو دے دی گئی کہ شام سات بجے تک تیار کر کے ''سوہاوہ'' بھجوا دینا۔ اتنے میں نور اللہ قریشی صاحب نے لاہور جاتے ہوئے مری یا پنڈی کے قریب کسی مقام سے ٹیلی فون کیا تھا کہ ''میں سوہاوہ اُتر کر حضرت صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں''۔ حضرت صاحب سے ملاقات کا وقت لے لیا جائے۔ ہم نے حضرت صاحب سے

گزارش کی تو اُنہوں نے خوشی سے کہا ''ٹھیک ہے وہ جب بھی سوہاوہ پہنچے مجھے مل کر آگے جائے۔ راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان صاحب کو حضرت صاحب کے مشورے کے تحت سید شوکت علی شاہ صاحب نے رخصت دے دی کہ'' آپ صبح نو بجے فیصل آباد پُل کے پار سڑک پر ہمارا انتظار کرنا ہم آپ کو اپنے ساتھ کئیاں شریف لے چلیں گے۔

اگلے روز ۳/اپریل ۲۰۰۴ء ٹھیک صبح ساڑھے آٹھ بجے ہم جائے مقرر پر پہنچ گئے۔ اتنے میں سید شوکت علی شاہ صاحب نے موبائل پر فون کیا کہ ''ہم مندرہ پہنچ گئے ہیں آپ فوراً جائے مقررہ پہنچیں''۔ ہم نے انہیں کہا ہے کہ ''ہم پہنچ گئے ہیں''۔ آدھ گھنٹے کے انتظار کے بعد حضرت صاحب کی گاڑی آگئی اور ہم بھی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ دِل میں اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کر رہے تھے کہ ایک یادگار سفر میں ہم بھی حضرت صاحب کے ہمسفر ہیں۔ یہ ہماری زندگی کا بہترین سرمایہ تھا۔

فیض آباد کے جدید طرز پر تعمیر شدہ پُل اور پھول نما چوک کو چھوتے ہوئے حضرت صاحب کی گاڑی جب تقریباً چھ سات سو گز فاصلے پر ''کشمیری چوک'' سے گزر کر ''جناح کنونشن سنٹر اور سیرینا ہوٹل'' کے قریب سے مری روڑ پر دوڑتی ہوئی مری کی طرف مُڑی تو حضرت صاحب دھیمی آواز میں نہایت خوش الحانی کے ساتھ غالباً حضرت بابا جی صاحبؒ یا حضرت نظام الدین صاحبؒ کے کچھ اشعار گنگنانے لگے طبیعت میں طمانیت پیدا ہوگئی اور چہرہ کِھل اُٹھا۔ اِس موافق ماحول سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سید آغا حسین صاحب نے انتہائی مودبانہ انداز سے حضرت صاحب کو اپنی جانب مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''حضرت آپ کی یہ رفاقت ہم پر اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے ہم اِن لمحات سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں''۔ آپ حضرت بابا جی صاحب لارویؒ اور اُن کے پیرومرشد نظام الدین کیانویؒ کی ملاقات اور ابتدائی حالات کے بارے میں کچھ فرمائیں تا کہ ''ہماری معلومات میں اضافے کے ساتھ

ساتھ ہماری تصحیح بھی ہو"۔ مغموم صاحب موصوف اور ہم سب کے اصرار پر حضرت صاحب نے حضرت بابا جی صاحب لارویؒ کی اپنے پیر و مرشد حضرت نظام الدین کیانویؒ سے ملاقات کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"یاہ حضرت بابا جی صاحبؒ ہوراں کی چھوٹی جوانی کا زمانہ کی گل ہے ایک دھیاڑے ویہ اپنا گراں سنجوڑا شریف کا ایکن آدمی کے نال گڑھی حبیب اللہ یا مانسہرہ تے غلو بھیا جن واسطے ٹُریا وہ نیک بخت اچھو آدمی نہیں تھو۔ ویہ جس بیلے غلو خرید کے مڑن لگا تے اُن نے کہیو "روٹی پکا لیاں راہ ماں ہم نا پانی نہیں تھا سے"۔ ایکن جا پانی پر بیس کے روٹیں پکائیں تے اِس نے کہیو "یہ ہوں کول رکھ لیوں جت بھکھ لگی تے کھا لیاں گا جت پانی ہویو"۔ یہ چھوٹا تھا اِن نا بھکھ لگی تے کہن لگا روٹی کت کھاں گا"۔ اُس نے کہیو "روٹی میرا کولا تے جھڑ گئیں ہیں"۔ دراصل اس نے کوڑ مار یو روٹی وہ کھا رہیو تھو اُس نے اِس طرح کا دو ترے واقعہ کیا۔ اِن نے یوہ ہی سمجھیو کہ روٹیں جھڑ گئیں ہیں پر سخت بھکھ لگ گئی ہے ہُن کے کراں"۔ اِن نے یاہ گل اپنا دِل ماں سوچی ہی تھی کہ اتنا بچوں ایک اجنبی آدمی اگاں تے آیو اُس شخص نے اُنھاں نا کہیو "بچہ توں بھکھو ہو گیو ہے تے نالے تھک بھی گیو ہے۔ یوہ اپنو سامان مناں دے ہوں ذری تناں دمودیوں"۔ اِنھاں نے اپنو سامان اِن نا دے کے دِل ماں خیال کیو "جے قحط کو زمانو ہے تے اللہ جانے یہ کون صاحب اِسونہ ہوئے جے سامان لے کے ٹُر ہی نہ جائیں"۔ یہ اِن کے پچھے تاولا تاولا ٹُرن لگا تے ان نے پچھاں مُڑ کے فرمایو "دوڑ نہ بالاکوٹ کا پل کی جہڑی پارلی کوٹھی ہے اِس کے اُپر تیرو سامان دھر یو وو ہوئے گو"۔ یاہ گل کہتاں ہی گم گیا جس بیلے گم گیا فر ان نا تسلی ہوگئی جے یہ کوئی چور نہیں۔ یہ بالاکوٹ پہچیا تے دیکھیو جے اِن کو سامان اُتے ہی پُل پر رکھیو وو ہے۔ کول آدمی کوئے بھی نہیں اِن نے اپنو سامان چایو دیکھیو تے سارو کجھ موجود تھو۔ یاہ اِن کی بابا جی صاحبؒ کنیاں شریف آلاں نال پہلی ملاقات تھی۔ اِس تے بعد اِن کا اِس سنگی نا اِن

کے نال زیادہ ہی حسد ہوگئی۔ بالا کوٹ تے اگے ایک گراں ہے ''ہسنو'' اُت جا پہچیا ہنسہ مسجد ماں آ کے بیٹھا تے اُت نماز پڑھن لگا۔ نماز تے بعد اُس سنگی نے کہیو ''توں جاہ گراں بچوں کھان واسطے کجھ منگ کے لیا''۔ اُن نے کہیو ''نہ ہوں کھاؤں تے مناں گراں بچوں منگن کی کائے لوڑ ہے کدے کول کجھ ہے تے اُسے پر گزارو کراں گا''۔ سنگی نا بڑو غصو چڑھیو اتنا بچوں ایک ہور اجنبی آدمی آ گیو۔ اُس اجنبی نے تے اِس آدمی نے آپس ماں گل کیں۔ اجنبی نے کہیو ''ہوں جاؤں منگن واسطے تے توں میرا سامان کی بھی تے اپنا سامان کی بھی راکھی کر''۔ وہ چلے گیو تے اُس شخص نے جھڑو باباجی صاحبؒ کے نال تھو اُس نے سامان پھلوریو تے بچوں ماس نکلیو۔ اُس نے اِس بچوں ماس چھپالیو۔ وہ مُڑ کے آیو تے آ کے اپنو لٹا کو پھلوریو اِس بچ ماس نہیں تھو۔ اِس نے شور کیو جے میرو ماس چھپالیو۔ اتنا بچ شام کی نماز پڑھن واسطے نمازی بھی آ گیا۔ اِس جنا نے سمجھیو جے ہُن ہم نا پکڑیں گا۔ اِس نے باباجی صاحبؒ ہوراں در اشارو کر کے کہیو ''جے اِس نے چوری کی ہے۔ باباجی صاحبؒ ہور چُپ رہیا۔ اُنھاں نے نہ ہاں کی نہ، نہ کی۔ نمازی کجھ سخت لفظ بھی کہن لگا ممکن ہے مارکٹ کرتا یا کجھ ہور کرتا۔ اتنا بچوں ایک سفید ریش آدمی دروازہ بچوں بڑیو۔ اِس نے اسلام علیکم کہیو تے ساراں نا کہیو ''جے میرے در مخاطب ہو جاؤ تے سامان کی تلاشی لیو جس کا سامان بچوں ماس نکلے گو وہ ہی چور ہے''۔ لوکاں نے تلاشی کی تے ماس اُس چھپان آلا کا سامان بچوں برآمد ہوگیو۔ لوک اِن تے معافی منگن لگا۔ اُنھاں نے نماز پڑھی تے رات اُتے ہی مسجد کے بچ رہیا۔ دوجے دِن اُتوں چلن لگا تے اِن کا اِس سنگی نے کہیو ''جے میری بدنامی بھی ہوگئی دوجو یوہ فقیر ہے تے اِس نا ہوں شوہالا کا کٹھا بچ مار چھوڑوں گو''۔ رستہ ماں اِن کا سنگی نے اِن نا کہیو ''توں اِت اگ بال میرے کول ماس ہے بھن کے کھاں گا''۔ باباجی صاحبؒ نے کہیو ''توبہ استغفار ہوں نہ چوری ماں سنگی تے نہ چوری کو ماس کھان ماں توں جان تیرا کم جانیں''۔

اَ کھے کھل ہوں تناں دسوں وہ اِس ارادہ پر تھو جے اِن نا ختم کروں۔ اتنا بچوں ایک ضعیف العمر آدمی آ گیو اگاں تے اُس نے کہیو ''اگلے پاس نیاز پکی وی ہے آ وُ اُت جا کے نیاز کھاں۔ حالانکہ اُت اَج بھی کائے بستی نہیں۔ وی یہ اِن نالے کے کنی ہو گیا۔ اگے جائیں تے ایک مکان ہے یہ اِس ماں بیسیں تے جہڑو گھر کو مالک ہے۔ وہ اِن کے نال پہلاں بڑی سختی نال گل کرے۔ بابا جی صاحب کئیاں شریف آلا غیب ہو جائیں۔ اِس تیں بعد اِس گھر آلا نے اِن نا بڑا پیار کے نال روٹی کھوالی۔ روٹی کھوال کے اِن نا رخصت کیو۔

یہ کئیاں شریف جان لگا تے رستہ ماں گھوڑی تے اُپر منڈ گراں یا (پنجگراں) ناں کو ایک گراں ہے اِت ایکن نِکا جھیا کمرہ ماں جہڑو مسافراں واسطے بنیو وُ تھو رات اُس بچ رہیا تے سحر گی نا تہجد پڑھن واسطے اُٹھ کے مسیت ماں گیا چن لگے تھو اِن نے وضو کر کے مسیت ماں تہجد نیتیا۔ اِن نا قبلہ کو نہیں تھو پتو جے قبلو کہڑے طرف ہے۔ اتنا ماں ایک آدمی آیو تے اُنھاں نا قبلہ رُخ کر کے اگے امامت شروع کر لی۔ اِن نا دِل ماں خیال آیو ''یار با مناں قبلہ رُخ کو نہیں تھو پتو اِن نے مناں قبلہ در موڑیو پر نفلاں ماں امامت کو کے مقصد ہے''۔ لیکن اِن نے اِن کی امات کے بچ نماز پڑھی جد کئیاں شریف پہنچیا تے وی یہ پنجے شکل کھڑی چان آلا بھی، گواہی دین آلا بھی روٹی دین آلا بھی، ماس آلی جگہ تے بچان آلا بھی تے نماز پڑھان آلا بھی اسے شکل ماں ہو کے بابا جی صاحب کئیاں آلاں نے فرمایو....

''اکھے بچہ اسیں تہ ازل تھیں اپنیاں بچیاں ہور اپنیاں لعلاں کو سیاندے آں۔ بچہ اوہ نکے ہوندیاں تہ بھار چا کے مندیاں آدمیاں نال پھس گیندے ہیں اُنہاں دا بھار چا کے اُنھاں کو دمہ دیندے آں اُنہاں دی حفاظت کر دے آں، بچہ اُنہاں کو ملامتیاں لیندن جے اُنہاں چوری کیتی ہے اسیں آخدے آں ایہہ قطب ہین۔ بچہ دشمن مارنے دی تیاری کر دے ہوسن اسیں کہن کے ہکیں کو ٹھے بچ بڑ گیندے آں۔

بچہ مسافری دے دوران جہڑی تہجداں دی نماز ہے اِس وچ امامت جائز ہے بلکہ افضل اے''۔

روپ وہی تھو جہڑ و اُنھاں کو ہووے تھو اِسے رنگ پنجاں روپاں کے بیچ بابا جی صاحبؒ ہوراں کے نال یہ گل کیں۔ بابا جی صاحبؒ ہوراں نے اِس کے اُپر شعر بھی کہیا ہیں جے میرا پیر کی یہ نشانیں تھیں۔

؎ چہرہ مُکھ آفتاب حقیقی تے کُھلی فراخ پیشانی

اوہو پشت پناہ اساہڈا شاہ نظام نورانی

سید آغا حسین مغموم، حضرت ایک گل ہور ارشاد فرماؤ ''سنیو ہے جس ویلے حضرت صاحبؒ کئیاں آلا آواز دیں تھا''۔ عبداللہ تے حضرت بابا جی صاحبؒ جواب ماں عرض کریں تھا''جی صاحبؒ، اِسے اُپروں ''جی صاحب مشہور رہوا''۔

سید آغا حسین مغموم صاحب کے اِس سوال کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا۔

''میں یاہ گل اِس تے پہلاں تھارا تے سوا نہ سُنی تے نہ یاہ گل صحیح ہے آغا صاحب نے کہا''مناں میاں طوطا صاحب نے دسی ہے''۔

حضرت صاحب نے اِس بات کی وضاحت میں فرمایا''ہوں اپنی معلومات کے مطابق عرض کروں گو۔ ممکن ہے میاں طوطا صاحب ہوراں نا میرا تے زیادہ علم ہووے۔ جی صاحب کو جہڑو لقب ہے یوہ اِن نا عبادت تے بعد حاصل ہؤو ہے اِن نے اللہ کی عبادت تے مشقت کر کر کے جہڑیں ساریں منزل حاص کیں وی تھیں عام لوک اِن نا کوئی جی کہہ تھو تے کوئے جی صاحب کہہ تھو۔ اِس تے پچھے اِن کا جتنا مرید ہوا یا اِن کا عاشق ہوا۔ وی یہ اِن نا جی صاحب کہن لگا ہور فر بابا جی صاحب کہن لگا لیکن کشمیر کو کشمیری اَج بھی''جی صاحب'' کہہ حضرت بابا جی صاحبؒ ہوراں نے ایک سموار لی ہے اِس کے اُپر لکھیو''ہے جی صاحب'' اِس وقت کا برتن آلا کشمیری نے جہڑو

ناں لکھیو ہے وہ جیم ''ج'' کے نال نہیں لکھیو بلکہ زے ''ز'' کے نال ''زی صاحب'' لکھیو وَو ہے۔ اِس سماوار پر سنہ بھی ہے واہ سماوار اُن دِناں کے بیچ خریدی گئی ہے جن دِناں کے بیچ بابا جی صاحبؒ ''حضرت نظام الدین'' ہوراں کی پہلی شادی ہوئی ہے زہرہ ادی کی والدہ کے نال۔ واہ سماوار ہم نے رکھی وی ہے''۔

سید شوکت علی شاہ صاحب نے وضاحت چاہی کہ حضرت ''زی صاحب اور جی صاحب'' میں کیا فرق ہے تو اِس پر آغا صاحب نے گوجری زبان میں مستعمل دو ہم معنیٰ الفاظ کی'' اور غی کی مثال دی۔ اِس پر حضرت صاحب نے فرمایا''۔

''گوجری آلا غلط کریں یہ زیادہ پڑھ گیا ہیں اِس واسطے زبان کی ستیاناس کریں۔ ''کا'' نا ''غا'' بنانویں تے ''کی'' نا ''غی'' بنانویں اِسے رنگ پتو نہیں کے، کے کریں لگاوا۔ یہ تے نہایت سلیس ہور پیاری زبان کو حولیو بگاڑیں جے لوکاں نا اِس تے نفرت ہوئے تے اِس کو کوئے مفہوم تے ترجمو بھی نہیں رہتو''۔

سید آغا حسین مغموم نے ایک اور سوال کیا کہ ''حضرت ہم نے ایک ہور واقعو بھی سُنیو ہے کہ ''حضرت بابا جی صاحبؒ ایک دفعہ مینڈھر تشریف لے آیا پمروٹ کا علاقہ ماں تے ایکن شخص نے خدمت ماں حاضر ہو کے کہیو'' جے حضرت اِس علاقہ ماں ایک فقیر آیو وَو ہے جس کو کمال یوہ ہے جے وہ پانی ماں ہتھ گھلے تے پانی مِٹھو ہو جائے۔ جد کہ حضرت بابا جی صاحبؒ نے فرمایو کہ ''اللہ تعالیٰ نے پانی کو ایک ہی ذائقو بنایو ہے جہڑو سارا پیغمبراں نے چکھیو، اولیا چکھتا آیا تے جہڑو اللہ کا بنایا وا اِس ذائقہ نا تبدیل کرے ولی نہیں ہو سکتو''۔ آغا صاحب کی اِس سوالیہ گفتگو پر حضرت صاحب نے فرمایو....

''یوہ واقعو حضرت بابا جی صاحبؒ ہوراں کو نہیں یوہ واقعو صحیح ہے پر اُن تیں کافی عرصہ بعد کو ہے۔ یوہ واقعو اِس طرح ہے جے ایک آدمی جہڑو پنجاب گجرات کو تھو یا پنجاب کا کسے دوجا علاقہ کو تھو آیو ہور آ کے سمہوٹ ماں رہیو اِس کے نال دو بیٹکیں بھی

تھیں۔ وہ پر دو کرے تھو تے جس آدمی نا ملے تھو اِس نا کہہ تھو چھڈ جس طرح ہوں تم نا ملیو تے تم مناں ملیا جس بیلے ہم اپنا ہتھ زبان نال لانواں تھا تے ہم نا اپنی زبان مٹھی لگے تھی۔ وہ پانی کے بچ ہتھ رکھے تھو تے پانی مٹھو لگے تھو۔ بگتی کو ہل ماں ہتھ کھلے تھو تے پانی مٹھو ہو جائے تھو لوک کہیں تھا یوہ سائیں پانی مٹھو کرے یوہ بڑو فقیر ہے۔

لوک اِس کے پچھے چلیں تھا بابا صاحب ”حضرت میاں نظام الدین لاروی“ کشمیر تے آیا تے موہڑے ٹھہریا۔ اُت اِن قاضیاں نے تے سردار سمھوٹیا نے کہیو ”حضرت ایک فقیر ہے جہڑو اِس طرح پانی مٹھو کرے“۔ بابا صاحب نے کہیو ”ہوے گو ہوں فقیر نہیں اِس واسطے مناں کجھ پتو نہیں“۔ قاضیاں تے سردار سمھوٹیا نے ہور پیر برکت شاہ نے کہیو ”جے حضرت کدے تم فقیر نہیں تے یہ لوک تھاری کاہڈ کانہہ واسطے بھریں“۔ فرمان لگا ”جہڑا کاہڈ بھریں یاہ اُن تے پچھو گل مک چک ہو گئی۔ بابا صاحب ہوراں نے اِس تے زیادہ کجھ نہ کہیو۔ کجھاں دھیاڑاں تیں بعد وہ بابا صاحب ہوراں کول آیو تے بابا صاحب ہور اِس نا ملیا۔ بابا صاحب نے لوکاں نا پچھیو ”یوہ ہی ہے وہ فقیر پانی مٹھو کرن آلو“۔ لوکاں نے کہیو ”حضرت تھارے سامنے اِس نے پانی مٹھو کیو“۔ لگا کہن ”یوہ مرتد مکار ہے اِسو تسو۔ لوک پریشان ہو گیا۔ وہ دوجی وار بابا صاحب ہوراں کے کول آیو تے بابا صاحب نے پچھیو ”جے تیرو یوہ پانی مٹھو کرن کو عمل کے ہے؟“۔ اُس نے کہیو ”تم کس عمل کے نال کوڑھیاں نا بل کریں۔ مناں اِت کئی لوک ملیا جن نے کہیو جے ہم لار شریف لنگو پر لسی تے روٹی کھاں یا فر بابا صاحب اِت آنویں تے ہو دو کریں، مھاری کوڑھ دور ہو جائے۔ تم دسو جے یوہ کس طرح ہوئے“۔

بابا صاحب ہوراں نے اِس نا پچھیو ”تیرے کول کہڑی چیز ہے جس کے نال پانی مٹھو ہوئے“۔ اُس نے کہیو ”تم مناں کوڑھیاں نا بل کرن کی دوا دسیں گا؟“۔ بابا صاحب نے کہیو ”وعدو ہے دسوں گو“۔ لگو کہن ”ہوں بھی دسوں میرے کول مصری کو

ست ہے۔ صبح ہتھ دھو کے تھوڑو و جھیو ''ست'' ہتھاں کے نال لا چھوڑوں وہ ہتھ پانی ماں لاؤں پانی مِٹھو ہو جائے بس ہوں اِسے رنگ کرامت دستو پھروں''۔ اِس تے بعد لگو کہن ''ہُن تم دسو کوڑھ یا کس دوا کے نال بل ہونویں''۔

بابا صاحب نے فرمایو'' آیت الکرسی کو پہلو کلمو'اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہ''اِس نے کہیو ''جی تم میرے نال دھوکو کریں''۔ بابا صاحب نے کہیو ''بیوقوف توں مصری نا صحیح سمجھے تے قرآن پاک نا غلط سمجھے تیرا جھیو بیوقوف کون ہے۔ میں تے تناں کائے ہور گل نہیں دسی میں قرآن کی گل کی ہے آیت الکرسی کو پہلو کلمو''۔ خیر وہ چُپ ہو گیو کجھ نہ بول سکیو۔ اِس نے بابا صاحب ہوراں نا دعوت دتی۔ بابا صاحبؒ ہوراں نے کہیو ''اچھا تم روٹی کھاؤ ہوں تم نا دِن دِسوں گو''۔ سردار سمھو ٹیا، قاضی عزیز الدین تے اِن نے میت کے بیچ روٹی کھادی تے روٹی کھان تے بعد بابا صاحبؒ نے اِس نا دسیو تے گیا سمھوٹ کی دعوت پر۔ ایک وہ فقیر صاحب ایک اینگا تے یہ فقیر صاحب، فقیراں کو سیلاب چلیو تے لوکاں کو سیلاب چڑھ گیو۔ وہ روٹی کھوالے تھو تے کدے بابا صاحبؒ ہوراں کے کول آ کے بیسے تے اُنگاں روٹی کھوالن کے بیچ روکاوٹ آوے۔ لوک تھالیاں اُپروں کھل جائیں۔ وہ بابا صاحبؒ ہوراں کول بیٹھو و تھو تے اُپر لڑائی ہو گئی۔ دوڑ کے اُپر گیو وہ جس بیلے اُپر گیو تے اُس کیں دو بیٹکیں جھڑیں تھیں وے یہ بابا صاحبؒ ہوراں کا پیراں ماں جھڑ گئیں ہور رون لگیں جے یوہ نرو ڈاکو ہے۔ اِس نے ہم نا اغوا کر کے اِت آنیو و ہے۔ ہُم فلانی فلانی جا کی ہاں تم مہارا مائی باپ ہیں۔ اللہ کے واسطے ہم نا بچاؤ تے کدے اِس نا ذری بھی شک آ گیو تے ہم ماری جاں گی۔ اگے بھی یوہ قتل کر کے اِس ملک ماں آیو تھو۔ بابا صاحبؒ نے فرمایو ''چُپ چُپ جاؤ تم اُنگا بیسو''۔ وے یہ مُڑ گئیں تے وہ آ گیو۔ بابا صاحبؒ نے فرمایو ''سردار سمھوٹیا نا بھی اینگا بلاؤ، پیر برکت شاہ تے اِن ساراں نا بلاؤ وے یہ روٹی میرے نال کھائیں''۔ وہ لگو کہن ''حضرت اِت ستر ہے۔ اِت صرف

تھارے واسطے روٹی پکی وی ہے۔ وے یہ اُنگا ہی کھائیں گا''۔ بابا صاحبؒ نے کہیو ''نہ تم اِت کائے لوئی شوئی کھلی کر لیو وے یہ میرے نال ہی روٹی کھائیں گا''۔ وہ مجبور ہو گیو وے یہ سارا جن کو بابا صاحبؒ نے کہیو تھو بُلا کے آنیاں روٹی کھادی۔ روٹی کھان تے بعد بابا صاحبؒ نے کہیو ''اچھا بھائی توں ہم نا اجازت دے ہم چلاں تے توں بھی سردار کے ڈیرے آ باقی گل اُت کراں گا اِت جا نہیں تے یہ لوک تناں تنگ کریں۔ سردار غلام حسین سمہوٹ آلا کے ڈیرے آیا تے اُت بیس کے بابا صاحبؒ نے اُس نا کہیو'' جے ایک تیں لوکاں نا یوہ دھوکھو دِتو ہور اِس طرح خدا کی مخلوق نا گمراہ کرن کی کوشش کی دو جو یہ دوئے زنانی جہڑی تیرے کول ہیں یہ تیری نہیں توں اِن نا اغوا کر کے لیایو ہے تے اِن کا خاوند پچھا تے اِن نا تلاش کریں۔ توں دس جے اتنو بڑو جرم کر کے توں کس طرح اپنا آپ نا مسلماناں ماں شمار کرے۔ یہ گل سُنتاں ہی اِس کا ہوش بھل گیا۔ تتہ پانی کو سردار صاحب خان اُت تھانیدار تھو۔ وہ بلا لیو بابا صاحبؒ ہوراں نے تے اُس نا کہیو ''یہ لڑکیں اُپر جہڑیں واویلو کریں اِن نا پچھو یہ کس کی ہیں یوہ جنو اِن نا اغوا کر کے لیایو ہے تے اِن کی اولاد جہڑی اِن کے نال ہے وہ بھی اِس کی نہیں''۔

تھانیدار نے اُتے پکڑ کے بدھ لیو۔ لڑکیاں نا آن کے اُن کا بیان لیا بیان لین تیں بعد اُن نا سردار سمہوٹیا کے سپرد کیو گیو فر پولیس گئی تے اُن کا وارثاں نا اطلاع دتی تے وے یہ آ کے لڑکیاں نا لے گیا۔ یوہ واقعو اُس ویلا کو ہے جس ویلے میری عمر دس یا باراں سال کی تھی یوہ واقعو ۹۲/۹۳ بکرمی کو ہے۔ یوہ واقعو جس طرح تم (سید آغا حسین مغموم) بیان کریں تھا اِس طرح ہے اِسے واسطے میں وضاحت کی۔

گل دراصل یاہ ہے جے اولیاں توں سوا یاہ کائنات ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی جس طرح تم یاہ ظاہر حکومت دیکھیں اِسے رنگ باطن کی حکومت ہے ہور واہی اصل حکومت ہے۔ بنوت کو سلسلو ختم ہوئے تے ولایت کو سلسلو شروع ہو گیو۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب جمع کو صیغو ہے فر

کہی ولِلمومنین۔ مومنین کو اشارو کن ہستیاں کی طرف کیو گیو۔ یاہ گل سمجھن کی ضرورت ہے۔ سلسلہ مجددیہ کے بچ مومنین کو شمار حضرت ابوبکر صدیقؓ تے لے کے حضرت اویس قرنیؒ ہور حضرت علیؓ تک ہے کیوں جے شاہ ولایت تے حضرت علیؓ ہی ہیں یعنی ویہ ولایت کا سلسلہ کا وزیر خزانہ ہیں۔ اِن کی تصدیق تے سوا تے یوہ ولایت کو سلسلو ہو ہی نہیں سکتو۔ اِسے واسطے اِس سلسلہ ماں کجھ لوک مجذوب بھی آ جائیں اِن کو جذبو کمال کو ہووے۔

جذبہ عشق دا عبدا جدآوے شالا عرش رب دا ہلدا ہے

ہچھا، ہُن اِت ہوں تم نا ایک ہور گل دسوں جھڑی مناں سئی ہے ضروری نہیں جے تم اِس کے نال اتفاق کریں خداوند کریم نے قرآن پاک ماں سورۃ یوسف نازل کی جس نا ''احسن القصص'' قرار دِتو۔ قرآن پاک کے بچ سورۃ محمدؐ بھی ہے۔ سورۃ لقمان بھی ہے سورۃ یٰسین بھی ہے۔ سورۃ مزمل بھی ہے پر سورۃ یوسف نا ''احسن القصص'' کیوں کہیو گیو؟''۔

سید آغا حسین صاحب مغموم نے حضرت صاحب کے اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''اِس سورۃ میں پیغمبروں کے امتحان کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی اِس لیے اِس سورۃ کو ''احسن القصص'' کہا گیا لیکن حضرت صاحب نے فرمایا ''نہ، نہ میرو فلسفو اِس ماں ہور ہے۔ اِس سورۃ نا اِس واسطے ''احسن القصص'' کہیو گیو ہے جے اِس کے بچ جس قسم کا واقعیات بیان کیا گیا ہیں اِسے قسم کا واقعیات رسول اللہؐ کے نال گزار یا ہیں۔ آں حضورؐ جس بیلے کلمتہ الحق بیان کریں تے قریش اِن کا دشمن ہو جائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جد خاب بیان کیو تے اِن نا حضرت یعقوب علیہ السلام کہتا رہیا ''جے بھائیاں نا نہ دسیے یہ تیرا دُشمن ہو جائیں گا تے بھائی دشمن ہو گیا یوسف علیہ السلام نا کھوہ بچ سٹیو گیو۔ حضرت نبی پاکؐ نا ترے سال شعیب ابی طالب ماں قید کیو گیو۔ حضرت خدیجہؓ کو وصال بھی اِسے صدمہ کے نال ہوؤ۔ حضورؐ

کا قتل کیں تیاریں کی گئیں۔ اُن نے ہجرت کی ہور فرِ غارِ ثور ماں رہیا۔ اُت جد دشمن نے باہر تے آ کے دیکھیو تے بُوہا نے تانی تنی وی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سخت پریشان تھا تے حضورؐ نے فرمایو "نہ فکر کر اللہ مھارے نال ہے"۔ حضرت زلیخا خزانہ دے کے یوسف علیہ السلام نا لہیے پر نکاح نہیں ہوتو۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنو سارو خزانو دے کے حضور پاکؐ حاصل کیا ہور رات جد پچھیو جے دیو بتی کجھ ہے تے حضرت خدیجہؓ نے فرمایو "حضرت سارو کجھ دے کے تم خرید یا ہیں تم ہی دیا ہیں"۔ رحمت اللعالمین نے تبسم فرمایو تے دنداں کی روشنی ساری رات حویلی ماں موجود رہی۔

حضرت زلیخا نے عزیز مصر کو خزانو دے کے حضرت یوسف علیہ السلام نا خریدیو۔ حضرت خدیجہؓ جہڑیں عرب کیں امیر ترین خاتون تھیں اِن نے اپنو سارو خزانو دے کے حضور پاکؐ حاصل کیا۔ یوہ لموقصو ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کے کول ایک ضعیف بڈھی خاتون شادی کو پیغام دے کے چلائی جہڑی حضورؐ کی بڑی محرم تھی واہ خاتون جا کے کہن لگی "حضرت کدے تم کہیں تے ہوں تھاری شادی کراؤں حضورؐ نے تبسم فرما کے فرمایو "کِت"۔ اُس ضعیف خاتون نے دو عورت دسیں چنانچہ حضرت خدیجہؓ تے پہلاں اُس دوجی خاتون کو حضورؐ کے نال نکاح بھی ہووَ۔ حضرت خدیجہؓ خانہ کعبہ ماں جا کے بُت اگے کھل کے بُت تے منگن لگیں جے مناں محمدؐ نا دیو ہوں محمدؐ نا منگوں۔ دوجی یا تیجی وار جا کے اُن نے ایک بُت چا کے دو جا پر ماریو تے کہن لگیں جے ہوں تھارے اُپر لعنت گھلوں۔ ہوں محمدؐ کا خدا تے محمدؐ نا منگوں گی۔ اُن کا اِس لفظ تے بعد آں حضورؐ کا دِل ماں اِن کا باراماں ایک خیال پیدا ہوگیو۔ اِس تے بعد حضورؐ کو حضرت خدیجہؓ کے نال نکاح بھی ہووَ۔ اولاد بھی ہوئی نبوت بھی ملی، قرآن پاک بھی نازل ہووَ ہور حضرت خدیجہ ابوبکرؓ کا حجرہ ماں اللہ تعالیٰ کے نال راز نیاز کیں گل بھی ہوئیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے نال بھی اِسے طرح کیں گل ہوئیں اِس واسطے سورۃ یوسف علیہ السلام احسن القصص ہے جے یوسف یعقوبؑ کو پیارو تھو ہور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا پیارا تھا یہ عشق کیں گل ہیں"۔

گلوں گل ہلاندا جائیں ہر ہر شہر ملک دی
مُڑ مُڑ کے اوہ گل محمد شہر ارم ول ڈُھکدی

اسی اثناء میں جب ہم نے کوہالہ پل کراس کیا تو قاضی محمد بشیر صاحب رجسٹرار شریعت کورٹ آزاد کشمیر، حضرت صاحب کے استقبال کے لیے سڑک پر کھڑے تھے جو مصافحہ کرنے اور مختصر خیر خیریت پوچھنے کے بعد جب حضرت کو پروٹوکول دیتے ہوئے اپنی سرکاری گاڑی میں آگے روانہ ہوئے۔ ہم کوہالہ سے آدھ پون گھنٹے میں تقریباً ایک بجے مظفر آباد سٹیٹ گیسٹ ہاوس پہنچے جہاں حضرت صاحب اور اِن کے ساتھ آنے والوں کے لیے دوپہر کے کھانے کا سرکاری طور پر انتظام کیا گیا تھا۔ نمازِ ظہر اور طعام سے فراغت کے بعد حضرت صاحب نے آرام فرمایا اور تقریباً ساڑھے چار بجے شام جب کنیاں شریف کے لیے روانہ ہوئے تو غالباً چھلہ بانڈی کے مقام پر سید آغا حسین مغموم نے حضرت صاحب کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا "حضرت کریم اللہ قریشی صاحب اور میں تحقیق نال دلچسپی رکھدے ہاں انہاں سُن ٹیپ ریکارڈ بچ کیسٹ باہ کے آندی ہے۔ اِن دی خواہش ہے جے تُساں دی زبان تھیں کجھ اہم واقعیات دے بارے میں معلومات حاصل کراں"۔ حضرت صاحب نے جواباً فرمایا....

"مناں کریم اللہ قریشی مچ چنگی طرح سہی ہے اتنو سہی ہے جتنو تم نا نہیں سہی یوہ میرے مچ قریب ہے۔ ہوں تم نا اپنا اوپریشن کے دوران کی ایک گل سناؤں جس ویلے مناں اوپریشن واسطے اندر لے گیا تے میں دیکھو اُت ترے ڈاکٹر ہیں اُن بچوں بچھکار لو جہڑو ڈاکٹر ہے وہ مندھر وجھیو ہے مگر بالکل سفید دودھ نالوں، میرے در اُس

کی کنڈھ ہے تے وہ میرا سینہ ناچاق کرے، کر کے میرا دِل نا کڈھے۔ کڈھ کے ایک نہایت ہی میلو تے غلیظ جھیو ایک میز ہوئے جیسو نا نوائیاں کو ہوئے اُس کے اُپر میرا دِل نا دھرے۔ ہوں خیال کروں جے کیسو بے ہودو ہے یوہ میرا دِل نا کیسی گندی جا کے اُپر رکھے۔ وے یہ دو جا ڈاکٹر اِس کی چوفیری کھلا ہیں۔ وہ ایکن ڈبہ نا کھولے بچوں وہ ٹافی کڈھے۔ اُس ماں ہور بھی ہیں پر وہ دو چھوڑ کے تیجی نا کڈھے تے کڈھ کے اِس نا کٹے اُس نا لشکناں کا غذ بچوں باہر کڈھے۔ اُس ٹافی پر لکھیو وَو الف لام میم صاف پڑھن ہوئے وہ اِس ٹافی نا میرا دِل کے بچ ایکن جا رکھے۔ ہوں دیکھوں پر بولن جگو نہیں ہور کجھ پتو نہیں جے یوہ کے قصو تھو۔ اِس تے بعد وہ میرا دِل نا ایکن چلمچلی کے بچ دھوے تے دھو کے میرا دِل کی جگہ پر رکھے تے سڑائی شروع کر چھڑے۔ وے یہ صبح اٹھ یا نو بجے لے گیا تھا تے پنج بجے مناں ہوش آئی۔ ہوش آئی تے ہوں اپنا کمرہ کے بچ چارپائی پر تھو۔ اُت وارڈ بچ جہڑی ڈاکٹریانی جہی تھی میں اُس نا کہیو "کدے وے یہ ڈاکٹر جن نے میرو اوپریشن کیو ہے مناں ملاتے ہوں اِن کے نال گل کرتو۔ اُس نے ایکن بڑا ڈاکٹر "کول" نا کہیو وہ آیو تے لگو کہن "کے گل ہے؟"۔ میں کہیو "ڈاکٹر صاحب ہوں تم ساراں نال گل کرنی چاہوں"۔ اُس نے کہیو "اِس ویلے تم آرام کرو کل مِلاں گا۔ تم ذری ٹھیک ہو جاؤ تم نا مبارک ہووے تھارو بہت بچھو اوپریشن ہوؤ ہے۔ لگو کہن.....

"ایک بات میں نے بابا صاحب آپ کی دیکھی ہے جو ہزاروں میں سے کسی ایک کی ملتی ہے"۔ مگر مناں دسی نہیں فر جس دِن مھاری اُتوں آن کی تیاری ہوئے اُس تے دو دِن پہلاں ہوں دیکھوں تے ہوں سرینگر ایئر پورٹ پر اُتریو ہوں تے مناں سورج کی ایسی گرمی لگی کہ میں سمجھیو جے ہوں سڑ جاؤں گو لیکن ہوں جس بیلے موٹر کے بچ بیس کے پاندچھ تے اَگاں پچیو ہاں جتنی زندی موئی وی مخلوق ہے ساری میری کاہڈ دوڑے۔ دو دھر ہامہ تے آن کے اگا تے وے یہ مناں لار کی طرف لے چلیں تے

ہیں ویہ پُلس کا سپاہی۔ ہوں اپنا دِل ماں خیال کروں یا اللہ یہ مناں اُنگا گھر کیوں نہیں لے گیا۔ میں گھر جانو تھو یہ مناں اُنگاں کیوں نہیں لے گیا۔ سارا لوک بیٹکیں مرد کجھ ہوتراں بچوں دوڑیں، کجھ شڑکاں بچوں دوڑیں، کجھ گھراں بچوں دوڑیں یوہ نہیں پتو لگتو جے کے کہیں ایک ہی غوغا ہے۔ کرتاں کرتاں ویہ مناں لار شاہ صادق قلندر صاحبؒ ہوراں کا مزار پر لے گیا۔ ہوں دِل ماں یوہ خیال کروں جے ہوں پچھلاں چھیاں سالاں تے اِت نہیں تھو آیو شکر ہے یہ مناں اِت لے آیا ہوں اندر جاؤں گو تے اندر جا کے فاتحہ پڑھوں گو لیکن ویہ اُس ہجوم نا دیکھ کے مناں اندر نہیں لے جاتا ویہ اِتوں پچھاں رشید ہوراں کا مکان در لے جائیں۔ اُتوں ہم پیدل چلاں جس گھڑی رشید ہوراں کا مکان کول پُہچیا تے اُتوں ویہ مناں اُس کا بھائی عبدالخالق کا مکان کی طرف لے جائیں تم نا ''کریم اللہ قریشی'' یاد ہوئے گو اُت ایک کٹھو ہے جس بچوں لنگھ کے ولی الرحمان ہوراں دررستو جائے ہم اُت کٹھا بچ پُہچیا تے اُت ایک شور ہو گیو۔ ولیواڑ کو خواہ کوے مُردو ہے یا زندو ہے سارا آنویں تے اُت آ کے واہ جگہ صاف کریں اُس جا کجھ قبر بھی ہیں اُت ڈنڈ ہوئے کہ حضرت شاہ قلندرؒ آ گیا۔ ہوں مچ خوش ہو جاؤں تے کہوں جے ہوں اِن کو دیدار کروں گو یہ اُت کھلیا نہیں اُت ولیواڑ کا اُستاد بھی ہیں۔ مولوی شرف الدین صاحب ہیں، ہوں کہوں ساراں نا ملوں گو شکر ہے یہ مناں مل گیا۔ اتنا بچ بابا صاحبؒ آ گیا ہیں ویہ عبدالحق لالا کا رشید نا کہیں ہور دوجاں نا بھی کہیں جلدی کرو ویہ کجھ مانجا ماریں، کجھ کے کریں تے کجھ لکھاں کی تعداد بچ عارف ہیں۔ ویہ ذکر کریں، کجھ گانویں تے کجھ رونویں۔ حضرت شاہ قلندر صاحبؒ اُوراں آنویں لگا وا پر اجاں میرے نیڑے نہیں آیا ہوں بابا صاحبؒ ہوراں ان بھی دیکھوں تے اُن نا بھی دیکھوں۔ اتنا بچ حضرت صاحبؒ گھوڑا پر سوار ہوا وا آ جائیں۔ ویہ کسے نا کجھ نہیں کہتا ویہ سدھا میرے کول آنویں، آ کے مناں اپنے نال گھوڑا پر بسال کے وانگت لے جائیں جس بیلے ویہ مناں لے گیا اُس بیلے واہ جھڑی

گرمی مناں ساڑے تھی واہ ختم ہوگئی ہوں بالکل ٹھنڈو ٹھار ہوگیو ہوں اتنا بچوں ہوں جاگ گیو تے میں کہیو ''یاہ خاب لِکھ لیو۔مناں کسے نے پچھیو تم نے کجھ ہور بھی ڈِٹھو ہے تے میں اوپریشن آلی گل دسی جے میں اِس طرح دیکھیو ہے''۔

حضرت صاحب کی زبانی اِن کے اِس تاریخی خواب کے بیان کا اختتام وادی نیلم میں کنڈل شاہی کے نزدیک ''بھمبر'' کے مقام پر ہوا۔ بیان کے اختتام پر حضرت نے فرمایا ''اِس جاکو کے ناں ہے؟''۔شوکت علی شاہ صاحب نے جواباً کہا ''حضرت ایہہ کنڈل شاہی ہے''۔ اِس پر راقم الحروف نے وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا ''حضرت اِس جائی کوچھمبر آخدے ہین اِتھے ملڑی دا بڑا ہسپتال ہے''۔

وہاں سے آگے سلسلہ گفتگو تبدیل ہوگیا۔حضرت صاحب کبھی کچھ پوچھ لیتے، کبھی چند منٹ خاموش ہو جاتے۔ ہماری گاڑی کے آگے سب ڈویژن (اب ضلع) اُٹھمقام کے اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر کی گاڑی تھی جو جورا کے مقام پر حضرت صاحب کے استقبال کے لیے کھڑے تھے اور وہاں سے پروٹوکول افسر کی حیثیت سے آگے آگے جارہی تھے۔افسر موصوف کی گاڑی پروٹوکول قواعد کے تحت ہارن بجاتی ہوئی برق رفتاری سے آگے آگے جارہی تھی جب کہ دو مزید گاڑیاں پیچھے تھیں جن میں ایک خصوصی گاڑی تھی جو وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان صاحب نے حضرت صاحب کی سواری کے لیے الاٹ کی تھی ساتھ ساتھ آرہی تھی۔ اِن گاڑیوں میں سید شوکت علی شاہ صاحب کے برادران صاحبزدگان سوار تھے۔حضرت صاحب کا یہ قافلہ جب کنڈل شاہی بازار میں پہنچا تو پروٹوکول گاڑی کے ہارن کی پے در پے آواز سُن کر تمام دکاندار دکانوں سے باہر نکل آئے۔راہگیر سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر ہاتھ ہلا ہلا کر حضرت صاحب کا استقبال کرنے لگے اور سلام پیش کرنے لگے۔پروٹو کول کی گاڑی ہمارے انداز ے کے برعکس کنڈل شاہی پُل کراس کرنے کے بجائے بائیں طرف کی لنک روڈ پر مُڑ گئی کیوں کہ وہاں سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر کنڈل

شاہی کے بجلی گھر میں حضرت صاحب کے لیے چائے کا انتظام کیا گیا تھا۔ کنڈل شاہی کے اِس دو میگاواٹ کے چھوٹے سے بجلی گھر کے احاطے میں لوگوں کا ایک ہجوم موجود تھا جو حضرت صاحب کی ایک جھلک دیکھنے کو بیتاب تھا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا حضرت صاحب نے فوراً نماز ادا کی۔ ہم لوگوں نے بھی نماز ادا کی اور نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد چائے پی اور بجلی گھر سے پھر واپس کنڈل شاہی بازار میں آئے جہاں سے پُل کراس کر کے جاگراں نالے کے ساتھ ساتھ سڑک پر کنیاں شریف کے لیے چل پڑے۔ اِس وقت کافی اندھیرا چھا چکا تھا۔ گاڑیوں کی روشنیاں نالے کی موجوں اور جنگل کی خاموشی سے ٹکرا کر عجیب امتزاج پیدا کر رہی تھیں۔ اِس پر حضرت صاحب کی رفاقت ہمارے اذہان وقلوب پر کچھ ایسے اِن مِٹ نقوش چھوڑے جا رہی تھی جو زندگی کی تمام یادوں کے حاصل کے طور پر محفوظ ہو چکی ہیں۔

کنڈل شاہی بازار سے تقریباً دو کلومیٹر آگے دائیں طرف کنیاں شریف کا نالہ آتا ہے جس کے کنارے کنارے چند برس قبل حکومت آزاد کشمیر نے ایک کچی سڑک تعمیر کی ہے اور اِس کے پختہ کیے جانے کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ کنیاں شریف کی طرف جانے والی یہ لنک روڑ کافی دشوار گزار اور تنگ ہے جس پر گاڑی چلانا خاصے دِل وگردے کا کام ہے۔ اِس سڑک پر کنیاں شریف جاتے وقت فور بائے فور گیر کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ دو بلند پہاڑیوں کے درمیان کنیاں شریف کا یہ نالہ بہت تنگ ہے اور گاڑی میں بیٹھنے والوں کو آگے کھلی جگہ پہنچنے تک جان کے لالے پڑے رہتے ہیں پروٹوکول کی گاڑی ہمارے آگے تھی۔ اسسٹنٹ ڈپٹی کمیشنر صاحب کا ڈرائیور اِس سڑک کا اچھی طرح واقف تھا کیوں کہ وہ اکثر سرکاری کام سے اپنے آفیسر کے ہمراہ کنئیاں شریف کے علاقے میں آتا جاتا تھا۔ حضرت صاحب کی گاڑی سید شوکت علی شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے حسن رضا صاحب چلا رہے تھے جو بہت سلیقہ مند اور ہوشیار ڈرائیور ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مدبر اور بااخلاق نوجوان ہیں۔ اِس

سے کچھ روز قبل اِس سڑک پر سواریوں سے بھری ہوئی ایک مقامی جیپ اُلٹ کر نالے میں جا گری تھی اور نو (۹) افراد موقع پر جاں بحق ہو گیے تھے۔ اِس ایکسیڈنٹ سے علاقے میں کہرام مچ گیا تھا اور لوگوں کے دِلوں پر خوف اور وحشت طاری تھی۔ حضرت صاحب اور ہم سید شوکت علی شاہ صاحب کی سرکاری گاڑی Five door pangero پر سوار تھے اور یہ کافی بڑی گاڑی تھی لیکن پروٹوکول گاڑی Four door toyato pickup سے زیادہ لمبی نہ تھی۔ راستے کی دشوار گزاری کے باعث خوف وخطر کے باوجود حضرت صاحب کی رفاقت میں ہمارے دِلوں پر کوئی خوف طاری نہ ہوا اور پرسکون انداز میں تقریباً پچیس منٹ میں ہم کنیاں شریف کی حدود میں داخل ہو گیے۔ آگے خانقاہ نظام الدین کیانویؒ کے دامن تک سڑک نالے میں سے گزرتی ہے۔ آخری مقام پر گھراٹ ہیں جو حضرت کیانویؒ کی اولاد کی ملکیت ہیں۔ گھراٹوں کے پاس جب ہم نے گاڑیاں کھڑی کیں تو اُس وقت تقریباً سات بجے کا وقت تھا اِس مقام پر اُترتے ہی حضرت صاحب کو اپنا ساٹھ سال پہلے کا سفر یاد آیا جب اُنہوں نے آخری مرتبہ کنیاں شریف کا سفر کیا تھا۔ اپنے پیر کی دھرتی پر قدم رکھتے ہی حضرت صاحب کی کیفیت کچھ اور ہو گئی اور گفتگو بہت کم ہو گئی۔ ایک ایک قدم پر کئی منٹ ٹھہرتے دم لیتے اور کنیاں شریف کی پہاڑیوں کو غور سے دیکھتے اور یوں لگتا جیسے اِن پہاڑیوں کو اپنی آپ بیتی سنا رہے ہوں۔ چہرے مبارک پر ایک عجیب قسم کی خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ گھپ اندھیرے میں راستہ دکھائی نہ دیتا لیکن حد درجہ تھکاوٹ اور پیرانہ سالی کے باوجود اپنے پیر کی محبت کی کشش سے قدم آگے ہی آگے بڑھاتے گئے۔ ڈاکٹروں نے اِن کے عارضہ قلب کے باعث اُنہیں سیڑھیاں چڑھنے اور چڑھائی چڑھنے سے قطعاً منع کر رکھا تھا لیکن حضرت کیانویؒ کی گلیوں کی چڑھائی چڑھنے میں کسی ڈاکٹر یا حکیم کا مشورہ آڑے نہ آیا۔ دو قدم چلتے پھر رُک کر سانس لیتے اور ہر قدم پر اپنی پرانی یادوں کے حوالہ سے گفتگو کرتے۔ پورا

قافلہ خاموشی سے نہایت ادب کے ساتھ حضرت صاحب کی گفتگو سُنتا۔ پروٹو کول افسر کے اطلاع دینے پر کنیاں شریف کے صاحبزادگان میں سے چند حضرات لالٹین لیے حضرت صاحب کے استقبال کو آن پہنچے۔ سید شوکت علی شاہ صاحب اور آغا حسین مغموم صاحب نے حضرت صاحب سے بغلگیر ہونے والے اِن حضرات سے کہا کہ حضرت صاحب کے ساتھ نہایت آہستہ بغلگیر ہوں کیوں کہ اِن کے دِل کا اوپریشن ہوا ہے۔ اِس پر اِن حضرات نے احتیاط سے کام لیا اور ایک صاحب نے حضرت صاحب کا ہاتھ تھامتے ہوئے انہیں سہارا دے کر چلانے کی کوشش کی تو حضرت صاحب نے فرمایا نہیں آپ مجھے چھوڑ دیں میں خود چلوں گا۔ اب ہم مزارات کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سب سے پہلے راستے میں کنیاں شریف کی قدیم مسجد ہے مسجد کے پاس پہنچ کر حضرت صاحب نے عصا کے سہارے کھڑے ہو کر کنیاں شریف کے اِن صاحبزدگان سے اِس مسجد کے بارے میں اختصار سے معلوم کرنے کے بعد حضرت میاں طوطا صاحبؒ کی خیریت دریافت کی تو اِن حضرات نے فرمایا "جناب میاں طوطا صاحبؒ اُن دِنوں یہاں مزارات کے قریب ہی رہتے ہیں اُنہوں نے یہیں ایک اور مکان تعمیر کیا ہے"۔ یہ بات سُن کر حضرت صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور کہا "شکر الحمد وللہ اللہ پاک نے میرے پر بڑو فضل کیو"۔ مسجد کے پاس رُک کر فاتحہ پڑھی اور چند ثانیے ستانے کے بعد چند قدم کے فاصلے پر میاں طوطا صاحبؒ کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ مکان کی نچلی منزل میں ایک بڑے ہال میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ حضرت صاحب کا میاں طوطا صاحبؒ سے ملاقات کا منظر انتہائی دیدنی تھا۔ میاں طوطا صاحبؒ ضعیف ہونے کے باعث چارپائی پر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب وہیں اِن سے بغلگیر ہوئے اور دیر تک دونوں حضرات ایک دوسرے سے لپٹے رہے۔ راقم الحروف نے اِس سے پہلے اپریل ۱۹۸۶ء میں حضرت میاں طوطا صاحبؒ کو دیکھا تھا وہ بہت

پُروقار بارُعب بلند قد و قامت اور خوبصورت شخص تھے لیکن حضرت صاحب سے ملاقات پر یوں لگتا تھا کہ اِن کا حُسن دوبالا ہوا اور جوانی لوٹ آئی۔ چہرے مبارک کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا محال تھا۔ دوسری جانب حضرت صاحب جو بفضل خدا حسن وجمال کا ایک پیکر ہیں چودھویں کا چاند لگ رہے تھے۔ راقم حضرت صاحب کے چہرے کے اِس مخصوص حسن اور چمک کو اپنے ذہن وقلب میں محفوظ کرنے کے لیے تسلسل سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن بھری محفل میں بار بار اپنے اِس منفرد شوق کا گلا گھونٹنا پڑتا۔ راقم نے دیکھا کہ محفل میں موجود دوسرے حضرات بھی اِس شوق میں مبتلا ہیں اور حضرت صاحب کے چہرہ مبارک پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ سید شوکت علی شاہ صاحب کے ویڈیو کیمرے کی آنکھ بھی اِس منظر کو محفوظ کرنے میں مصروف رہی اور بیچ میں راقم الحروف کو بھی حضرت صاحب کی گفتگو کو ریکارڈ کرنے کا اعزاز حاصل ہوتا رہا لیکن ساٹھ برس پر محیط ہجر و فراق کی طویل داستان اور سلوک و معرفت کے رموز پر مبنی وہ تمام گفتگو جو وقفے وقفے سے اِن دو ہستیوں کے مابین جاری رہی پوری کی پوری ریکارڈ نہ ہوسکی۔ تاہم جستہ جستہ باتیں جو انتہائی اہم اور تاریخی اعتبار سے زیادہ ضروری تھیں ریکارڈ کرنے کی سعی کی گئی یا پھر لکھ لی گئیں جو زیرِ نظر کتاب کی ترتیب کی بنیاد ہیں۔

دعا وسلام اور ایک دوسرے کی خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد دونوں حضرات ساٹھ برس پر محیط جدائی کے طویل عرصہ کے دوران ہوئیں تبدیلیوں پر گفتگو کرنے لگے تو حضرت میاں طوطا صاحبؒ نے ولیواڑ کے بارے میں معلوم کیا کہ ''ولیواڑ کے لوگوں کا کیا حال ہے''۔ حضرت صاحب نے اپنے پیر کی زبان ''پہاڑی'' میں جواب دیتے ہوئے فرمایا....

''حضرت ہُن تے ولیواڑ تے اللہ دا فضل ہی فضل ہے۔ سارے گُرے باغ ہی باغ لگے دِے ہین۔ بیسا کھ تھیں کہن کے منگھر توڑی میوہ ہی میوہ ہوندا ہے

سارے لوک پچھے آباد ہین۔ سارا کجھ ہے۔ البتہ ملیٹنسی دیاں ابتدائی دھیاڑیاں بچ ہک عبدالحق لالے دا رشید تہ ہک سیف اللہ لالے دا عبداللطیف ہور پنج چھ آدمی اُنہاں سُن مار چھوڑے۔ کیاں مارے گئے اِس گل دا پتہ نہیہ۔ بظاہر اسی ملیٹنسی دا قصہ آسا''۔

حضرت میاں طوطا صاحبؒ نے حضرت صاحب سے پوچھا ''فر اوہ تُساں دے مرید آسے بانڈی پورہ تے کوڈارے وغیرہ دے اُنہاں دے کوئی لوک بھی تُساں کو ملے کہ نہ''۔ حضرت صاحب نے فرمایا'' ملے حضرت، کوڈارہ کو تے ہم خاص طرح پتور کھاں، پتو ہوئے''۔ میاں طوطا صاحبؒ نے دوبارہ بیچ میں بات کرتے ہوئے فرمایا'' کوڈارہ، اڑی گام، اَجس، ایہہ سب لوک تُساں دے خادم ہین''۔ حضرت صاحب نے فرمایا'' حضرت یہ لوک زیارت پر جائیں۔ اِن کو اُسے طرح کو اَج بھی پیار ہے جہڑ و کنیاں شریف کی جہ تے ہے۔ البتہ کوڈارہ کا لوکاں نا مصیبت تے مشکل بڑی آئی ہے اِس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک وِیہ آپس بیچ نہیں مٹتا، ایک ایکن دوجا اگے چغلیں کریں''۔

اسی دوران میاں طوطا صاحبؒ پر کھانسی کا غلبہ ہوجاتا ہے وہ چند منٹ لگاتار کھانستے ہیں۔ حضرت صاحب محفل میں موجود کسی صاحب سے کہتے ہیں'' اِن نا پانی دیو''۔ پانی دیا جاتا ہے ایک دو گھونٹ پانی پیتے ہیں۔ ذرا طبیعت بحال ہوتی ہے تو پھر گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ بات کرتے کرتے حضرت بابا میاں نظام الدین لارویؒ کا تذکرہ چھڑتا ہے تو آہ بھر کر کہتے ہیں۔ شہزادہ دُنیا تہ ہک نشان آسا۔ اِس جہیا میں کوئی نی دیکھیا ہُن آخرت کو ہی ملسی۔ ایہہ موہڑے والے اسدے مرید ہین، ملتان والے سارے لیکن اوہ جہیا محبت والا بندہ میں نہیں دیکھیا''۔ راقم الحروف نے ٹیپ ریکارڈ اِن کے قریب رکھا ہوا تھا اِس پر نظر پڑی تو فرمانے لگے'' یوہ کے ہے''؟۔ حضرت صاحب نے فرمایا'' یوہ کریم اللہ صاحب نے ٹیپ رکھیو وَ وہے''۔ راقم نے

ذرا اونچی آواز میں اِن کے کان میں جا کر کہا کہ ''حضرت ایہہ ٹیپ ریکارڈ ہے حضرت صاحب نال تُسیں جہڑیاں گلاں کردے ہو اوہ اِس بچ ریکارڈ ہور ہی ہین۔ ایہہ اساں واسطے غنیمتی دا وقت ہے''۔ اِس کے ساتھ ہی اِن پر کھانسی کا دوبارہ غلبہ ہو جاتا ہے اور کچھ لمحوں کے لیے سلسلہ گفتگو پھر منقطع ہو جاتا ہے۔ طبیعت سنبھلی تو حضرت سے فرمانے لگے ''حضرت مڑے چھ لڑکے ہین، اُٹھ آسے دو فوت ہو گیے ہین۔ تُسیں مڑے کول رہیونا یاد ہے''۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ''ہاں حضرت تُسیں اُتے نکے تے رہندے آسیو''۔ فرمانے لگے ''ہاں اُتے نکے تے، تُسیں رہیونا اُتھے''۔ حضرت صاحب نے فرمایا ''ہاں مچ رہیو ہوں''۔ کہنے لگے ''کافی دفعہ رہیے او''۔ حضرت صاحب نے پھر تائید فرمائی ''ہاں مچ وار رہیو ہوں''۔ میاں طوطا صاحبؒ شرکائے محفل سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے ''حلاں اُتھے اِنھاں ہل بھی ماریئے تے ہُن اِتھے پچھے مڑا اُڑکا ہک ہے استاناں (پاس بیٹھے ہوئے صاجبزادے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ایہہ غلام نبی میں اللہ دی مخلوق واسطے تے بابا جیؒ دی نوکری واسطے اِس کو خلاف دا حکم دے کے اِتھے چھوڑیا ہے۔ اِتھے چار پنج لکھ روپیہ لایا ہے۔ ایہہ مکان اسی سُن بنایا ہے۔ مسکیناں دی خدمت ایہی کردے ہین''۔ حضرت صاحبؒ نے دعا فرماتے ہوئے کہا ''اللہ پاک قبول کرے''۔ میاں طوطا صاحبؒ اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے''۔ ''ایہہ ملازم بھی ہے تہ مڑی ہور بابا جی صاحبؒ دیاں غلاماں دی خدمت بھی کردے ہین۔ اِس واسطے دعا کریو اللہ تعالیٰ اِس کو کسے دا محتاج نہ کرے۔ باقی سبھاں واسطے بھی دعا کریو اللہ تعالیٰ اِنہاں کو مہڑے تابعدار رکھے ہور بابا جی صاحبؒ دی غلامی بچ رکھے تہ اسلام دے دائرے دے اندر رکھے۔ غلام نبی سن میں مسجد دے کول آن چھوڑیاں، ہُن جہڑا کوئی سنگی ساتھی دربار تے ایندا اہے مہڑے ملنے تھیں سوانی گیندا''۔

اسی دوران حضرت صاحب نے میاں طوطا صاحبؒ کی خدمت میں کشمیر کا

معروف تحفہ پشمینے کا دُسہ پیش کیا جس سے میاں صاحب نے بہت پیار سے ہاتھوں میں لے کر فرمایا ''اِس دی کے قیمت ہے''۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا ''حضرت یوہ میں اکی ہزار روپیہ کو لیو ہے، پشمینہ کو ہے۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ نے دُسے پر چسپان چٹ کو دیکھ کر فرمایا ''ایہہ کے ہے؟''۔ حضرت صاحب نے جواباً فرمایا ''حضرت میں جموں آساں۔ ایہہ کشمیر تھیں پچھے پُہچیا۔ چٹ لکھ کے لائی دی ہے''۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ نے دُسے پر ہاتھ پھیرتے ہوے فرمایا ''ایہہ تے بڑی اچھی چیز ہے''۔

انتہائی کمزور اور ضعیف اور کمزوری کے عالم میں بھی میاں طوطا صاحبؒ کی مہمان نوازی کا مظاہرہ ہمارے لیے ایک حیران کُن بات تھی۔ فرمانے لگے ''کاشف صاحب ہوراں روٹی کھادی''۔ کسی نے جواب دیا کہ ''حضرت کھا کھدیٰ ہے''۔ فرمانے لگے ''اوہ آکھدے گڈی اپنی ہے راتیں واپس جُلساں'' ''آکھو راتیں ٹِکے رہیو''۔ آگے سے غالباً اُن کے صاحبزادہ صاحب یا کسی دوسرے شخص نے جواب دیا ''اوہ روٹی کھا کے اُتھے کمرے نچ بیٹھے دے ہیں جُلدیاں تُساں کولوں رخصت کہن کے گیسن'' فرمایا ''ٹھیک ہے''۔ تھوڑے توقف کے بعد شرکائے محفل کو مخاطب کر کے حضرت صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا....

''اساں کی تے بڑی خوشی ہوئی، ایمان تازہ ہو گیا اِنہاں کی دیکھ کے۔ ایہہ بابا صاحبؒ دیاں غلاماں بچو ہین ہور بڑی ہستی دے مالک لوک ہین۔ اللہ تعالیٰ جلہ شانہ اِنہاں تے کرم فرماوے۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ دا صدقہ، شاہ بغداد دا ہور حضرت بابا جی صاحبؒ دا صدقہ روز اِنہاں کو شہنشاہِ مدینہؐ دا دیدار نصیب فرماوے''۔

حضرت صاحب اور محفل کے تمام شرکا نے حضرت صاحب کے لیے میاں طوطا صاحبؒ کی اِس جامع دعا کے اختتام پر آمین کہا۔ میاں طوطا صاحبؒ بات آگے بڑھاتے ہوئے فرمانے لگے۔

''حضرت مڑی عمر ۱۱۸ سال ہے تُساں دے والد کولوں نکا یا بڑا آسیاں پر ہوش حواس قائم ہین نظر بھی ٹھیک ہے۔ دو سپارے قرآن شریف، چھ سورتاں پڑھ کر ہور ورد و ظائف بھی کراں، صرف کمزوری ہے، ٹُر پھر نہ سکداں۔ ہر نماز نچ ہر دِن تُساں واسطے دعا کرداں (اِس پر حضرت صاحب نے آمین کہا) یا ربا اِس باغ کی روز قیامت تک ہرا رُکھ''۔ حضرت صاحب نے میاں طوطا صاحبؒ کی اِس گفتگو کے بعد سوال کیا....

حضرت تھاری عمر اِس وقت کتنی ہے؟ میاں طوطا صاحبؒ نے جواب دیا ''ایک سو اٹھاراں سال، تُسدے والد شاہد ا یک دو سال مڑے کولوں بڑے ہوسن۔ حضرت صاحب نے فرمایا ''ہوں کہوں تھو تم ایک ہی سال کا ہیں پر و یہ نکا ہیں تم ترے ایکن ہی سال اک تھا ہانی سنگی سال اگے یا پچھے۔ تمٰ تے بابا صاحب ہور مولانا سعید صاحب یہ ''دواریاں'' آلا، و یہ بھی حضرت بابا طوا سین صاحبؒ تے بیعت تھا''۔ ''آہو''۔ (میاں طوطا صاحب نے حضرت صاحب کی اِس بات کی تصدیق فرمائی)۔ حضرت صاحب نے اِس کے بعد فرمایا ''تم کے فرمانویں تھا فرماؤ''۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ نے جوانی کے دور کی بات یاد کرتے ہوئے فرمایا....

''میں گیاں نا حضرت صاحب کول سرینگر حضرت صاحب (بابا جی لارویؒ) کشمیر آندے آسے۔ اُنہاں سُن ہک مشین رکھی دی آسی سالنہ ''ترکاری'' اوہ آپ بنیدے آسے۔ روٹی تہ چاہ شاہ اسیں باہر و ہوٹلاں توں لے آواں۔ اُس وقت بڑی عیش عشرت سی اُس وقت تُساں دا اپنا مکان بھی ہوندا سی ہُن تہ ہور مکان ہو گئے''۔ اِس گفتگو کے بعد حضرت صاحب نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا.... حضرت وہ مکان جھڑ و چھتہ بل ماں تھو جس ماں تم گیا تھا جس سال حضرت بابا نظام الدین لارویؒ کو انتقال ہوؤ اُسے سال اُس نا کھول کے بڑو عالیشان مکان بنایو تھو اُپس اُپر بیہہ پنجی لکھ روپیو لا یو تھو''۔ حضرت صاحب کی گفتگو جاری تھی کہ حضرت

میاں طوطا صاحبؒ نے بیچ میں سوال پوچھتے ہوئے فرمایا ''تساں ہُن سرینگر بچ مکان لیانا''۔ حضرت صاحب نے جواباً فرمایا ''حضرت میں شہر بچ جہڑ و مکان لیو تھو وہ تھارا اِنگاں تے جہڑا مجاہد گیا اِن نے بم مار کے ساڑ بال کے کُھاں تے کُجھ کر چھوڑیو تے ہم مُڑ کے زیارت شریف بچ بڑ گیا آں''۔ چند ثانیے توقف فرمانے کے بعد حضرت صاحب نے اپنی گفتگو کا سلسلہ بڑھاتے ہوئے فرمایا ''تم نے بابا صاحبؒ ہوراں کا شعر سُنیاں ہیں۔ میں کجھ ایک جلد اگے کسے ہتھ بھیجیں بھی تھیں خدا جانے اِت پہچی ہیں نہیں پہچیں۔ ہوں اِس وقت بھی لیایو ہوں میں بابا صاحبؒ ہوراں کا بابا جی صاحبؒ ہوراں کا ہور اُن تمام لوکاں کا جہڑاں نے بابا صاحبؒ نا یا بابا جی صاحب نا شعراں کے بچ خط لکھیا ہیں یا کتے ملاقات ہوئی ہے شعر و شاعری ہوئی ہے وِیہ میں ''نیر سمندر'' کا ناں نال چار جلد چھپوائیں ہیں۔ ''اچھا'' (میاں طوطا صاحب نے سر ہلاتے ہوئے فرمایا) وِیہ ہوں لیایو ہوں ایک غلطی میرا تے ہوگئی کہ میرے کول خوش آواز ہور درد کی ایک کیسٹ بھری وی تھی بابا صاحب کا شعراں کی۔

میرے دِلبر کئیاں والے جی
میرے دو جگ تیرے حوالے جی

اِس پر حضرت میاں طوطا صاحبؒ نے فرمایا ''اسرار کبیری بچ بھی کمال شعر ہین''۔ حضرت صاحبؒ نے جواباً فرمایا ''اسرار کبیری شریف بھی چھپوائی ہے''۔ حضرت میاں طوطا صاحب نے پوچھا ''اوہ کوئی جلداں نال آندیاں ہین''۔ حضرت صاحب سُن جواب دِتا ''ہاں آندی ہین''۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ ''اچھا اوہ دسیو، گل سنونا حضرت صاحبؒ جی، میاں طوطا صاحب، ذہن پر زور دیتے ہوئے ''اِک دم پھر رُک گئے بڑیاں دا شعر ہے نا حضرت صاحب۔ ایہہ شعر بابا جی صاحبؒ دے۔

ظ:- ظاہر اِک دِن آپ بولے.... بیچ میں بولتے ہوئے فرمایا ''ٹھہریو میں وسداں''۔ لیکن چند لمحے رُکے رہے شعر یاد نہ آیا۔ حضرت میاں طوطا صاحب ''اسیں

ساریاں رمزاں جاندے ہاں، ظاہری عرش تھیں جائیکے دیکھ کے خبراں لیاوندے ہاں"۔

ظ:- ظاہر اِک دِن آپ بولے اسیں ساریاں رمزاں جاندے ہاں
سائے عرش دے جائیکے آپ اسیں اکھیں ویکھ کے خبراں آندے ہاں
ظاہر جگہ اساڈڑی وِچہ کئیاں اصلی رہن بسطام مکان دے ہاں
عبد ظاہر ظہور اساڈڑا اَج ہویا پیدا اسیں تاں اُس زمان دے ہاں

سبحان اللہ دونوں حضرات نے باآواز بلند ایک ساتھ ملکر یہ اشعار پڑھے تو محفل میں موجود افراد پر وجد طاری ہو گیا اور اکثر لوک آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت صاحب نے بات آگے بڑھاتے ہوئے حضرت بابا جیؒ کے حوالے سے فرمایا کہ اُنہوں نے فرمایو....

"بچہ جنگ بدر دے ویلے مڑی ذمہ داری آسی زخمیاں کو پٹی کرنی تے جنگ اُحد بچ پانی آندا آساں۔ ماشکی آساں میں تکڑا آساں میں اَج داتے نہ بچہ میں تے اُس وقت آساں"۔

حضرت میاں طوطا صاحب نے فرمایا کہ "کیا بات ہے جی، سبحان اللہ سبحان اللہ اُنہاں دی کتاب جہڑا پڑھسی کدے یقین رکھے، ولی بن سکدے"۔ اِس دوران حضرت میاں طوطا صاحب نے ایک صاحبزادے سے مخاطب ہو کر فرمایا "نمبردار صاحب روٹی کھوالیں"۔

حضرت میاں طوطا صاحب نے حضرت صاحب کی ملاقات کی خوشی کے اِس موقع پر جلال میں آکر اِنہیں فرمایا" جاؤ اللہ تعالیٰ تُساں کو دو جہان بچ سرخرور کھے۔ تُساں دا فیض اللہ مشرق توں مغرب ہور شمال توں جنوب تک جاری وساری رکھے۔ اللہ تُساں نوں دو جہاناں بچ سرخرور کھے، اللہ تُساں نوں اپنا محتاج رکھے، سب دُنیا تُساں دی محتاج ہوے"۔ ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی....

''یا اللہ توں رحم کر، کرم کر'' پھر فرمانے لگے ''دعا کروایہہ جہڑے تُساں دے سنگی تُساں دے نال آئے دے ہین اللہ اِندیاں بھی نیک حاجتاں اپنی بارگاہ بچ منظور کرے نال وسالت سرکارِ مدینہ ﷺ دے، حضرت شاہِ بغداد دے، حضرت بابا نظام الدین کیانیؒ دے، حضرت خواجہ محمد طواسینؒ دے، حضرت سلطان ملوک شاہؒ، حضرت خواجہ عبدالعزیزؒ ہور عبدالمجید دا صدقہ۔ اللہ سب دیاں حاجتاں منظور کرے۔ یا اللہ کوئی اِتھوں خالی نہ جاوے، یا اللہ توں رحم کر کرم کر''۔

تمام شرکائے محفل اور حضرت نے با آواز بلند آمین کہا حضرت میاں طوطا صاحب فرمانے لگے ''میرے واسطے بھی دعا کرو اللہ میری صحت ٹھیک کرے۔ عمر دراز کرے میں اللہ دی بارگاہ بچ عہد کیتے دے ہین روزانہ قرآن شریف دی تلاوت کرداں اوہ اللہ تعالیٰ مینوں نصیب کر دیوے''۔

حضرت صاحب کی آواز بھر آئی، ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمانے لگے ''یا اللہ توں قبول کر اِنھاں الفاظاں نا، سلسلہ نقشبندیہ کے طفیل قبول کر سرکار بغداد کے طفیل قبول کر یا اللہ اِنھاں نے جو کجھ کہیو ہے سب قبول کر''۔

اتنے میں حضرت میاں طوطا صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا ''تُساں دے بچے کتنے ہین''۔ حضرت صاحب نے دعا سے فراغت کے بعد جواباً فرمایا ''حضرت، ہم سب بعد از خدا تھارے حوالے آں ہور شوکت (سید شوکت علی شاہ صاحب) حاجی صاحب کا، بابا صاحبؒ کا عبداللہ شاہ صاحب کا تے مَن مسکین کا دِل کی رَگ ہے''۔ میاں طوطا صاحب نے فرمایا ''میں عاجز ہاں، میں غلام ہاں تہ میں ہر وقت تُساں دے واسطے دعا کرداں کوئی وقت خالی نی رہندا''۔

حضرت صاحب نے میاں طوطا صاحب کے اِن الفاظ پر ''آمین'' کہا اتنے میں میاں طوطا صاحب کے بھتیجے نمبردار صاحب حضرت صاحب کے قریب آ کر کھڑے ہوئے تو میاں طوطا صاحب نے فرمایا ''حضرت ایہہ نمبردار ہے میرا بھتیجا

ایہہ حضرت میاں گل صاحبؒ دے لڑکے ہیں''۔ حضرت صاحب نے فرمایا ''ہاں حضرت نمبرداری اِنھاں ہی کے کول تھی''۔

حضرت صاحب تے میاں طوطا صاحب نے مزید وضاحت فرماتے ہوئے کہا.... ''حضرت ایہہ ترے بھرا آسے۔ حضرت میاں عبدالرشید (میاں مرزا صاحبؒ قاضی میاں عبدالمجید صاحبؒ تے میاں گل صاحبؒ۔ حضرت بابا جی صاحبؒ دی زندگی بچ اِنہاں دے والد صاحب پنج سال دے آسے کسے بکرا ہک آن کے دِتا اوہ ذبح کیتا تہ حضرت بابا جی صاحبؒ ہوراں فرمایا ''توں چا اِس بچوں کے چھیندا ہے''۔ میاں گل صاحب چھری چائی تہ فرمایا ''جاہ توں نمبردار ہیں''۔ مرزا صاحب مصلا چایا اُنہاں کو آکھیا جاہ توں درویش ہیں۔ قاضی صاحب ہوراں گوشت چایا۔ اُن دی اولاد بچ اَج بھی موجود ہے، میاں داؤد تہ ملانا۔ ہاں حضرت مناں دوئے سہی ہیں (حضرت صاحب نے فرمایا) ترواں دی اولاد موجود ہے۔ بابا طواسین صاحبؒ دی اولاد بچوں میں ہک رہ گیاں باقیاں کو اللہ تعالیٰ لے گیا۔ مرزا صاحب دے باراں صاحبزادے آسے جہناں بچوں پنج رہ گئے ہین۔ دو رہ گئے ہین موہڑے والی مائی بچوں بچوں تہ ترے رہ گئے دوئی مائی بچوں، سیدا خان، ولایت خان تہ اشرف خان.... دعا کرو اللہ سباں تہ کرم کرے۔ اللہ بابا جی صاحبؒ دا صدقہ اِس باغ کو ہرا ہی رکھے۔

حضرت صاحب نے الحمدوللہ کہا تو حضرت میاں طوطا صاحب نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا ''حضرت صاحب دے وقت تہ والد صاحب دے وقت میں دواں عُرساں بچ وانگت شریف رہیاں لکھاں دی تعداد بچ مخلوق ہوندی آسی۔ سبحان اللہ ہک سال میں چلا گیاں اُدھر کالی ذھار تک اوہ جہڑے تُسدے بھائیا عبدالکریم بجران بکروال آسے اُنہاں نال گیاں اُنہاں سُن مکو پنج سو بکریاں دیتاں پچھے اِدھر آگیاں تے حضرت ہوراں اوہ بکریاں کشمیر منگائیاں۔ فرمیں کشمیر بلائیاں

تے تلیلے تھیں گریس آئیاں، گریسے تھیں زٹو، زٹو تھیں چندبیلی، چنڈبیلی تھیں کیل ہور بھرزی دی ماہلی داروں نوسو بکری، دو کچراں تے ہک گھوڑا اُنہاں (حضرت بابا نظام الدین لارویؒ) دِتا آسا کاٹھی شاٹھی باہ کے کہن آئیاں، ہک بادشاہی زمانہ گزرگیا"۔ حضرت صاحب نے میاں طوطا صاحب کی اِس گفتگو کے بعد فرمایا "حضرت تھارا اُس وقت کا فوٹو نا دیکھ کے انسان سمجھے تھو یوہ بادشاہ بیٹھو وَو ہے"۔ میاں طوطا صاحب نے پھر بات کرتے ہوئے فرمایا "اوہ گراں دے گراں تابعدار آسے مینوں اُنہاں گرائیاں دے ناں یاد نہیں"۔ حضرت میاں طوطا صاحب نے اپنے اُس حسین اور یادگار سفر یا دوسرے سفر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا....

"ہک دفعہ میں تہ میاں متولی صاحب اُدھر کشمیر دیاں بہکاں بِچ چلے گیاں۔ لوکاں پچھیا کیاں آیو تہ میاں متولی صاحب آکھیا...."جی اَساں کو بکریاں دی شوق ہے کجھ بکریاں کھٹھیاں کردیو"۔ مُکو آکھن لگے تُسیں چلے جُھلو اِنہاں کو چھوڑ دہیو۔ میں آکھیا اسیں گھنیلے دیاں ملانیاں نالوں بو ہے، بو ہے نہ منگدے آں، میں آکھیا اُٹھو جُلدے ہاں۔ اسیں آ گیاں، اگے امرناتھ پہچیاں جتھے ہندو پوجا واسطے جُلدے ہین اساں ڈِھاجے اُتوں پانی تلے لگے تے تلوں شورکلیاں بنن.... بڑا پہرا آسا.... سخت اوکھ آسا.... کئی ہندو اُتھوں رُہڑ کے مرگئے۔ اُس رستے تھیں اسیں تلاں آئے بال تل ہک جگہ ہے لارے دی ندی پچھے.... (حضرت صاحب نے لقمہ دیتے ہوئے فرمایا).... "سونہ مرگ پچھے"۔ سونہ مرگ پہچیاں تہ اُتھے لارے دے لوک بھکے کو گئے دے آسے۔ (حضرت صاحب نے دوبارہ لقمہ دیتے ہوئے فرمایا)....فروزا آسا غازی لالے دا"۔

اُتھوں اُنہاں گھوڑے شوڑے دے کے پہچائیاں تہ حضرت صاحب (بابا نظام الدین لاروی) لگے آکھن "کیاں گیو تُسیں اُنھاں ملانیاں گھنیلے دیاں کول بکریاں واسطے، اپنے سب آدمی جمع کیتے۔ بھائیاں عبدالکریم، میاں شعیب، مُلاں

میر احمد، مُلاں میر احمد ہائی امیر سی، اُنہاں کو حضرت صاحب آکھیا '' جے اِنہاں کو ہفتے دے اندر پنج سو بکری جمع کر کے دیو''۔ پچھے اُنہاں چھ سو بکری ہک دم اساں کو جمع کردتی۔ (اِس پر حضرت صاحب نے الحمد وللہ کہا).....گھوڑا ہک بھی اُنہاں کاٹھی باہ کے دِتا۔ نال بندے بھی لائے، اُتے جہڑی تُسدی بہک ہے.... کے ناں ہے اُس جائی دا.... (حضرت صاحب نے پھر لقمہ دیتے ہوئے فرمایا).... ''گنگا بل''۔ فراسیں تلیل داروں آئیاں گریس۔ (حضرت صاحب نے پھر لقمہ دیتے ہوئے فرمایا) ....تُساں شاردی داروں لنگھ کے آیو''۔

گریسے تھیں گیاں رَٹو، اُتھے فوز آسی، اُتھے کرنل ہک آسا جی صاحب لارویؒ دا مرید۔ میر پور دا گجر اُس دو ترے دِن ڈک کھدیاں، اُس سُن ترے ہزار روپیہ جمع کر کے دِتا اُس زمانے بچ پیسہ نابود آسا، چاندی دا پیسہ نوٹ نہ آسا۔ اُتھوں چند بیلی آئیاں تے چند بیلی تھیں بکریاں کہن کے آئیاں.... اُن دے زمانے بچ اساں بادشاہی کیتی....کوڈاریو فی گھر من مکئی جمع ہوندی آسی اوہ کئی ہزار روپیہ بندا آسا.... اُتھے ملنگام نانگا ہک آسا ''شاہ صاحب'' اوہ بھی بابا جی صاحبؒ دا مرید آسا''۔ حضرت صاحب نے اِس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا ''حضرت و یہ نانگا صاحب نڑیاں آلا کا مرید تھا''۔ دوبارہ پہاڑی زبان میں فرمایا.... ''حضرت اوہ نڑیاں والیاں حضراتاں دے مرید آسے''۔ میاں طوطا صاحب نے فرمایا....

''نڑیاں والے چورے شریف والیاں دے مرید آسے''۔ (حضرت صاحب دوبارہ فرمایا.... ''اوہ مکو نی پتہ البتہ جہڑے ملنگام والے نانگا صاحب آسے اُن داناں آسا سید رسول شاہ اوہ نڑاں والیاں دے مرید آسے''۔

میاں طوطا صاحب نے فرمایا.... ''اسیں ایندیاں گیندیاں اُتھے رہندے آسے''۔ حضرت صاحب نے تائیداً فرمایا.... ''اوہی اوہی''۔

میاں طوطا صاحب نے حضرت نانگا باجیؒ کے بارے میں بتایا کہ....

''اوہ پنج سو ہزار روپیہ نقد دیندے آسے ہور ہک ادھ چوکھر دیندے آسے''۔
سب علاقہ پھر کیاں تریہگام، اڑی گام، اچس، پتھرہ، کوڈارہ، بانڈی پورہ، لارا یہہ سارا اُس دارستہ آسا۔ باجی ہوریں بیمار آسے اِسے راہ داروں گئے ڈیڑھ سو آدمی آسا پالکی والا۔ اوہ سرینگر گئے تے اُگوں میاں صاحب (میاں نظام الدین لارویؒ) آ گئے اللہ تعالیٰ اُنہاں کو جنت الفردوس نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ اُس تہ رحم کرے تہ اُس دی اولاد تے بھی۔ اوہ اُتھے بائی دِن اساں نال رہے۔ بائیاں دِناں تھیں بعد اُنہاں سُن آکھیا ''حضرت تُساں کو اسیں ہُن وانگت لے جاساں''۔ اوہ ڈیڑھ سو آدمی جھناں پالکی چاکے کھڑی آسی اوہ اُنہاں وانگت بھیج چھوڑے آسے۔ چار پنج آدمی اسیں بیٹھے دے آسیاں اِچرہی نہ دروازہ کُھلتا نہ کجھ واز آیا۔ ہک عجیب جہی شکل دی ہک چیز اُتھے آ بیٹھی۔ (حضرت صاحب نے لقمہ دیتے ہوئے فرمایا.... ''اسماعیل گنائی کوٹھی دار کا مکان ماں''۔ حضرت میاں طوطا صاحب نے فرمایا.... ''اہاں''۔ (حضرت لاروی) ہوراں فرمایا ''توں کیوں آئیں؟''۔ اوہ کجھ نہ بولی، مسکرائی فر اُنہاں آکھیا ''دفعہ ہو'' اوہ چلی گئی۔ دوے دِن باجی ہوراں آکھیا بچہ تُسیں میاں صاحب کو آکھو میں وانگت نہ جُلدا امکو اپنے گھر پہچاؤ۔ پچھے اسیں بیٹھیاں صلاح کیتی۔ اُنہاں آدمیاں در بندہ بھیجیا گھوڑا بھیجیا تے لوک کپواڑے اگے پچھے سرینگروں گڈی تے بیٹھیاں سوپور آ گیاں۔ سوپوروں بیٹھیاں تے کپواڑے آئیاں۔ اُتھے نمبردار تہ دوے سارے لوک مرید آسے۔ اُتھے ہک میاں راجولی ہوندا آسا۔ (حضرت صاحب نے لقمہ دیتے فرمایا ''کوہلی''۔ حضرت میاں صاحب نے تائید میں فرمایا ''ہاں'' اُتھے اِس دے سارے آدمی گھوڑا کھن کے آ گئے۔ اُتھوں اسیں شمناگ آیاں۔ گولڑے والیاں دے مرید ہک مولوی صاحب ہوندے آسے۔ ہک دِن اُن دے رہیاں، چار پنج راتاں پھر کیاں رہیاں لوکاں اپنے کپڑے شپڑے دھوتے اُتھوں حضرت صاحب گھوڑے تے بیٹھائے۔ مڑے واسطے بھی

گھوڑا اُنہاں دِتا تے پھر کیاں تھیں اسیں راتیں آ گیاں شاہ کوٹ، شاہ کوٹوں دوے دِن اِتھے کئیاں شریف'' آ گیاں''۔

اُسے سال پچھے بابا جی ہوریں (حضرت میاں طواسین صاحبؒ) چھبی ہاڑ کو وفات ہو گئے''۔ حضرت صاحب نے پوچھا ''حضرت سن کہڑی تھی''۔ میاں طوطا صاحب نے جواب میں فرمایا.... ''پتا نی لکھی دی ہے قبرے تے، سن لکھی دی ہے باقاعدہ لکھیا دا ہے۔'' اچھو ہوں دیکھوں گو''۔ (حضرت صاحب نے فرمایا).... تھوڑے توقف کے بعد پھر خود ہی فرمایا.... ''سن اُناسی (۷۹) تھی، چھبی ہاڑ اُناسی (۷۹) بکرمی تے بابا جی صاحب کئیاں شریف آلا جہڑا'' جہڑا خواجہ نظام الدین اولیاؒ تھا اُن کو وصال کس سن بچ ہوو؟''۔ حضرت میاں طوطا صاحب نے فرمایا.... ''مسجد بچ لکھیا دا ہے مڑے خیالے بچ ڈیڑھ سو سال ہو گیا اُنہاں کو''۔

پھر شرکائے محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا... ''اِتھے مڑیاں پُتراں بچوں بھاتریاں بچوں کوئی ہے اِس مجلس بچ بیٹھا دا''۔ اتنے میں مجلس سے ایک صاحبزادے نے بلند آواز میں کہا ''حضرت میں ایہہ ہاں'' فرمانے لگے ''توں کون ہیں''۔ صاحبزادے نے جواب دیا ''ظہیر الدین'' پھر فرمایا ''زاہد نی''۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا ''نہ حضرت اوہ نی''۔ پھر فرمایا ''اوہ دوا بانگی؟''۔ اُنہاں کو اِن دا (حضرت صاحب دا) اَجاں پتہ نی لگا''۔

اِس کے بعد میاں طوطا صاحب نے حضرت صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا.... ''گل سُنو، مڑے چھ لڑکے موجود ہین۔ اِتھے تلے حاجی صاحب ہین کل تُساں کو ملسن اُس دے ایہہ بھانجے ہین اُنہاں بچوں ایہہ ظہیر الدین، نکڑا غلام نبی تہ اُس تھیں نکڑا بشیر حسین۔ ایہہ خام ہین مڑے، ایہہ مخلوق دی بھی خدمت کردے ہین تہ مڑی بھی۔ ایہہ ہکی بیوی دِہن دوئی بچوں ہکی داناں نذیر احمد، ہکی دا نذر حسین تے ہکی دا زاہد ہے۔ اوہ بھی مڑے کول ایندے گیندے ہین پر ذرا گھٹ ہی تے ایہہ نمبردار

صاحب جھڑے ہین ایہہ مڑے بڑے پہرا او داپتر ہے۔ ایہہ خادم ہین ایہہ بڑی خدمت کردے ہین۔ لنگر دی ہور میری، ہر وقت میرا اپنا کردے''۔

پھر پوچھا ''کدھر گیا نمبردار''۔ مجلس میں سے کسی نے جواب دیا باہر نکل گیا کہنے لگے ''اچھا'' پھر حضرت صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا.... ''تُسیں کھانا کھا کے پچھے اپنی جگہ نماز پڑھو آرام نال۔ حضرت صاحب نے جواباً فرمایا ''جس طرح تھارو حکم''۔ پھر مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا.... ''غلام کتھے، غلام کو اِدھر بلاؤ''۔ اتنے میں حضرت صاحب نے فرما.... حضرت جتھے میں سوساں اُٹھی رُٹی کھیساں''۔ میاں طوطا صاحب نے فرمایا ''اچھا'' پھر حضرت صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا.... ''تُساں نال کتنے بندے ہین سید؟''۔

حضرت صاحب نے جواباً فرمایا.... ''حضرت مُچ سارا بٹلا ہو کے آیا وا آں پچھا تے، کجھ پتو نہیں''۔ اِس پر غالباً سید آغا حسین مغموم صاحب بلند آواز میں ہنس پڑے اور حضرت بھی مسکرا اُٹھے۔ محفل میں ایک عجیب رنگینی پیدا ہوگئی۔ لمحہ بھر توقف کے بعد حضرت میاں طوطا صاحب نے کسی صاحبزادے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا.... ''غلام نبی کو اِدھر بُلا'' حضرت صاحب نے اِن کی اضطراری کیفیت کو بھانپتے ہوئے فرمایا ''اِتھے شڑک اجاں نی پہچی؟''۔ میاں طوطا صاحب نے فرمایا ''سڑک دادربار تک آننے دا آرڈر ہے پر ہک ٹھیکدار ہک ہے اُدھر چناری چکوٹھی دا اوہ بڑا ذلیل ہے۔ اُس کو رقم بھی کافی ملی میرا ہک دھیترا وزیر ہے۔ جنگلات دا مفتی منصور صاحب، ہک اُس دا پہرا ہے خالد صاحب اوہ بھی پروفیسر ہے''۔

اتنے میں محفل میں سے کسی نے کہا ''غلام نبی آ گیا''۔ میاں طوطا صاحب فرمانے لگے ''اِس مڑے پوترے دی شادی شروع ہے۔ خداوند تعالیٰ تُسیں دے چھوڑیو۔ رحمت نازل ہوگئی خدا دا نور ہی نور ہو گیا''۔ حضرت صاحب نے اپنے گزشتہ دورے کا واقعہ یاد کر کے فرمایا.... ''جدھوں پہلاں آیو اُس دِن بھی شادی تھی،

ہوں اِت آ کے ترے دھیاڑا تے بعد شادی تھی''۔ میاں طوطا صاحب نے انتہائی پیار بھرے الفاظ میں فرمایا.... ''ایہہ توہاڈا صدقہ اساں دِن مقرر کیتا تے خدا نے تسیں بھیج دِتے۔ بابا جی صاحب لارویؒ ہور بابا جی صاحب نظام الدین کیانویؒ ہوراں دا انتظام ہو گیا''۔

معمولی بات نی، لوکاں کو نی پتہ، اساں اُتے رحمت آ گئی بابا جی صاحبؒ دی ساری اولاد تے رحمت آ گئی۔ اِس مُلکے تے رحمت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ تمام مصیتاں تکلیفاں تھیں نجات دیسی۔ ایہہ جھڑے توہاڈے نال آئے دے ہین اِنہاں واسطے میں دعا کرداں۔ اللہ اِنہاں دیاں جو جو نیک حاجتاں ہین اپنی بارگاہ بچ منظور کرے۔ حضورؐ دا صدقہ، شہنشاہ بغدادؒ دا بابا نظام الدین کیانیؒ دا، عبداللہ لارویؒ دا تے میاں نظام الدین لارویؒ دا ''اللہ اندیاں حاجتاں منظور کرے۔ اللہ اِن دا اِتھے اپنا خالی نہ کرے''۔ حضرت صاحب اور تمام شرکائے محفل نے بیک آواز ''آمین'' کہا۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ پر جذب کی کیفیت دیکھ کر حضرت نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر با آواز بلند فرمایا.... حضرت ایہہ قبولیت دا ویلا ہے۔ بائی سال ہو گئے ہین سرفراز دی ماں بیمار ہے اوہ چارپائی تھیں اُٹھ کے باتھ روم نی جاسکدی۔ اُس واسطے بھی دعا کرو، اللہ اُس نا صحت دیئے''۔ حضرت میاں طوطا صاحب ہوراں جواباً فرمایا.... ''دعا کرو ہور میں اُس واسطے تعویز دیساں ہتھوں لکھ کے ٹھیک ہو جاسی۔ یا اللہ توں اُنہاں کو صحت یاب کر.....

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الاخرۃ حسناۃً وقنا عذاب النارہ جل توں جلال توں، قدرت کمال توں، آئی بلانوں ٹال توں۔ یا محمدؐ یا خالص یا مخلص یا خواجہ خضرؑ یا مہتر یا الیاس یا خلاص (یہ کلمات تین مرتبہ دھرائے)۔

اللہ میں عاجز ہاں میری دعا اپنی بارگاہ بچ منظور کر۔ میرے ہتھ خالی نہ واپس کریں''۔ اِس کے ساتھ ہی موضوع بدلتے ہوئے حضرت صاحب کو مخاطب کر کے

فرمایا.... ''اوہ شمس تُسدا ماما لگدا آسا، کے لگدا آسا؟''۔ حضرت صاحب نے جواباً فرمایا.... ''یا حضرت اوہ مڑا ماسا (خالو) آسا۔ اُس دا ہک ہی پتر آسا نذیر بڑا شاعر آسا اوہ اِس سال فوت ہو گیا''۔ یہ سُن کر میاں طوطا صاحب نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا پھر فرمایا ''مچ سارا پڑھیا دا آسیاں ہُن بسر گیاں دُنیا دے مسائل ہوندے ہن ہوشیار خوب آسیاں''۔ حضرت صاحب نے فرمایا.... ''مناں تھارا اشکار کیں، دوڑن کیں ساریں گل یاد ہیں''۔

حضرت میاں طوطا صاحب نے بات آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا ''ڈوگرے دی حکومت اِس دی بڑی قدر کر دی آسی، ہری سنگھ دا پے اِتھے آیا بابا جی صاحبؒ کول۔ بابا جی صاحب (حضرت نظام الدین کیانویؒ) سُن پچھیا ''تسیں کیاں آیو''۔ اوہ خود کمانڈر انچیف آسا، نال سو فوجی آسے لگا آکھن ''جی'' اسیں گلاب سنگھ دے پتر آسیاں، ترے ہی لاولا داں۔ پرتاب سنگھ، رام سنگھ، امر سنگھ''۔

بابا جی صاحبؒ آکھیا ''جُل اوہ پرتاب سنگھا، اللہ تینوں اولاد دیسی''۔ پچھے ہری سنگھ پیدا ہویا اساں کو اوہ پیر مندے سن۔ توہاڈے والد صاحب نے اساہڈا اک چک منظور کروایا سی ''کھوئی ہامے'' یاراں سو (۱۱۰۰) کنال پچھے انقلاب ہو گیا، اَسیں اُس کو آباد کرنے کو لگے آسیاں پر اوہ رہ گیا۔

حضرت میاں بشیر صاحب نے فرمایا.... ''حضرت اُس جگہ کوں ناں کجھ ہور ہے مناں واہ جا سہی ہے اُس کا کاغذ بعد ماں بھی کڈھیا تھا۔ ماگم شریف کا جھڑا حضرت تھا حسن میرا صاحب، وہ یہ کوشش کریں تھا پر جھڑا لوک اُت قابض تھا اُن نے قبضو نہ دِتو تے فر وہ یہ پچھے کڈارے چلے گیا۔ کڈارہ ماں آخر کے بیچ جھڑ و چک تھونا پڑاں کے بیچ وہ اُن نا آباد کرا کے دِتو۔ اُس کے بیچ مکان بھی بنایو پر وہ یہ اُس نا کڈاریاں نا بیچ گیا''۔ حضرت میاں طوطا صاحب نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا.... ''کڈاریاں بچوں بڑے آدمی آسے نا جی، اوہ چودھری غوسا مچھیارے دا

سی۔ ہک محمد ولی سی، ہک شاہ جہان سی اوہ جھڑا اصلی نمبردار سی اوہ کشمیری سی تے ایہہ باقی کل برادری کوئی اتھو جا کے اُتھے آباد ہوئے۔ تقریباً تقریباً درد پورہ تلے جتھے میاں جمعہ صاحب مقیمی ہوئے سے، جتھے پچھے میاں صاحب شادی کیتی پہلاں ایہہ اُرار آسے اَجس''۔

حضرت صاحب نے فرمایا.... ''حضرت و یہ ہُن درد پورے ہیں، بانڈی پورہ اِرن درد پورہ اُس جا کوناں ہے۔ مول کھاماں واہ جھڑی جگہ کو تم ناں لیں اُس کوناں ہے ''چک ارسلان خان''۔ تائید فرماتے ہوئے میاں طوطا صاحبؒ نے فرمایا.... ''اچھا''۔ دونوں ہستیوں کے مابین گفتگو کا یہ سلسلہ غالباً ساڑھے گیارا بجے تک یا اِس سے بھی زیادہ دیر تک جاری رہا اور پھر حضرت صاحب نے فرمایا.... ''حضرت ہُن اجازت ہے''۔ تو میاں طوطا صاحب نے اپنے عزیزوں کو مخاطب کر کے آواز دی کہ ''حضرت صاحب ہوراں کو اُتے کہن جلو''۔

چنانچہ ہم سب حضرت صاحب کے ساتھ اوپر والی منزل میں چلے گئے جہاں دسترخوان پر اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور کھانے کے بعد بہادر خان جو کہ (حضرت صاحب کی خدمت کے فرائض انجام دے رہا تھا) کے بغیر سب کو حضرت صاحب نے اجازت دے دی۔ ہمیں رات کو صاحبزادہ میاں بغداد صاحب کے مکان میں ٹھہرایا گیا جہاں ہمارے آرام و آسائش کی تمام ضروریات میسّر تھیں۔ ہر مہمان کو علحیدہ بستر دیا گیا۔

دوسرے روز ۱۴/اپریل ۲۰۰۴ء صبح ناشتے کے بعد ہم سب سے پہلے حضرت صاحب کے پاس اِن کے کمرے میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت حضرت قبلہ میاں بشیر احمد صاحب معمول کے وردوضائف سے فارغ ہو چکے تھے اور ملنے والوں کے جم غفیر میں گھرے ہوئے تھے۔ راتوں رات حضرت صاحب کی آمد کی خبر پورے علاقے اور گردونواح میں پھیل گئی تھی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا دوسری بات یہ کہ اُسی روز

حضرت میاں طوطا صاحب کے پوتے کی شادی کا ولیمہ تھا۔ شادی کی اِس خوشی کو حضرت صاحب کی آمد اور موجودگی نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ حضرت میاں طوطا صاحب اور تمام صاحبزدگان خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ حضرت صاحب تقریباً دس بجے حضرت میاں طوطا صاحب سے ملاقات اور گفتگو کے لیے نیچے تشریف لائے جہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ (میاں غلام یاسین صاحب) کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے مزارات پر تشریف لے گئے فاتحہ پڑھی اور کنیاں شریف (منگلدھار) کا جائزہ لیا۔ اپنی پینسٹھ (۶۵) سال پرانی یاد تازہ کی۔ صاحبزدگان میں سے میاں طوطا صاحب کے صاحبزادے میاں زاہد حسین صاحب اور میاں مطیع اللہ صاحب کے ایک صاحبزادے ہمراہ رہے۔ میاں زاہد صاحب مزارات اور کنیاں شریف کے بارے میں کافی اور صحیح معلومات رکھتے ہیں۔ حضرت صاحب کو ہر قدم پر سب کچھ بتاتے رہے۔ حضرت میاں نظام الدین اولیاء کیانویؒ کے مزار سے ملحق میاں محمد سرور خانؒ کا مزار ہے وہاں بھی فاتحہ پڑھی۔ مزارات کے قریب ہی کنیاں شریف کی پرانی مسجد ہے جس میں نسب تختی پر مسجد تعمیر کرنے والے بخار کا نام مسکین اور تاریخ ۱۳۱۲ ہجری درج ہے۔ صاحبزادہ میاں زاہد حسین صاحب نے بتایا کہ پہلے ایک تھڑہ بطور مسجد استعمال ہوتا تھا جہاں حضرت میاں طواسینؒ کا مزار ہے۔ صاحبزادہ میاں زاہد صاحب نے تصدیق کی کہ یہ تاریخ صحیح ہے۔ اِس کے بعد حضرت صاحب میاں طوطا صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت باباجی صاحب لارویؒ کے وصال کے سال کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کچھ مزید معلومات جاننے کے لیے فرمایا.... ''میرے کول حساب ہے''۔ مجلس میں موجود حضرت میاں طوطا صاحب کے ایک صاحب علم صاحبزادے نے لُقمہ دیتے ہوئے فرمایا.... ''۱۸۶۴ء''۔

حضرت صاحب نے فرمایا.... ''کھلو اٹھاراں سو چونٹھ ۱۸۶۴ ہجری پچھے

دَسداں''۔ ''حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا وصال تے بعد حضرت بابا جی صاحبؒ سال کھنڈر رہیا ہیں۔ حضرت بابا نظام الدینؒ ہوراں کو وصال ستائی جیٹھ نا ہوؤ ہے۔ چھبی جیٹھ دھیاڑی گُزر کے ستائی جیٹھ نا ہوؤ ہے۔ اُس وقت جد آپ کو وصال ہوؤ ہے تے یہ (حضرت میاں طوطا صاحب) ڈھائی ترے سال یا چار سال کا تھا''۔

حضرت میاں طوطا صاحب نے فرمایا.... ''اللہ ہی جاندا ہے جی پر ا ایہہ جہڑا تُسد احساب ہے، ایہہ کجھ صحیح ہے''۔ لیکن حضرت صاحب کی اِس بات سے صاحبزادہ زاہد صاحب موصوف نے اتفاق نہ فرماتے ہوئے فرمایا.... ''پوتریاں بچوں صرف ہک تایا جی آسے۔ حضرت میاں گل نمبردار صاحب ہی آسے جہناں سُن حضرت بابا جی صاحبؒ دا دیدار کیتا ہے''۔ حضرت قبلہ میاں بشیر صاحب نے فرمایا.... ''نہ و یہ بڑا تھا میاں گل صاحب بڑا تھا''۔ اچھا اِتھے میں تُساں کولوں ہک ہور گل پچھداں، ''اسیں اِتھی حساب کڈھدے آں۔ تُسیں (حضرت میاں طوطا صاحب) ایہہ گل دسو جے تُسیں بابا جی صاحب دے وصال دے وقت پیدا ہوے دے آسیو''۔ حضرت میاں طوطا صاحبؒ نے جواباً فرمایا.... ''نہ میں بابا جی صاحبؒ دے وصال تھیں بعد پیدا ہویاں''۔ حضرت صاحب لاروی نے فرمایا.... ''یوہ ہی تے فرق ہے نا''۔

میاں طوطا صاحبؒ نے پھر فرمایا.... ''گل سُنو، بابا جی صاحبؒ دی زندگی بچ میرا سکا بھائی میاں گل صاحب سی، اوہ پنج سال دا آسا۔ پنج سال دا مرزا عبدالرشید صاحب، پنج سال دا قاضی عبدالمجید صاحب''۔ حضرت صاحب نے وضاحت چاہتے ہوئے فرمایا.... ''اِت تھوڑ و جھیو فرق ہے۔ اگر تم نہیں تھا تے فر میاں گل صاحب تھا''۔ صاحبزادہ زاہد صاحب موصوف جو گفتگو میں دونوں حضرات (حضرت صاحب اور میاں طوطا صاحب) کے ساتھ شریک تھے، نے دوبارہ اپنی پہلی بات دھراتے ہوئے فرمایا.... ''حضرت جس ویلے بابا جی صاحبؒ دا وصال ہویا اُس ویلے اِنھاں دا صرف ہک بھائی آسا میاں گل صاحب اُنہاں دی عمر ترے یا چار

سال آسی"۔ اِس پر حضرت صاحب نے یقین فرماتے ہوئے کہا کہ "فر و یہ ہی تھا فر یہ (حضرت طوطا صاحبؒ) بابا صاحب (حضرت میاں نظام الدین لارویؒ) تے مچ نکا ہیں فرمیاں گل صاحب تے بابا صاحبؒ ہانی تھا"۔ میاں طوطا صاحب نے اِس بات کی تصدیق میں فرمایا.... "تُسدے والد صاحب مہڑے کولوں بڑے آسے"۔

مجلس میں موجود صاحبزدگان میں اِس موضوع پر بحث چھڑ گئی۔ کچھ نے تجویز دی کہ حضرت طوطا صاحب سے مزید وضاحت کرائی جائے۔ اِس پر حضرت صاحب نے فرمایا.... "تُسیں کھلو میں تُساں کو صحیح تاریخ کڈھ کے دَسداں۔ سال کھنڈا گے پچھے ہوسی، جب تک اسیں اِس تے بحث نہ کراں صحیح حالات اُسدے سامنے کس طرح ایسن۔ حضرت بابا جی صاحبؒ، کنیاں شریف آلاں تے چوبی سال پچھے حضرت بابا طواسین صاحبؒ گدی نشین رہیا ہیں ہور چوبی سال کی عمر نچ گدی نشین بنیا ہیں۔ آپ کی کل عمر اُٹھتالی سال ہوئی ہے"۔ اِس بات کی تصدیق کے لیے حضرت میاں طوطا صاحب سے استفسار کیا گیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ.... "حضرت میاں طواسین صاحبؒ کا وصال تقریباً پچاس سال کی عمر کے لگ بھگ ہوا ہے"۔

حضرت میاں بشیر صاحب نے فرمایا.... "اِس وقت اپریل ۲۰۰۸ء ہے۔ اُن کی وفات نا اُناسی سال ہو گیا ہیں"۔ اِس کے بعد محفل میں موجود ایک صاحب نے حضرت قبلہ بابا جی صاحب لارویؒ کی تصانیف "سی حرفی جی صاحب" سے کچھ اشعار اپنی خوبصورت آواز میں پڑھے اور شرکائے محفل پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اِن میں سے دو تین اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

ث:۔ثابتی قدم رکھ کے تے کجھ فکر کر لے منزلاں بھاریاں دا
جانا کسے نہ نال مسافراں دے جھوٹھا قول سہیلیاں ساریاں دا
لمی رات سجود دے وِچ رہیے بُہتا مُل پیسی چشماں ساڑیاں دا
کلمہ نفی اثبات عبدا سنگ تیرے شافی ہے جہڑا مرضاں ساریاں دا

اِن اشعار کے بعد مجلس نفی اثبات (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کے ذکر سے گونج اُٹھی۔ ذکر کی اِس محفل میں موجود ایک صاحب نے حضرت میاں محمد بخشؒ کے کچھ اشعار ترنم کے ساتھ پیش کیے۔

اول حمد ثناء الٰہی جو مالک ہر ہر دا
اُس دا نام چتارن والا کسے میدان نہ ہردا
مالاں والے سخی نی ہوندے سخیاں مال نی ہوندا
اِتھے اُتھے دواں جہاناں سخی کنگال نی ہوندا
جا او یار حوالے رب دے ملساں نال نصیباں
ایپر موت سرے تے غالب رکھنا یاد غریباں

اِس موقع پر حضرت میاں بشیر احمد صاحب اور حضرت میاں طوطا صاحب کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور محفل میں موجود ہر شخص دونوں حضرات کی اِس کیفیت کو اپنی یادوں کے ذخیرے میں جمع کرنے کے لیے اِن کے چہروں پر ٹکٹکی باندھے نظر آیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہر ایک اپنے آپ سے بے خبر کہیں دور تخیلات اور انوکھے تصورات کی دُنیا میں چلا گیا ہو۔ ہم سب نماز ظہر کے بعد تقریباً دو بجے ولیمے کی دعوت میں شامل ہوئے۔ حضرت صاحب نے اپنے کمرے میں ہی طعام تناول فرمایا۔ برادرم بہادر خان کو اُس وقت بھی اِن کی قربت اور خدمت کا موقع میئسر رہا بڑا ہی خوش قسمت آدمی ہے۔ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ بات کہہ ہی دوں کہ ہمیں اِس پر رشک آتا تھا اور کبھی کبھی حسد ہونے لگتا تھا۔ کنیاں شریف میں کشمیر کے کئی اور دوست بھی حضرت صاحب سے ملنے پہنچے جن میں چودھری شاہین بھائی افرہدہ والے اہم ہیں۔

تقریباً ساڑھے تین بجے حضرت صاحب، حضرت میاں طوطا صاحب سے اجازت لے کر میاں سرور خان صاحبؒ کے بڑے بیٹے میاں افسر خان صاحب کے

دولت خانہ پر تشریف لے گئے ہم سب حضرت صاحب کے ہمراہ تھے۔ راستے میں مزارات سے ہوتے گئے اور فاتحہ پڑھتے گئے۔ حضرت صاحب ہمیں اور صاحبزدگان کو بتاتے جاتے کہ پرانا راستہ وہاں سے گزرتا تھا، وہاں چشمہ ہوتا تھا۔ میاں زاہد صاحب تصدیق کرتے رہے کہ واقعی پہلے راستہ وہاں سے ہوتا تھا اور چشمہ فلاں جگہ پر ہے۔ میاں افسر خان صاحب کے دولت خانہ کے قریب پہنچے تو اُنہوں نے آگے استقبال کیا۔ گلے سے لگایا اور محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے حضرت قبلہ میاں بشیر صاحب کو کہا کہ ''آپ کا یہاں آنا ہم کو اور آپ کو مبارک ہو''۔ حضرت نے جواباً اَلحَمدُ لِلّٰہ کا کلمہ ادا کیا۔ مکان کے دروازے تک ہم حضرت صاحب کے ساتھ رہے جب کہ وہاں سے حضرت صاحب کو اِن کی خواہش پر الگ مکان میں لے جایا گیا اور ہم سب مکان کی درمیانی منزل پر بیٹھک میں بیٹھے۔ حضرت میاں صاحب کو مخصوص کمرے میں پہنچا کر میاں افسر خان صاحب ہمارے پاس بیٹھک میں آگئے اور ہمارے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت سے گفتگو کرنے لگے۔ اتنے میں میرپور سے کچھ مہمان بھی حضرت صاحب کی ملاقات کو وہاں پہنچ گئے۔ میاں افسر خان صاحب کے ہاں ہم نے بڑی پر تکلیف چائے پی، نماز عصر ادا کی اور شام کے قریب راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان نقشبندی، سید شوکت علی شاہ صاحب سے اجازت لے کر رات کو کنڈل شاہی راقم کے چچا کے گھر چلے گئے۔ حضرت صاحب رات کو میاں افسر خان صاحب کے گھر تشریف فرما رہے اور دوسرے دِن ۵/اپریل ۲۰۰۸ء صبح ناشتے کے بعد دوبارہ حضرت میاں طوطا صاحب سے ملاقات کرنے اور اجازت لینے اِن کے گھر تشریف لے گئے۔ سید شوکت علی شاہ صاحب اور سید آغا حسین مغموم صاحب کے بقول حضرت صاحب کا حضرت میاں طوطا صاحب اور دیگر حضرات و صاحبزدگان سے الوداعی ملاقات اور رُخصت حاصل کرنے کا وہ منظر انتہائی دِلدوز تھا۔ جدائی خواہ عارضی ہو یا مستقل بہت ہی گراں گزرتی ہے۔ یوں لگ

رہا تھا جیسے پورا منگلدھار اشکبار ہوا اور شجر و حجر بھی رو رہے ہوں۔ دِل پر پتھر رکھ کر حضرت میاں طوطا صاحب نے دعائیہ کلمات کے ساتھ حضرت صاحب کو رخصت فرمایا اور جب تک حضرت صاحب اِن کی نظروں سے اوجھل نہ ہوئے۔ پیچھے سے دیکھتے رہے شاید انہیں معلوم تھا یہ اِن کی آخری ملاقات ہے۔

راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان صاحب طے شدہ پروگرام کے تحت صبح ساڑھے نو بجے کنڈل شاہی سڑک پر آ کھڑے ہو گئے۔ کنئیاں شریف سے آنے والی ہر گاڑی اور پیدل چلنے والوں سے معلوم کرتے کہ حضرت صاحب کا قافلہ کنئیاں شریف سے چل پڑا ہے کہ نہیں تو جواب ملتا کہ بس آنے ہی والے ہیں۔ ہم اپنی نظریں کنئیاں شریف کی طرف سڑک پر جمائے رہے۔

ٹھیک بارہ بجے حضرت صاحب کے پروٹوکول افسر (اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر) کہ گاڑی آتی دکھائی دی جو تیزی سے آگے نکل گئی اِس کے پیچھے حضرت صاحب کی گاڑی تھی جو عین ہمارے قریب آ کر رُک گئی۔ ہم نے حضرت صاحب کو سلام کیا اور فوراً گاڑی میں سوار ہو گئے۔ حضرت صاحب نے ہنستے ہوئے بڑی شفقت سے مخاطب ہو کر فرمایا.... ''تم رات کت تھا؟ میں تے سب کجھ سُن لیو ہے''۔ مجھے حضرت صاحب کی زبان سے یہ سُن کر کچھ شرم اور ندامت سی محسوس ہوئی اور چپ رہا، کچھ نہ کہہ سکا۔ حضرت قبلہ میاں بشیر احمد صاحب بھانپ گئے کہ یہ شرما رہا ہے تو ایکدم موضوع بدل دیا۔ ہمارے پیچھے تین چار گاڑیاں اور تھیں جن میں ایک گاڑی وزیرِ جنگلات، مفتی منصور صاحب کی تھی۔ مفتی صاحب غالباً اگلی شب حضرت صاحب کے پاس کنیاں شریف گئے تھے۔ بہت خوش اخلاق اور حلیم الطبع شخص ہیں اور حضرت میاں طوطا صاحبؒ کے عزیزوں میں سے ہیں۔ اِن کے بارے میں میاں طوطا صاحبؒ کی زبانی ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ پروٹوکول افسر کی گاڑی جب کنڈل شاہی بازار سے مظفر آباد کے بجائے اٹھمقام کی طرف مڑی تو راقم کے دِل

میں خیال گزرا کہ شاید حضرت صاحب کیرن تک سیر کے لیے جا رہے ہوں گے لیکن میرے اِس خیال کے برعکس شاہ کوٹ کے قریب پہنچ کر پروٹوکول افسر کی گاڑی ایک لنک روڑ پر چڑھ گئی جو سیدھی میر گوہر الرحمان ایڈوکیٹ کے گھر کے قریب رُکی۔ میر گوہر الرحمان صاحب اِس علاقہ کے شرفا میں شمار ہوتے ہیں۔ بڑے ہی صاحب علم، دیندار، صاحب الرائے اور ایک معروف سماجی شخصیت ہیں۔ یہ مفتی صاحب کے عزیز ہیں۔ اِن ہی کے گھر حضرت صاحب کے دِن کے کھانے کا انتظام تھا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے حضرت صاحب کا استقبال کیا۔ سب سے پہلے چائے سے تواضع کی گئی اور کچھ دیر بعد پُر تکلف کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد نماز ظہر ادا کی اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب آرام فرمانے کے لیے دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ تکیہ لگائے لیٹ گئے لیکن نیند نہ آئی۔ نماز عصر کے فوراً بعد حضرت صاحب نے چلنے کا حکم دیا تو پروٹوکول آفیسر صاحب حسب معمول اپنی گاڑی لے کر آگے ہوگئے۔ میزبان میر گوہر الرحمان صاحب نے حضرت صاحب کے اِن کے گھر میں قدم رنجہ فرمانے پر اِن کا شکریہ ادا کیا اور دعا کروائی۔

مغرب سے کافی پہلے ہم سٹیٹ گیسٹ ہاوس مظفر آباد پہنچ گئے جہاں مختلف طبقہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگ حضرت صاحب کے دیدار کی امید میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پروٹوکول افسر سید اکبر شاہ صاحب نے حضرت صاحب سے اجازت چاہتے ہوئے دعا کی درخواست کی تو حضرت صاحب نے اُن کے حق میں باآواز بلند دعا فرمائی وہ خوشی خوشی رخصت ہوگئے۔ ساڑھے آٹھ بجے تک حضرت صاحب لوگوں سے ملتے رہے، باتیں ہوتی رہیں اور ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے وزیر اعظم آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر سردار سکندر حیات خان صاحب کی دعوت پر وزیر اعظم ہاوس پہنچے۔ راقم الحروف حضرت صاحب کی گاڑی میں اِن کے ساتھ بیٹھا جب کہ دوسرے لوگ دوسری گاڑی میں آئے۔ وزیر اعظم ہاس پہنچنے پر وزیر اعظم

صاحب اِن کی کابینہ کے اراکین اور اعلیٰ حکام و سیاسی شخصیات نے حضرت صاحب کا استقبال کیا۔ چند منٹ کے بعد صدر آزاد کشمیر سردار انور خان صاحب بھی تشریف لائے۔ تقریباً ایک گھنٹہ وزیرِ اعظم صاحب اور صدر صاحب، حضرت صاحب سے محو گفتگو رہے اور شرکائے محفل اِس گفتگو سے محفوظ ہوتے رہے۔ اِس کے بعد تقریباً دو سو افراد نے حضرت صاحب کے ساتھ کھانا کھانے کا اعزاز حاصل کیا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر کے لیے حضرت صاحب اور وزیرِ اعظم سردار سکندر حیات خان کے مابین کچھ دیر کے لیے علیحدگی میں بھی ملاقات ہوئی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے حضرت صاحب کو وزیرِ اعظم اور صدر آزاد کشمیر نے وزیرِ اعظم ہاؤس سے رخصت کیا۔ حضرت صاحب نے گیسٹ ہاؤس میں پہنچ کر راقم المعروف کو اجازت دے دی اور راقم اُپر چھتر دولت کالونی اپنے گھر چلا گیا۔ اگلے روز ۶ اپریل نو بجے حضرت صاحب غازی آباد مجاہدِ اول سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب کے گھر جانے کے لیے مظفر آباد سے روانہ ہوئے تو پولیس سکارڈ کی گاڑی ہارن بجاتی ہوئی اِن کے آگے آگے روانہ ہوئی۔ کوہالہ پہنچے تو صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان صاحب، حضرت میاں بشیر احمد لاروی کے استقبال کے لیے سڑک پر کھڑے تھے۔ ہم سب اِس انتہا درجہ عقیدت اور مظاہرے کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سردار عتیق صاحب نے حضرت صاحب سے مصافحہ و معانقہ کرنے کے بعد انہیں اپنی سیاہ رنگ کی خوبصورت کار میں بٹھایا اور خود ڈرائیو کرنے لگے۔ سید شوکت علی شاہ اور سید آغا حسین مغموم بھی حضرت صاحب کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھے جب کہ راقم سید شوکت علی شاہ صاحب کی گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر اور دوسرے لوگ پیچھے بیٹھے۔ غازی آباد کے اِس سفر میں پیرزادہ افسر خان صاحب ہمارے ساتھ نہ تھے کیوں کہ گاڑی میں جگہ نہ تھی۔ اِس بات کا اِنہیں بڑا دکھ ہوا اور مجھے بھی بہت رنج ہوا۔

راقم الحروف کے خیال اور تصور میں یہ تھا کہ سردار عتیق احمد خان صاحب نے

ہمارے علاوہ بیس پچیس لوگوں کو بلایا ہوگا لیکن جب ہم غازی آباد پہنچے تو سڑک پر دونوں گاڑیوں کی قطاروں کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ تقریباً ایک ہزار لوگ حضرت صاحب کے استقبال کے لیے کھڑے ہیں اور تل دھرنے کو بھی کہیں کوئی جگہ نہیں ہے۔ مجاہد اول جو حضرت صاحب کے انتظار میں تھے۔ آگے آ کر حضرت صاحب کا استقبال کیا اور ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے۔ اِس موقع پر آزاد کشمیر کے وزراء کرام، اعلیٰ حکام اور مسلم کانفرنس کے عہدیداران اور کارکنان کے علاوہ وکلاء، اساتذہ اور ہر طبقہ فکر کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت صاب اور مجاہد اول کے مابین تقریباً دو ڈھائی گھنٹے ملاقات رہی۔ سردار عتیق احمد خان صاحب بھی شریک گفتگو رہے اور بیچ بیچ میں مہمانوں کو بھی ملتے رہے۔ تقریباً ہزار بارہ سو افراد نے پر تکلف کھانا کھایا۔ نماز ظہر کے بعد حضرت قبلہ میاں بشیر احمد صاحب عام لوگوں سے ملنے مجاہد اول کے ہمراہ باہر لان میں تشریف لائے تو مسلم کانفرنس کے سینکڑوں جوشیلے کارکنان نے انہیں گھیر لیا اور کہا کہ ''حضرت ہمیں کچھ نصیحت فرمائیں''۔ حضرت صاحب نے اِن سے مخاطب ہو کر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ.... ''آپ کے پاس اِن جیسی عظیم ہستی موجود ہے۔ آپ اِن کی نصیحتوں پر عمل کریں تو ہمیشہ کامیاب رہیں گے۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں جن کے پاس اِن جیسی ہستی موجود ہے۔ میری صرف یہی گزارش ہے کہ آپ اِن کی سرپرستی میں متحد رہیں اِسی میں آپ کی کامیابی ہے۔ میں آپ سب کے لیے اور اِن مجاہد اول کے لیے دعا گو ہوں۔ آپ کے جذبہ محبت کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا ہوں اللہ آپ کے اِس جذبے کو سلامت رکھے''۔

اِس موقع پر اِن لوگوں نے حضرت صاحب اور مجاہد اول کے ساتھ کئی تصویریں بھی بنوائیں۔ ہم دو بھائیوں ''راقم اور محمد نور اللہ قریشی صاحب'' کو بھی اِن ہستیوں کے ساتھ تصویریں بنوانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ہجوم سے مختصر خطاب کے بعد

حضرت صاحب مجاہد اول سے رخصت لے کر واپس مظفرآباد روانہ ہوئے تو سردار عتیق صاحب نے پھر حضرت صاحب کو اپنی سیاہ کار میں سوار کیا اور خود ڈرائیونگ کرنے لگے۔ سید شوکت علی شاہ صاحب اور سید آغا حسین مغموم پہلے کی طرح اِس بار بھی حضرت صاحب کے ساتھ بیٹھے۔ راقم نے دِل میں خیال کیا کہ سردار عتیق صاحب ایک دو میل تک حضرت صاحب کو رخصت کرنے احتراماً ساتھ آ گئے ہوں گے لیکن میرا خیال غلط نکلا۔ دراصل سردار عتیق صاحب نے ۸/اپریل ۲۰۰۴ء کو ہوٹل (Holy day inn) اسلام آباد میں حضرت صاحب کے اعزاز میں صدر مسلم کانفرنس کی حیثیت میں ایک اعلیٰ پائے کے عشائیے کا انتظام کرنے اسلام آباد جانا تھا اِس لیے وہ کوہالہ تک حضرت صاحب کے ہمراہ رہے اور گاڑی خود ڈرائیو کرتے رہے۔ راستے میں آتے جاتے حضرت میاں صاحب لاروی اور سردار عتیق احمد خان صاحب کے مابین ظاہر ہے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی ہوگی لیکن جب کوہالہ میں حضرت صاحب سردار عتیق صاحب کی گاڑی سے اُترے تو ہم دو بھائیوں کی طرف اشارہ کر کے سردار عتیق صاحب کو فرمایا کہ ''میں اِن دو بھائیوں کے بارے میں آپ سے کہہ رہا تھا، اِن کا خاص خیال رکھنا''۔ سردار عتیق احمد خان صاحب نے جواباً فرمایا.... ''حضرت حکم کی تعمیل ہوگی''۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ سردار عتیق احمد خان صاحب ہم پر پہلے سے خصوصی شفقت فرماتے تھے لیکن حضرت صاحب کے اِس ارشاد کے بعد اِن کی توجہ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اللہ تعالیٰ اِن کا اقبال بلند فرمائے۔ سردار عتیق صاحب ایک عظیم باپ کے بیٹے ہونے کے ناطے اور اپنے نیک خصائل اور محنت شاقہ کی وجہ سے نہ صرف جموں و کشمیر بلکہ پاکستان اور بیرونی ممالک میں بھی اعلیٰ پائے کے مدبر اور معروف سیاستدان کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ حضرت صاحب نے اِن کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

کوہالہ سے سردار عتیق احمد خان صاحب، حضرت صاحب سے اجازت لے

کر راولپنڈی چلے گئے جب کہ حضرت صاحب نماز مغرب سے کچھ پہلے مظفر آباد پہنچے جہاں گیسٹ ہاوس میں اِن کی آمد کا سینکڑوں لوگ انتظار کر رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت صاحب سے ملنے آئے ہوئے لوگوں میں آزاد کشمیر بھر کے لوگ شامل تھے اور مہاجرین کی بھی ایک بڑی تعداد تھی۔ اگلی شب کی طرح اِس روز بھی ساڑھے آٹھ بجے ہم سب حضرت صاحب کے ہمراہ صدر آزاد جموں و کشمیر میجر جنرل سردار انور خان صاحب کی دعوت پر ایوانِ صدر پہنچے جہاں صدر آزاد کشمیر نے باہر گیٹ پر نکل کر حضرت صاحب کا استقبال کیا۔

حضرت صاحب کے اعزاز میں صدر صاحب کی دعوت میں زیادہ عدالت عظمٰی و عدالتِ عالیہ آزاد کشمیر کے ججز صاحبان کی تھی۔ ججز میں ارض وطن کرناہ کے مایہ ناز سپوت جسٹس عدالت عالیہ آزاد کشمیر جسٹس منظور گیلانی صاحب بھی تھے جنہوں نے اِس محفل میں حضرت صاحب کے ساتھ ہوئی تمام گفتگو میں بھرپور حصہ لیا۔ ایک طویل اور انتہائی خوشگوار گفتگو کے بعد تمام شرکاء پُر تکلف ضیافت سے سیر ہوئے۔ حضرت صاحب اور صدر آزاد کشمیر کی نشستیں بالکل قریب تھیں۔ صدر صاحب نہایت محبت اور عقیدت سے حضرت صاحب کو فرماتے کہ حضرت کچھ تو اور لیں کچھ اور لیں لیکن حضرت صاحب کا اپنا ایک خاص معمول ہے جس میں وہ کبھی تبدیلی نہیں لاتے۔ اللہ والوں کا ایک خاص قاعدہ ہوتا ہے اُن کے کھانے پینے کا ایک لمٹ ہوتا ہے اور زہد و تقویٰ کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ کھانے کے بعد کشمیری قہوہ پیش کیا گیا اور تقریباً گیارہ بجے رات یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ حضرت صاحب نے پُر تکلف مہمان نوازی پر صدر آزاد کشمیر کا شکریہ ادا کیا تو صدر صاحب نے کہا.... ''حضرت آپ یہ کیا فرما رہے ہیں ہم تو خوش قسمت ہیں کہ ہمیں آپ کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع میئسر آیا ہے۔ آپ ہمارے حق میں دعا کریں''۔

حضرت صاحب نے دعا فرمائی۔ اِس کے ساتھ ہی صدر آزاد کشمیر اور ججز

حضرات نے حضرت صاحب کو اپنی نیک خواہشات کے ساتھ رخصت کیا۔ برادرِ اصغر محمد نور اللہ قریشی ایڈوکیٹ بھی اِس دعوت میں حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔ گیسٹ ہاوس پہنچے تو حضرت صاحب نے ہمیں جانے کی اجازت دے دی جب کہ سید شوکت علی شاہ صاحب، اُن کے برادران وفرزندان اور بہادر خان گیسٹ ہاوس میں ہی رہے۔ حضرت صاحب کو راقم الحروف نے دعوت دی کہ آپ کل ۱۷ اپریل صبح ناشتہ ہمارے ہاں فرمائیں تو حضرت صاحب نے نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا.... کریم اللہ توں کیوں دِل نکو کرے، توں تے میرے نال نال ہی ہے۔ ہوں ناشتو تیرے کول نہیں کرسکتو البتہ ہوں مائی ہوراں نا سلام کرن ضرور آوں گو توں صبح ست بجے آر ہیے"۔

ہم صبح سات بجے گیسٹ ہاوس پہنچے تو دیکھا کہ حضرت صاحب مظفر آباد کے معروف قانون دان محترم چودھری محمد ابراہیم ضیا صاحب ایڈوکیٹ کی دعوت پر اُن کے ہاں ناشتے پر تشریف لے جارہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت میں آگیا ہوں، کیا حکم ہے؟ فرمایا.... "ٹھیک ہے بیس گڈی ماں"۔ راقم اور پیرزادہ افسر خان دونوں سید شوکت علی شاہ صاحب اور سید آغا حسین مغمومؔ کے ہمراہ حضرت میاں صاحب کی گاڑی میں بیٹھ گئے جب کہ حضرت صاحب غالباً چودھری ضیاء صاحب کی گاڑی میں بیٹھے۔ اِس دورے کے دوران ہم نے دیکھا کہ مختلف لوگوں کی یہ کوشش رہی کہ حضرت صاحب اُن کی گاڑیوں میں تشریف فرما ہوں کہ گاڑی میں برکت پیدا ہو اور گاڑیاں اپنے مالکان کے لیے سعد ثابت ہوں۔ چودھری ضیاء صاحب ایڈوکیٹ کے گھر جلال آباد مظفر آباد میں وزیر اعظم ہاوس کے بالکل قریب ہے۔ اُنہوں نے بہت پُر تکلف ناشتہ تیار کیا ہوا تھا اور تقریباً ایک سو وکلاء افسران اور معروف سیاسی، مذہبی وعلمی شخصیات کو مدعو کیا ہوا تھا جن میں چودھری لطیف اکبر ایڈوکیٹ اور حضرت مولوی برکت اللہ صاحب جھاگویؒ کے فرزند میاں محمد شفیع

صاحب قابل ذکر تھے۔ تقریباً ساڑھے نو بجے حضرت صاحب اپنے قافلے سمیت چودھری ضیاء صاحب کے دولت خانہ سے واپس گیسٹ ہاؤس روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے چودھری لطیف اکبر صاحب نے حضرت صاحب کو دِن کے کھانے کی دعوت دی جو حضرت صاحب نے بخوشی قبول کرلی۔

میاں محمد شفیع صاحب نے حضرت صاحب کو چائے کی دعوت دی حضرت صاحب نے وہ بھی قبول کرلی۔ راقم الحروف کو دِل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ اب حضرت صاحب ہمارے ہاں تشریف نہیں لاسکیں گے کیوں کہ پروگرام بہت Tight ہوگیا ہے اور گیسٹ ہاوس میں ملنے والوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے۔ گیسٹ ہاوس پہنچے تو برادرم سیف علی خان سیفیؔ مرحوم کے برادر اصغر، برادر محمد صادق خان چک کرنا ہی اور ہمارے کچھ دوسرے لوگ حضرت صاحب کی ملاقات کے لیے وہاں موجود تھے۔ راقم الحروف نے صادق صاحب کا حضرت صاحب سے تعارف کرایا۔ حضرت صاحب نے اِن کے حق میں دعا فرمائی۔ برادر اصغر محمد نور اللہ قریشی صاحب اور حضرت صاحب کے مابین کچھ وقت دوبدو ملاقات ہوئی۔ حضرت صاحب نے راقم کو کہا کہ آپ گھر پہنچیں میں آپ کی والدہ سے ملاقات کو آرہا ہوں۔ راقم یہ سُن کر خوشی سے پھولے نہ سمایا اور فوراً گھر پہنچ گیا۔

حضرت صاحب کے لیے نمکین چائے اور دوسرے لوگوں کے لیے لپٹن چائے کا انتظام کیا۔ تقریباً گیارہ بجے جب پولیس سکارڈ کی ہارن بجاتی ہوئی پروٹوکول گاڑی دولت کالونی ہمارے محلے میں داخل ہوئی تو لوگ حیران رہ گئے۔ کیوں کہ یہ اُن کے لیے ایک نئی بات تھی۔ حضرت صاحب تیزی سے قدم اُٹھاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر سیدھے والدہ محترمہ کے کمرے میں اُن کے پاس پہنچے اور سلام کرکے چند منٹ اُن کے پاس بیٹھے۔ والدہ محترمہ نے الحمدوللہ کہا اور کہا کہ "اللہ پاک کا شکر ہے زندگی میں ایک بار پھر آپ کا دیدار نصیب ہوا۔ اللہ رب العزت آپ

کا اور آپ کے بچوں کا اقبال بلند فرمائے۔ میرے لیے دعا کریں اور میرے بچوں کے حق میں بھی دعا کریں یہ یہاں سفر میں ہیں۔ میرے اب آخری ایام ہیں دعا کریں اللہ میری آخرت کی منزل آسان فرمائے''۔ حضرت صاحب فرمایا.... ''آپ میرے لیے دعا کریں''۔ والدہ محترمہ نے ہاتھ اُٹھا کر باآواز بلند دعا کی، حضرت صاحب نے آمین کہا۔ حضرت صاحب نے جیب سے پانچ سو روپے نکال کر والدہ محترمہ کر دیئے تو والدہ محترمہ نے کہا.... ''حضرت مجھے چاہیے کہ میں آپ کو کچھ دوں''۔ جیب میں ہاتھ ڈالنے لگیں تو حضرت صاحب نے روک لیا اور فرمایا کہ.... ''میرے کول بچ روپیہ ہیں تم صرف دعا کرو ہور اجازت دہیو۔ والدہ محترمہ نے کہا .... ''اچھا جلو اللہ دے وحالے۔ اللہ تُساں کو دواں جہاناں بچ سُرخرو رکھے''۔ یہ کہتے ہوئے والدہ محترمہ کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے شاید کہ اُنہیں معلوم تھا کہ یہ حضرت صاحب کے ساتھ اُن کی آخری ملاقات ہے۔

ہمارے بے حد اصرار پر بھی حضرت صاحب نے چائے نوش فرمانے سے معذرت فرمائی کہ وقت کم ہے۔ حضرت صاحب، والدہ محترمہ سے مختصر ملاقات کے بعد رخصت ہو کر گوجرہ مظفر آباد میں چودھری لطیف اکبر ایڈوکیٹ صاحب کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ راقم الحروف کو سید شوکت علی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق اِس لیے رکنا پڑا کہ راقم نے حضرت صاحب کے دورے اور سید نوران شاہ صاحبؒ کے عرس کے حوالہ سے ایک مضمون لکھنا تھا جو ۱۰/ اپریل کو اخبارات کی زینت ہونا مطلوب تھا۔

حضرت صاحب نے تحت پروگرام دوپہر کا کھانا چودھری لطیف اکبر صاحب ایڈوکیٹ کے دولت خانہ پر تناول فرمایا۔ اُن کے ساتھ کھانے کی اِس دعوت میں چودھری صاحب موصوف نے سیاسی جماعت پیپلز پارٹی کے اہم عہدیداران و کارکنان سمیت تقریباً سو افراد کو مدعو کیا تھا۔ نہ صرف راقم الحروف بلکہ ہم سبھی

چودھری لطیف اکبر صاحب اور چودھری ضیاء صاحب ایڈووکیٹ کی حضرت صاحب سے اِس قدر روالہانہ عقیدت سے بے حد متاثر ہوئے۔

چودھری لطیف اکبر صاحب کے ہاں دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت صاحب نے نمازِ ظہر ادا کی اور معمول کے مطابق کچھ دیر آرام فرمانے کے بجائے فوراً میاں محمد شفیع جھاگوی صاحب کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے جہاں پُر تکلف چائے نوش فرمانے کے ساتھ ساتھ دونوں حضرات کے درمیان سلوک و معرفت میں ڈوبی گفتگو سے بھی شرکائے محفل خوب محظوظ ہوئے۔ چائے سے فراغت کے بعد حضرت صاحب اپنے اگلے پڑاؤ یعنی اپنے آباؤ اجداد کے اصل وطن سنجوڑہ شریف تحصیل بالاکوٹ روانہ ہوئے۔ آزاد کشمیر کی سرحد تک پولیس سکارڈ کی پروٹوکول گاڑی حضرت صاحب کے آگے آگے رہی۔

حضرت صاحب گڑھی حبیب اللہ سے آگے سنجوڑہ شریف ایک مخصوص جیپ میں پہنچے جہاں رات حضرت باباجی صاحب لارویؒ کے بچپن کے زمانے کی سرزمین پر گزاری اور اپنے عزیزوں سے ملاقاتیں کیں۔ سنجوڑہ شریف میں حضرت صاحب کی قلبی کیفیات کیا رہی ہوں گی اِس کا اندازہ کوئی صاحب دِل ہی لگا سکتا ہے لیکن حضرت صاحب کا دھیان پیرومرشد کے اِس تعلق کی طرف ضرور گیا ہوگا جس کے تحت حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر مہاجرت کی زندگی اختیار کرتے ہوئے ڈیڑھ سو میل دُور کشمیر کے پرگنہ لار میں وانگت شریف کو اپنا مسکن بنایا جسے ''للّہ عارفہ'' نے کسی زمانے میں نیلی باڑی کا نام دیا تھا۔ اپنی عارفانہ نظروں سے دیکھ لیا تھا کہ مستقبل میں اِس مقام کو ایک ولی کامل نے رونق بخشنا ہے۔ وطن کی یاد انسان کو بہت ستاتی ہے گو کہ حضرت صاحب کا وطن وانگت شریف کشمیر ہے لیکن اپنے عظیم المرتبت اور ولی کامل دادا حضرت باباجی صاحب لارویؒ کی اپنے وطن کے بارے میں تڑپ کو حضرت صاحب اپنی قلبی کیفیت سے جُدا نہیں سمجھتے۔ اُن کے دِل

میں بھی ہمیشہ سنجوڑہ شریف کی یاد موجزن رہتی ہے۔ پیرانہ سالی اور دِل کے عارضے کے باوجود اُن کا سنجوڑہ شریف کے دشوار گزار سفر پر جانا اُن کی اِس تڑپ کی مکمل غمازی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت حضرت صاحب کو درازیِ عمر اور صحت کاملہ عطا فرمائے....آمین۔

دوسری صبح ۸/اپریل ۲۰۰۴ء سنجوڑہ شریف سے حضرت صاحب کی واپسی کے لیے گاڑی کا بروقت بندوبست نہ ہونے پر حضرت صاحب قدرے متفکر ہوئے لیکن فوراً ہی میاں داؤد خان گوٹلی باغ والے ایبٹ آباد سے گاڑی لے کر پہنچ گئے۔ دوپہر کا کھانا حسب پروگرام حضرت صاحب نے داؤد خان کے ہاں ایبٹ آباد میں تناول فرمانا تھا جب کہ جاتے وقت راستے میں گڑھی حبیب اللہ کے مقام پر مولوی عبدالعزیز صاحب ولی واڑ والے کے ہاں چائے پینا بھی پروگرام میں شامل تھا۔ حضرت صاحب مولوی صاحب موصوف کے گھر پہنچے تو داؤد صاحب اجازت لے کر ایبٹ آباد چلے گئے کہ گھر جا کر کھانے کا انتظام کریں۔ اسی اثناء میں راقم اور پیرزادہ افسر خان بھی تحت پروگرام مولوی صاحب موصوف کے گھر پہنچے جہاں حضرت صاحب کو کئی لوگوں نے گھیر رکھا تھا یہاں بھی ملنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

ہر آنے والے کی چائے سے تواضع کی جاتی رہی اور تقریباً بارہ بجے کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا تو ہم حیران رہ گئے کہ یہ کیا بات ہے۔ کھانا تو ایبٹ آباد میں داؤد خاں صاحب کے ہاں کھانا ہے۔ خیر حضرت صاحب نے مولوی صاحب کی دِل شکنی نہ کی اور کہا کہ.... ''چلو تھوڑا تھوڑا کھالو، داؤد صاحب کے ہاں بھی کھالینا''۔ لیکن سید شوکت علی شاہ صاحب نے ہمیں تاکید کی کہ کوئی آدمی داؤد صاحب کو یہ نہ باور کرائے کہ.... ''ہم مولوی عزیز صاحب کے گھر سے کھانا کھا کر آئے ہیں''۔ ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو مولوی عزیز صاحب کے ایک خاص دوست عبدالرحمان صاحب تشریف لے آئے غالباً انہی کے انتظار میں مولوی صاحب نے کھانے کے

بہانے حضرت میاں صاحب کو روکے رکھا تھا۔ اِن صاحب سے حضرت صاحب نے چند منٹ علیک سلیک کی خیر خیریت پوچھی اور چل پڑے۔ حسب معمول راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان حضرت صاحب ہی کی گاڑی میں بیٹھے۔ بڑاسی کے جنگل میں پہنچے تو راقم نے رات بھر جاگ کر لکھا ہوا وہ مضمون سید شوکت علی شاہ صاحب کو دکھاتے ہوئے گزارش کی کہ یہ مضمون پرسوں ۱۰ اپریل ۲۰۰۴ء کو ضرور اخبارات میں چھپ جانا چاہیے تاکہ حضرت صاحب بھی ملاحظہ فرماسکیں۔ سید شوکت علی شاہ صاحب نے فرمایا.... ''ٹھیک ہے ہم حضرت صاحب کے ساتھ شام کو (Hotel holly day in Islamabad) میں صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان صاحب کی دعوت پر ہوں گے وہاں میرے جاننے والے کافی صحافی حضرات بھی موجود ہوں گے کسی کی ذمہ داری لگادوں گا وہ چھپوادے گا''۔

راستے میں حضرت صاحب سے سنجوڑہ شریف میں گزرے لمحات کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت صاحب ہمارے ساتھ انتہائی شفقت سے مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے رہے تقریباً دوڈھائی بجے ہم ایبٹ آباد میاں داؤد خان صاحب کے دولے خانے پر پہنچے۔ حضرت صاحب نے جاتے ہی نماز ظہر ادا کی، ہم نے بھی نماز پڑھی۔ حضرت صاحب کو ایک علیٰحدہ کمرے میں ٹھہرایا گیا جہاں اُنہوں نے داؤد خان صاحب کی دلجوئی کے لیے طعام کے چند لقمے نوش فرمانے کے بعد تقریباً دو گھنٹے آرام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ داؤد خان صاحب کے گھر میں خیرو برکت ڈالے۔ اُنہوں نے انتہائی پرتکلیف ضیافت تیار کی تھی لیکن ہم چونکہ پہلے ہی کھانا کھا چکے تھے۔ اِس لیے نصف سے زیادہ کھانا بچ گیا جس پر انہیں قدرے ملال بھی ہوا کہ مہمانوں نے کیوں کم کھانا کھایا لیکن اِن پر ہم نے اِس وقت حقیقت کو آشکار نہ ہونے دیا کہ اِن کا دِل رنج ہوتا۔ داؤد خان صاحب کے دولت خانہ پر قیام کے دوران حضرت صاحب اپنے چہیتے مرید چاتھن گلاب پورہ کے طاوس خان صاحب کی بیٹی

پرویزہ اختر صاحبہ اور داماد اختر خان صاحب کی دلجوئی کے لیے نچلی منزل میں تشریف لے گئے۔ اِن کے سروں پر دست شفقت رکھا۔ خیر خیریت معلوم کی اور اِن کے حق میں دعا کی۔ اِس موقع پر برادر بہادر خان صاحب بھی موجود تھے اُنہوں نے حضرت صاحب کے پورے دورے کے دوران اِن کے ساتھ رہ کر خدمت کا اعزاز حاصل کیا اور خوب دعا لی۔ بڑے ہی خوش بخت نوجوان ہیں نماز عصر پڑھنے کے کافی دیر کے بعد تقریباً ساڑھے پانچ بجے حضرت صاحب کا قافلہ راولپنڈی اسلام آباد کے لیے روانہ ہوا۔ داؤود خان صاحب بھی اپنی کار میں ہمارے ساتھ روانہ ہوئے۔ نماز مغرب راستے میں ادا کی۔ ٹیکسلا سے آگے نکلے تو تقریباً ساڑھے سات بجے کا وقت تھا سردار عتیق احمد خان صاحب نے سید شوکت علی شاہ صاحب کے موبائل پر فون کیا کہ (Holi day in) میں ہونے والی مجوزہ تقریب میں حضرت صاحب کا انتظار ہو رہا ہے اور مہمان پہنچ چکے ہیں۔ اِس کے بعد گاڑیوں کی رفتار قدرے تیز ہوگئی اور حضرت صاحب ٹھیک سوا آٹھ بجے ہوٹل (Holi day in) اسلام آباد کے گیٹ پر پہنچے جہاں صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان، آزاد کشمیر کابینہ کے ارکان، ممبران اسمبلی و کشمیر کونسل اور دوسرے اصحاب کے استقبا کے لیے کھڑے تھے۔

حضرت صاحب تقریب گاہ (ہوٹل کے ہال) میں پہنچے تو شرکاء نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ حضرت صاحب کے دورے کے دوران اِن کے اعزاز میں منعقد ہونے والی تمام تقاریب میں یہ تقریب ہر لحاظ سے نمایاں اور افضل تھی کیوں کہ اِس تقریب میں مسلم کانفرنس کی پوری قیادت وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان اور اِن کی کابینہ کے اراکین، صدر آزاد جموں و کشمیر میجر جنرل سردار انور خان اور آزاد کشمیر کی تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین، وفاقی وزیر اعجاز الحق، سپیکر قومی اسمبلی چودھری منیر احمد سابق وزیر خارجہ پاکستان گوہر ایوب خان، مسلم لیگ (ن) کے رہنما راجہ ظفر الحق، کل جماعتی حریت کانفرنس کے قائدین اور کئی دوسری اہم شخصیات کے

علاوہ مہاجرین اور صحافی حضرات کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

حضرت صاحب نے اپنی نشست پر تشریف فرما ہونے سے پہلے اپنے استقبال کے لیے کھڑے ہونے والوں میں صدر وزیر اعظم آزاد کشمیر، وفاقی وزیر جناب اعجاز الحق، راجہ ظفر الحق اور سپیکر قومی اسمبلی چودھری منیر احمد سے مصافحہ کیا۔ دوسرے حضرات نے حضرت صاحب کی نشست پر آ کر اِن سے مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ تقریب کے آغاز میں حضرت صاحب کے انتظار میں پہلے ہی تاخیر ہو چکی تھی اور تمام حضرات حضرت صاحب کا خطاب سُننے کو بے تاب تھے۔ سردار عتیق احمد خان صاحب نے سٹیج پر تشریف لا کر حضرت صاحب کو خطاب کی دعوت دینے سے پہلے شرکائے تقریب کو اِن کے پاکستان و آزاد کشمیر کے دورے اور اِن کی شخصیت سے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا....

....حضرات گرامی!

ہمارے لیے یہ انتہائی خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کی معروف شخصیت حضرت میاں بشیر احمد لاروی صاحب اِس وقت ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اِن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ گزشتہ ۵۶ر سال میں ریاست جموں و کشمیر کے جتنے بھی اہم نشیب و فراز ہوئے ہیں اِن میں میاں صاحب کا کردار انتہائی قابلِ قدر اور قابلِ تحسین رہا ہے۔ اِن کے عزیز و اقارب خاندان کے بڑے لوگ ہیں جنہوں نے تحریک آزادی کشمیر کے اِس سارے عمل میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔ کسی کے سیاسی عمل سے اختلاف یا اتفاق کا ہر شخص کو حق حاصل ہے لیکن اِس میں کوئی دورائے نہیں کہ محترم میاں بشیر احمد صاحب اپنوں، بیگانوں، حامی اور مخالف تمام قوتوں کے درمیان انتہائی عزت و احترام کی حامل شخصیت ہیں۔ میں آج ایک میزبان اور مسلم کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے انہیں دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے گو کہ میاں صاحب باضابطہ کسی اعلانیہ

پروگرام کے تحت نہیں آئے۔ خاموشی کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور اپنے پیر خانے پر اُنہوں نے حاضری دی لیکن آئے اتفاق سے ایسے وقت میں کہ یہاں پر (Peace process) بھی شروع ہے اور جنوبی ایشاء کے اندر تغیر و تبدل کا عمل بھی تیزی کے ساتھ شروع ہے۔ اِن حالات میں لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ اگر میاں صاحب کوئی خاموش اور موثر کردار ادا کرنا چاہیں تو انہیں حالات یا کوئی دوسرا شخص اِس سے روک نہیں سکتا۔

میں اِن کو کوئی بات تجویز کرنے کے بجائے اِس بات کی خواہش کا اظہار کر کے بات ختم کرتا ہوں کہ میاں صاحب آپ کی تشریف آوری اِس وقت میں ہے۔ جب لوگ بجا طور پر اِس بات کی توقع کرتے ہیں کہ آپ کا علم، آپ کی دینی روشنی، آپ کا تجربہ اور آپ جس احترام کے مقام پر ہیں وہ یقیناً آپ اور ہم سب سے اِس بات کا تقاضہ کرے گا کہ آپ کی اِس آمدورفت کا ریاست جموں وکشمیر کے تمام اطراف اور تمام مذاہب کے لوگوں کو اور تمام افکار کے حامل لوگوں کو فایدہ پہنچے اور یہ عمل پروان چڑھے، آگے بڑھے تاکہ ریاست کے اندر آزادی کا، سکھ کا اور امن و بھائی چارے کا دور رہا ہے وہ لوٹ آئے۔ میں اِس کے ساتھ آپ سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ممبران اسمبلی کا، ہماری محترمہ شیریں وحید صاحبہ کا جو یہاں اکیلی خاتون ہیں اِس لیے میں خواتین وحضرات کہہ نہیں سکتا بلکہ خاتون وحضرات کہتا ہوں۔ میں ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور محترم میاں صاحب آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ سٹیج پر تشریف لائیں اور ہمیں اپنے قیمتی خیالات سے نوازیں.... میاں صاحب شوق سے گوجری بولتے ہیں۔

؎ زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

ہماری درخواست ہے وہ اُردو میں گفتگو فرمائیں محترم میاں بشیر احمد صاحب صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان صاحب کی اِس مختصر اور معنی خیز تقریر کے اختتام

پر شرکائے تقریب نے تالیاں بجا کر اُنہیں خراج تحسین پیش کیا کیونکہ سردار عتیق صاحب نے کچھ نہ کہتے ہوئے بھی سب کچھ کہہ کر شرکائے محفل کے جذبات کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا تھا اور اب تمام شرکاء دِل و جان سے حضرت صاحب کے خطاب کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ حضرت صاحب نے تالیوں کی گونج میں سٹیج پر تشریف لانے کے بعد انتہائی تحمل اور اطمینان سے اپنا خطاب فرمایا جس کا متن حسبِ ذیل ہے۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ہ

واجب القدر جناب سردار عتیق صاحب، یہاں کئی مہربان دوست بیٹھے ہیں جن کو میں جانتا نہیں۔ میں سب کی خدمت میں اسلام علیکم عرض کرتا ہوں۔

یہاں سٹیج پر مولانا نے ''سورۃ نصر'' کی تلاوت فرمائی۔ سب کو معلوم ہے کہ یہ سورۃ فتح مکہ کی بشارت میں نازل ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں آپ کے میرے یا دُنیا کے دِل میں جو بات ہے۔ اِس ریاست میں جہاں کئی لوگوں کی قبریں ہیں اور اِن کی روحیں انتظار کر رہی ہیں۔ کئی لوگوں کی اولادیں کہیں کی کہیں چلی گئیں اور وہاں وہ ختم ہوگئیں بہت سارے واقعات ہوئے جو نہایت دلخراش ہیں۔ اگر ہم سب کو یاد کریں اور اِن پر بات کریں تو اِس میں برسوں لگ جائیں گے۔

''سورۃ نصر'' کے یہاں پڑھے جانے کے بعد میں نے ایسا سمجھا کہ یہ ایسا فال جو اِس مجلس میں ہوا ہے۔ اِس پر خدا پاک کا شکر ادا کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ بہ عین ہی حضرت کو جس طرح کہا گیا کہ اِس کے بعد آپ کی فتح ہوگی تو دین پھیل گیا۔ مشرق مغرب، شمال، جنوب ہر طرف پھیل گیا۔ اسی دین کے تحت اسی جھنڈے کے تحت اسی قول کے تحت، اسی قرآن پاک کے تحت آپ کی، آپ کے ساتھ اور کروڑوں

مسلمانوں کی جدو جہد جاری ہے۔ دامے، درہمے، قدمے، سخنے سب اِس میں شامل ہیں اِس پر میرے خیال میں مجھے زیادہ کچھ کہنے کا حق اب نہیں رہا کیونکہ یہ مبارک آپ کو بھی اور مجھ ناچیز کو بھی اِس تلاوت سے حاصل ہوئی۔

میں کشمیر میں ایک دور دراز پہاڑی علاقے میں رہتا ہوں کشمیر کی سیاست کے ساتھ تعلق رہا ہے اور پونچھ میں جب مسلم کانفرنس کا پہلا جلسہ ہوا تھا۔ تین دِن کی کانفرنس ہوئی تھی جس میں جناب شیخ صاحب تھے۔ جناب سردار فتح محمد خان کریلوی صاحب تھے، جناب چودھری غلام عباس صاحب تھے اور کشمیر کے دوسرے زعماء بھی تھے، پیر مقبول صاحب تھے۔ میرے والد صاحب (میاں نظام الدین لارویؒ) تھے۔ اِس تحریک کی آبیاری کے لیے ہم سُنتے تھے کہ اِن لوگوں نے کیا کیا کیا اور اِس کے بعد وہ پیغام کہاں تک پہنچا۔ ہم اِس سے پھسل گئے تو اِس میں اگر ہم دیکھیں تو....

اِس دِل کے ٹکڑے ہزار ہوئے
کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

نوشہری صاحب کیوں جلاوطن ہیں یوسف نسیم صاحب کیوں جلاوطن ہیں اور ایسے کئی حضرات کیوں جلاوطن ہیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کیوں جلاوطن ہیں ہم آپ کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں۔ ہم جب آپ کو ملتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں اور جب بچھڑتے ہیں تو جدائی کے غم سے نڈھال ہو جاتے ہیں۔

یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ اِس وقت پاکستان اور ہندوستان کشمیر کے مسئلے پر کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں لیکن فیصلہ مالک (اللہ) کے ہاتھ میں ہے اور اِس کی طرف سے کوئی فیصلہ جب ہوگا تو یہ دونوں مانیں گے فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہوگا۔ اب ہماری آزمائشوں کا وقت نہیں خدا ہمیں معاف کرے گا۔

اِس میں بڑی سوچ اور بڑے تحمل سے بڑی ذمہ داری سے یہ سوچنا چاہیے کہ ہماری طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی ایسی بات سامنے نہ آئے جس سے بات چیت کے اِس

عمل میں کسی قسم کا رخنا پڑے۔ آپ کو معلوم ہے، کئی طاقتیں ایسی ہیں جو اب بھی ہمارے ملک میں حاوی ہیں کئی طرح سے حاوی ہیں اور اُن لوگوں کی طرف سے حاوی ہیں جو شاید اِس بات چیت کو کامیاب ہوتے دیکھنا نہ پسند کرتے ہوں۔ میرا خیال ہے ایسی طاقتیں ہندوستان میں بھی ہیں، کشمیر میں بھی ہیں اور یہاں پاکستان میں بھی ہیں۔ میں آپ سے اِس ملاقات میں آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گا بلکہ مختصراً اتنا گزارش کروں گا کہ جو کچھ آپ کے دِل میں ہے وہ میرے دِل میں ہے۔ جو نوشہری صاحب کے دِل میں ہے وہی میرے دِل میں ہے ہم سب اپنی اپنی جگہ ایک ہی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ میں یہاں آیا تو سردار عتیق احمد خان صاحب نے فرمایا کہ.... ''یہ ایسے وقت میں آئے کہ Peace process بھی شروع ہے اور جنوبی ایشیاء میں سیاسی حالات بھی تبدیل ہو رہے ہیں''۔ میری اور آپ کی اللہ پاک سے یہی التجا ہے کہ کشمیریوں کے مابین یہ جو سدِ سکندری ہے ہم اِسے پاش پاش کر سکیں۔ ہم امن، اتحاد اور اتفاق کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں۔ جموں کشمیر میں جو قتل و غارت، جو عصمت ریزی اور جو دیگر ناشگوار حالات ہوئے ہیں اب ہمیں اللہ تعالیٰ اِن سے نجات دے۔ میں اتنی ہی عرض کروں گا اور اِس کے ساتھ ہی میں قائدین کا اور اپنے سب دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے میرا یہاں حوصلہ بڑھایا میری عزت افزائی کی۔ دراصل یہ میری عزت افزائی نہیں ہے یہ اُس ہستی کی عزت افزائی ہے جس کا نام (جی صاحبؒ) ہے اور تاریخ کے لحاظ سے پاکستان کا یہ حصہ اور ریاست جموں و کشمیر سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ اِس طرح کہ میرے دادا صاحبؒ، دربار کنیاں شریف سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ دربار کنیاں شریف سے ہی مولانا محمد قاسم صاحب کوہ میری، موہڑہ شریف والے بیعت تھے ایبٹ آباد میں بھی اِن کے خلیفہ موجود تھے۔ گلگت میں میر عبدالسبحان صاحب تھے۔ پونچھ میں مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب تھے۔ سردار سکندر صاحب (وزیر اعظم آزاد کشمیر) کے

دادا اور والد اِس سلسلے میں میرے دادا (بابا جی لارویؒ) سے بیعت تھے۔ اِس لئے میں تو اِس وقت اپنے آپ کو اپنے ایسے بھائیوں کے درمیان سمجھتا ہوں کہ جن کی ملاقات کی تڑپ تھی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ سب کے دِل میں بھی میری تڑپ تھی اِس لیے آپ میری عزت افزائی کرر ہے ہیں۔

یہاں آپ لوگوں نے مجھے عزت دی ہے، مجھ سے محبت کا اظہار کیا ہے، میں اِس کی یادیں ساتھ لے کر جاؤں گا۔ ہم مسلمان ہیں اور پوری انسانیت کی فلاح و بہود کے لیے جدو جہد ہمارا جز و ایمان ہے اور تخلیق آدمؑ کا فلسفہ ربی ہم سے یہی تقاضا کرتا ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

درد دِل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیان

اِس درد دِل میں کسی مذہب وملت کی قید نہیں ہے اِس لیے مسلمانوں پر انسانیت کی فلاح و بہبود کی ذمہ داری بدرجہ اتم عائد ہوتی ہے یہی وہ فلسفہ ہے جس پر عمل کر کے ہم دُنیا میں اپنا وقار بحال کر سکتے ہیں اور اپنا جائز مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت قائد اعظم علی محمد جناحؒ نے مظلوم انسانیت کی فلاح و بہود کے پیش نظر برصغیر کی تحریک آزادی میں ایک تاریخی کردار ادا کیا اور پھر اپنی کمال سیاسی بصیرت اور ذہانت سے پاکستان کا قیام عمل میں لانے میں کامیاب ہوئے۔ وہ بیسویں صدی کے ایک عظیم انسان تھے۔ پوری دنیا اِن کی قائدانہ صلاحیتوں اور سیاسی بصیرت کی معترف ہے۔ میں انہیں تہہ دِل سے خراج تحسین وعقیدت پیش کرتا ہوں۔

میری اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہجر و فراق کی سیاہ رات ختم ہو اور Peace process کا عمل شروع ہو چلا ہے۔ وہ آگے بڑھے اور کسی مخالف قوت کو اس میدان میں رخنہ اندازی کرنے کی توفیق نہ ہو۔ اب بہت ہو چکا اب ہم مزید نوحہ خوانی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اپنی بات ختم کرنے سے پہلے آپ سے

اجازت لیتے ہوئے ایک بار پھر آپ سب حضرات اور بالخصوص صدر مسلم کانفرنس سردار عتیق احمد خان صاحب کا تہہ دِل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنہوں نے میری عزت افزائی کے لیے اِس نمائندہ مجلس کا اہتمام کیا اور مجھے آپ کے سامنے بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے والسلام"۔

گزشتہ سطور میں حضرت سید نوران شاہ صاحب المعروف حاجی بابا کے عرس مبارک اور حضرت میاں صاحب کے دورے کے حوالہ سے لکھے گئے راقم الحروف کے مضمون کا تذکرہ کیا گیا ہے جو سید شوکت علی شاہ صاحب نے اِس تقریب میں کسی نامور صحافی کو اخبارات میں اشاعت کے لیے دینا تھا۔ راقم الحروف پوری تقریب کے دوران سید شوکت علی شاہ صاحب سے اصرار کرتا رہا کہ یہ مضمون "نوائے وقت" کے نامور صحافی سلطان سکندر صاحب جو اِس تقریب میں موجود تھے کو دے دیں یا کسی دوسرے صاحب کے حوالے کریں لیکن اُنہوں نے نہ جانے کیوں وہ مضمون کسی ذمہ دار کے حوالے نہ کیا۔ اِس سلسلہ میں سید آغا حسین مغموم صاحب نے بھی اِن سے بار بار اصرار کیا لیکن نہ جانے کیوں وہ خاموش رہے۔ راقم الحروف کو اپنی چوبیس گھنٹے کی مسلسل محنت ضائع ہونے کا دُکھ ہوا لیکن بعید نہیں کہ سید شوکت علی شاہ صاحب صاحب نے کسی خاص مصلحت کے تحت ایسا کیا ہو۔ تاہم راقم الحروف کو اِس کشمکش میں جو نقصان اور روحانی عذاب ہوا اِس کی تلافی زندگی بھر نہ ہو سکے گی۔ وہ یہ کہ راقم الحروف مضمون کی اشاعت کی کوشش میں سید شوکت علی شاہ صاحب کی نشست کے گرد طواف کرتا رہا اور محفل میں موجود اپنے محبّ سید اقبال شاہ المعروف نجم الثاقب صاحب فرزند حضرت پیر سید محمد شاہ صاحبؒ (ساکنہ لولاب) جن سے راقم نے ایک مختصر وقت تک ہی لیکن اپنے بچوں سے بڑھ کر پیار کیا ہے کو بالکل وقت نہ دے سکا۔ راقم الحروف کے اِس ناکردہ گناہ کی سید نجم الثاقب صاحب نے سزا دی کہ جس کا راقم کسی بھی صورت متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ سزا

یہ کہ اِن کے دِل میں غلط فہمی پیدا ہوگئی اور اُنہوں نے راقم کے پیار کو منافقت سے منسوب کرتے ہوئے راقم سے تعلق توڑ لیا۔ دوسری مرتبہ ملاقات پر اُنہوں نے مجھے کہا کہ ''قریشی صاحب اگر آپ حضرت میاں بشیر صاحب سے یہ تذکرہ کرتے کہ لولاب کے پیر سید محمد شاہ صاحب کا بیٹا سید اقبال شاہ اِس محفل میں موجود ہے پھر دیکھتے کہ میاں صاحب کا روئے سخن میری طرف ہوتا یا کسی اور کی طرف''۔ اُنہوں نے یہ بات اس اطمینان اور یقین سے کہی کہ راقم الحروف کو حضرت صاحب اور موصوف کے والد گرامی پیر سید محمد شاہ صاحبؒ کے روحانی تعلق کا اندازہ ہوگیا۔ راقم الحروف کی تمنا ہے کہ زندگی میں حضرت صاحب اور ہم دونوں کی بالمشافہ ملاقات ہو اور برادر سید نجم الثاقب کی رنجش دور کرنے میں حضرت صاحب کی توجہ سے استفادہ کرسکوں۔ اللہ رب العزت میدان روحانیت کے اِس تناور شجر کا سایہ ہمیں تاحیات نصیب فرمائے.... آمین۔ حضرت صاحب کے خطاب کے بعد تقریباً دس بجے رات تمام حضرات نے اِن کے ساتھ پُر تکلیف ضیافت نوش کی اور ایک ایک کر کے ملتے اور رخصت لیتے گئے۔ صدر آزاد کشمیر میجر جنرل (ر) سردار انور خان، وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان اور دوسرے اکابرین نے گیٹ تک آ کر حضرت صاحب کو رخصت کیا جب کہ سردار عتیق احمد خان صاحب نے باہر ہوٹل کے پارکنگ احاط میں کھڑی اِن کی گاڑی کا دروازہ کھول کر اُنہیں کو گاڑی میں بٹھایا اور شکریئے کے کلمات کے ساتھ رُخصت کیا۔

اگلے روز ۹ اپریل ۲۰۰۴ء کے طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت صاحب اسلام آباد میں مقیم پونچھ کے مہاجر قریشیوں کے ہاں تشریف لے گئے لیکن بوجہ راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان کو اس دِن حضرت میاں صاحب کی رفاقت میئسر نہ آسکی جس کا ہمیں کافی افسوس ہے۔ تاہم سید شوکت علی شاہ صاحب کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق شہر اسلام آباد کے مرکز میں واقع قریشیوں کے محلے میں ڈاکٹر کفیل قریشی

اور اُن کی اہلیہ ڈاکٹر سلمیٰ قریشی نے حضرت صاحب کے اعزاز میں ایک پر تکلف و پر ہجوم تقریب اور اعلیٰ ضیافت کا اہتمام کیا جس میں قاضی فخر الدین قریشی اور آزاد کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور سیکریٹری حکومت خلیل قریشی صاحب کے علاوہ اسلام آباد اور پاکستان کے دوسرے شہروں سے اہم شخصیات نے شرکت کی۔ یہ تقریب ڈاکٹر سلمیٰ کفیل کے گھر میں اِن کے لان میں منعقد ہوئی۔ تقریب میں شریک حضرت صاحب کے سینکڑوں مریدین نے اِن سے بے حد پیار اور عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت صاحب نے دوران تقریب اپنے خطاب میں شرکائے تقریب کو اسلامی اقدار کی پاسداری کی تلقین کی اور تقریب میں شریک بعض خواتین کو سروں پر دوپٹے نہ رکھنے پر سخت سرزنش کی۔ حضرت صاحب نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ.... ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کی یہ معزز خواتین اسلامی اقدار کی پاسداری کو فرسودہ خیالی پر معمولی کرتی ہیں اور مغرب پرستی کو ترقی پسندی کا نام دیتی ہیں تو میں کبھی یہاں نہ آتا۔ لیکن اب چونکہ میں یہاں آچکا ہوں اِس لیے اپنے منصب کے مطابق بات کرنا مجھ پر واجب ہے''۔

حضرت صاحب کی زبانی اِس طرح کے دوٹوک اور بے لاگ کلمات سماعت کرنے کے بعد جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے قریشی حضرات کے ایک رشتہ دار اور صاحب علم بزرگ نے جو خود اسی برادری (قریشی) سے تعلق رکھتا تھا اپنی نشست سے اُٹھ کر حضرت صاحب کے ہاتھ چومے اور بے حد عقیدت کا اظہار کیا۔

حضرت صاحب نے رات کو قاضی فخر الدین قریشی صاحب کے بھتیجے اور ڈاکٹر سلمیٰ کفیل کے بھائی ظہور قریشی صاحب کے گھر قیام فرمایا۔ ۱۰ اپریل ۲۰۰۴ء کو پشاور تشریف لے گئے جہاں سیر و سیاحت کے علاوہ کچھ کُھسے اور لُنگیاں خریدیں اور واپس راولپنڈی آ گئے جہاں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت چکلالہ سکیم (III) میں کشمیر کونسل کے ممبر مطلوب انقلابی صاحب کے گھر کھانا کھانے کے بعد رات کو

واپس سوہاوہ شریف پہنچے۔ مطلوب انقلابی نے دس ہزار روپے بطور نذر پیش کیے جو حضرت صاحب نے قبول فرلیئے ورنہ اُن کے دورے کے دوران عام طور پر دیکھا گیا کہ لوگوں نے لاکھوں روپے بطور نذرانہ پیش کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت میاں صاحب نے سب سے معذرت کرلی۔ قریشی حضرات کا نذرانہ بھی قبول کیا لیکن وہ خود نہ رکھا بلکہ سید شوکت علی شاہ صاحب سے کہا کہ ''آپ رکھ لیں''۔

تسلسل کے انقطاع پر معذرت کے ساتھ یہاں یہ بات بھی گزارش کرتا چلوں کہ بقول سید شوکت علی شاہ صاحب اسلام آباد میں ڈاکٹر سلمٰی کفیل قریشی صاحبہ نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ ''حضرت میری دو بچیاں ہیں، بچہ کوئی نہیں ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے بچہ عطا کریں''۔ حضرت صاحب نے فرمایا.... آپ بڑی نامور ڈاکٹر ہیں آپ میرے ساتھ سودا کریں۔ میری بیوی بیمار ہے آپ اِس کا علاج کریں خدا پاک آپ کو بیٹا عطا کرے گا''۔ اگلے روز ۱۱/اپریل ۲۰۰۴ء کو حضرت سید نوران شاہ صاحب عرف (حاجی باباؒ) کے عرس کی تقریب طے تھی۔ حضرت صاحب دِن کے مسلسل سفر کی تھکاوٹ کے باوجود رات کو عبادت میں مصروف رہے جب کہ مسجد شریف میں معتقدین اور مریدین حضرت حاجی بابا صاحبؒ اور بابا جی صاحب لارویؒ کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے رہے اور نوافل پڑھتے رہے۔ راقم الحروف اور پیرزادہ افسر خان بھی رات کو سوہاوہ شریف پہنچ گئے تھے۔ جہاں ہم نے نماز عشاء کے بعد سید آغا حسین مغموم صاحب کے دولت خانہ پر کھانا کھایا اور وہیں رات گزاری۔ رات بھر عرس شریف میں آنے والوں کے لیے کھانا پکانے کا سلسلہ جاری رہا۔ صبح تقریباً نو بجے عرس کی تقریب کا باضابطہ آغاز ہوا اور آہستہ آہستہ مسجد شریف کا پورا احاطہ لوگوں سے بھر گیا۔ تقریب کے سٹیج سیکریٹری کے فرائض سید آغا حسین مغموم صاحب نے انجام دیئے جو خود بھی اچھے مقرر اور صاحب علم شخص ہیں۔ مقررین کی ایک بڑی تعداد تھی اور سبھی حضرت صاحب کی موجودگی میں سٹیج پر آکر کچھ کہنا اپنے لیے ایک اعزاز

تصور کرتے تھے لیکن چند ہی لوگ یہ اعزاز حاصل کر سکے۔ زیادہ تر وقت سید شوکت علی شاہ صاحب کے چچا سید محمد شاہ صاحب نے لیا جنہوں نے حضرت سید نوران شاہ صاحب عُرف (حاجی باباؒ) اور اِن کے عظیم المرتبت مرشد حضرت بابا جی صاحب لارویؒ سے اِن کے تعلق کے بارے میں مستند حوالوں سے شرکائے تقریب کو آگاہ کیا۔ عرس کی تقریب میں پیش کرنے کے لیے راقم الحروف نے سید شوکت علی شاہ صاحب کے اصرار پر ایک نظم لکھی تھی لیکن میرے مشاہدے میں آیا کہ مجھے نظم پیش کرنے کے لیے موقع دینا۔ سٹیج سیکریٹری اور بعض دوسرے حضرات پر گراں گزر رہا ہے تو میں نے میاں صاحب کی موجودگی اور شفقت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِن کے خطاب سے پہلے اپنی نظم سٹیج سیکریٹری کے دو منٹ کے ختم کرنے کے حکم کی عدولی کرتے ہوئے دس منٹ میں ختم کی کیوں کہ اللہ کے فضل سے مواد اور میرے ترنم نے سامعین پر اتنا اثر کیا کہ مجھے اِن کے اصرار پر اکثر اشعار مکرر پڑھنا پڑے۔

بقول سید یوسف نسیم صاحب یہ میری بہترین نظم اور بہترین پیشکش تھی۔ نظم کے دو اشعار یہ ہیں۔

یا الٰہی یہ دیا یہاں حشر تک جلتا رہے
پھول پودا یہاں کا یا رب پھولتا پھلتا رہے
اور یہاں سے یا الٰہی لاروی صاحبؒ کا فیض
آگے پیچھے دائیں بائیں تا ابد چلتا رہے
لاروی صاحبؒ پہ جتنا فخر ہے کشمیر کو
اتنا ہی کشمیریوں کو وہاں صلہ ملتا رہے
حاجی باباؒ کے عرس کی ہے محفل یہاں
تاکہ یاں سے فیض سب کو ہر وقت ملتا رہے
ہیں دعائیں مانگتے رو رو کے سب شرکاء یہاں

وصل کے میلے میں یوں ہر چہرہ یاں کھلتا رہے
یاں ہمارے ساتھ ہیں حضرت میاں بشیر صاحب
چودھویں کا چاند یہ ہر عرس پہ چڑھتا رہے
جانشیں آزاد صاحب کے ہیں یاں شوکت علی
میاں صاحب کی دعا سے چار سو چرچا رہے
قدم رنجہ یاں پہ فرمایا جو حضرت جو حضرت آپ نے
اِس سے پاکستان آگے ہی سدا بڑھتا رہے
ہو مبارک میاں صاحب آپ کا آنا یہاں
آپ کی آمد سے یوں ہی دِل سے دِل جُڑتا رہے
نفرتیں گھٹتی رہیں اور رنجش مٹتی رہیں
گہرے سے گہرا زخم اِک نظر سے بھرتا رہے
میاں صاحب آتے رہیے گا یہاں پہ بار بار
نذر اپنے شعر تا کہ دوست یاں کرتا رہے

(مورخہ ۱۱ر اپریل ۲۰۰۸ء)

اِس کے بعد حضرت صاحب جب سٹیج پر تشریف لائے تو پورے سوہاوہ شریف کی فضا ''اللہ اکبر'' کے فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھی۔ حضرت صاحب نے حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد شرکائے محفل کو سلام کیا اور اپنے خطاب کا آغاز فرماتے ہوئے فرمایا کہ.... ''مجھے آج حضرت سید نوران شاہ المعروف حاجی باباؒ کے عُرس مبارک میں شرکت کی سعادت حاصل کر کے جتنی خوشی ہوئی ہے میں اِس کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتا''۔

''حضرت حاجی بابا صاحبؒ نے ۱۹۸۳ء بکرمی سے لے کر ۲۰۰۴ بکرمی تک اکیس سال چھبیس (۲۶) جیٹھ کے عرس کے علاوہ کئی عرس وانگت میں اپنے پیر مرشد

کے دربار پر منائے۔ حضرت حاجی بابا صاحبؒ ۸رجون، (۲۶ جیٹھ) کو کنیاں شریف کے حضرت بابا جی صاحبؒ کا عرس منائے کے لیے جب وانگت شریف جاتے تھے اُس وقت سڑکوں اور سواری کا اتنا انتظام نہیں ہوتا تھا لیکن وادی کشمیر اور پونچھ راجوری کے درویش حضرات، صوفی حضرات اور بڑی بڑی گدیوں کے پیر اِن کے ساتھ ہوتے تھے۔ وہ سرینگر سے وائیل تک جب گاڑیوں میں بیٹھے تھے تو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کا ذکر شروع کرتے تھے اور آگے تقریباً بارہ چودہ میل اسی طرح ذکر کرتے ہوئے پیدل جاتے تھے۔ ایک دو دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے حاجی باباصاحبؒ (سید شوکت علی شاہ صاحبؒ) کے دادا کے ساتھ سرینگر سے وانگت جانے کا شرف حاصل ہوا تو دیکھا کہ اِن کے گلے کی رگیں (اپنی شہادت اُنگلی دکھاتے ہوئے فرمایا)....اتنی اتنی تھیں اور جب وہ ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ'' کہتے تھے تو ساری مجلس کی وہی کیفیت ہو جاتی تھی۔ یہ اکیس سال کا واقعہ دیکھنے کے بعد میرے دِل پر ایک خاص اثر ہونا ایک لازمی بات تھی مجھے جموں میں شوکت صاحب نے فون پر کہا کہ گیارہ اپریل کو حضرت حاجی باباؒ کا عرس کریں گے لہٰذا میری بھی اور میرے بہت سارے دوستوں کی یہ خواہش ہے کہ آپ اِس عرس مبارک میں شرکت کریں۔ انسان کے دِل پر کچھ زخم ہو جاتے اور وہ زخم ایسی مجلسوں میں زیادہ کُھلتے رہتے ہیں۔ میں نے شوکت صاحب کو کہا مجھے کنیاں شریف جانے کی خواہش ہے میں انشاءاللہ تعالیٰ ضرور آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اکتیس (۳۱) مارچ کو یہاں پہنچا۔ میں یہاں سے کنیاں شریف گیا وہاں حاضری دی میں نے تریسٹھ سال کے بعد یہ حاضری دی۔ (شرکائے محفل نے یک زبان ہو کر ''سبحان اللہ'' کہا اللہ پاک نے سریسٹھ سال تک مجھے ظاہری طور پر یہ موقع نصیب نہیں کیا۔ مجھے ایک فراق تھا اور جب اللہ پاک نے مجھے یہ موقع دیا تو میں نے سمجھا کہ خدا پاک کی طرف سے مجھے آج سب نعمتیں مل گئیں اور یہ دوسری نعمت مجھے آج ملی کہ میں حاجی باباؒ کے آج کے اِس عرس میں حاضر

ہو رہا ہوں۔ حالانکہ اِن کی تاریخ وفات اور ہے۔ میری رات آج اسی طرح گزری جس طرح چھبیس (۲۶) جیٹھ کو بابا جی صاحبؒ کے عرس میں گزرتی ہے۔ میں آپ کے اور آپ کے احباب کے ساتھ رہا اور اِس تصور میں رہا جو میں دیکھ رہا تھا کہ مجلس کیا ہوتی تھیں۔ وہ نور کیا ہوتے تھے، وہ دعائیں کیا ہوتی تھیں، وہ اجابت کیا ہوئی تھی، وہ قبولیت کیا ہوتی تھی۔ شاید آپ سب لوگ حضرت حاجی نوران شاہ صاحب قبلہؒ کے اور میرے بابا جی صاحب لارویؒ کے روحانی تعلق سے پورے واقف نہیں ہوں گے۔ یہ میرا خیال ہے کیوں کہ یہ واقع اسی سال سے زائد کا واقع ہے اور ہم بہت کم آدمی یہاں رہے ہوں گے جو اسی سال کے ہوں گے۔ حضرت حاجی نوران شاہ صاحب قبلہؒ فرماتے ہیں اور حضرت مہرالدین صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں یہاں سے بے کسی بے چارگی اور غریبی کے حال میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اور دیارِ حبیبؐ میں اپنے آپ کو اِس خاک مبارک یک ساتھ رنگنے کے لیے اپنی والدہ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ کوئی سفر خرچ نہیں تھا کوئی ساتھی نہیں تھا اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا۔ سفر کی کئی مشکلوں اور مصیبتوں کے بعد جب بیت اللہ شریف پہنچا جہاں بیت اللہ شریف کے طواف میں مشغول تھا۔ پیدل چلنے کی وجہ سے پاؤں میں زخم پڑ گئے تھے میں نے دیکھا کہ رکن یمانی کے پاس طواف بیت اللہ کے دوران ایک اجنبی آدمی میرے ساتھ ہو گیا۔ اِس اجنبی آدمی نے میرے ساتھ طواف کرنا شروع کیا۔ میں نے اِس کی طرف دیکھا تو خیال گزرا کہ یہ کوئی بہت بڑے ولی ہیں۔ طواف سے فارغ ہو کر ان سے بات کروں گا لیکن وہ غائب ہو گئے۔ میرا اشتیاق اور بڑھا، میں درد سے لاچار تھا اور رات کو میں جس مقام پر رہتا تھا وہاں لیٹا تو میں نے سوچا کہ وہ آدمی کون تھا۔ کیا یہ قصہ آپ لوگوں نے سُنا ہوا ہے؟ (مجلس میں بیٹھے اکثر لوگوں نے باآواز بلند کہا حضرت ہم نے نہیں سُنا) اِس پر حضرت صاحب نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا....

''حضرت حاجی بابا ؒ یہ سوچ ہی ہو رہے تھے کہ وہ شخص وارد ہو گیا علیک سلیک کے بعد اُنہوں نے کہا ''آپ کون ہیں''۔ انہوں (باباجی صاحب لارویؒ) نے کہا ''یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں لیکن آپ کے دِل میں جو یہ خیال ہے کہ میرے پاؤں کے اِس درد کی وجہ سے میں وطن واپس نہ جاسکوں گا اور شاید میرا خمیر یہیں ہے''۔ ایسی بات نہیں ہے میں تمہیں مبارکباد دینے آیا ہوں۔ آپ کی عمر بہت لمبی ہے اور آپ کروڑوں گمراہوں اور گنہگاروں کو راہ راست پر لائیں گے۔ خدا کی مخلوق آپ سے مذہبی اور روحانی فیض حاصل کرے گی۔ آپ کے وطن جانے کا انتظام ہو گیا ہے۔ آپ زخم کے لیے کچھ فکر نہ کریں یہ ٹھیک ہو جائے گا۔ جب آپ اپنے وطن میں پہنچ جائیں گے تو آپ بہت جلد مجھے کشمیر میں ملیں میں کشمیر میں مشرق کی طرف برف پوش پہاڑوں کے نیچے رہتا ہوں۔ حاجی بابا صاحبؒ نے عرض کہ ''آپ کا کوئی اور ایسا نشان ہے جس سے میں وہاں پہنچ کر آپ کو پہچان لوں''۔ تو اِس پر حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنی ٹوپی کو ذرا اوپر کیا اِن کی پیشانی پر زخم تھا فرمایا کہ....

''میری یہ نشانی یاد رکھنا''۔ یہ کافی لمبے واقعات ہیں میں بہت مختصر طور پر آپ کو بتا رہا ہوں۔ وہ جب گھر آئے اور دیکھا کہ اِن کی والدہ اپنے اِس بیٹے (ولی کامل) کے فراق میں رو رو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح آنکھوں کی بینائی گنوا چکی تھی۔ کسی سید نے انہیں دور سے آتے ہوئے دیکھا اور پہچان لیا۔ اِن کی والدہ صاحبہ کی خدمت میں عرض کی کہ....

''محمد شاہ جے کھریاں مینہ وسے نی رب رحیم نوں دور میاں''

حاجی نوران شاہ آ گئے.... کچھ دِن آرام کیا اور سفر کا سارا واقعہ اپنی والدہ سے بیان کرتے رہے۔ اِس میں یہ نشان کا واقعہ اور کشمیر میں برف پوش پہاڑوں کے نیچے بلانے کا سب واقعہ بیان کیا۔ والدہ محترمہ نے کہا ''بیٹا سُنا ہے کہ کشمیر میں لار شریف میں اِس قسم کے پہاڑ ہیں ان کے نیچے ایک ولی ہیں۔ آپ فوراً چلے جائیں''۔ اُنہوں

(حاجی بابا صاحبؒ) نے کہا ''میں نے سُنا ہے بلکہ سطح سمندر سے لے کر یہاں تک ہر چیز خدا کی ثنا کے ساتھ جی صاحبؒ کا نام لیتی ہے۔ میں نے آپ سے اِس لیے یہ عرض کیا ہے کہ میں سید بھی ہوں، عالم بھی ہوں اور حاجی بھی ہوں۔ لیکن جی صاحبؒ عالم بھی نہیں، سید بھی نہیں اور حاجی بھی نہیں اِس تردد کا کیا کروں''۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا.... ''حاجی صاحب اِن باتوں کا خیال مت کریں فوراً چلے جائیں''۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں تیسرے روز وہاں سے چل کر لار شریف پہنچا آگے ہجوم تھا۔ بابا جی صاحبؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دور سے اِن کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ وہی شخصیت ہیں جو مجھے بیت اللہ شریف میں ملے تھے لیکن وہ جو زخم کا نشان ہے اگر وہ میں دیکھ لیتا تو اور اطمینان ہو جاتا۔ اِس لمحے حضرت بابا جی صاحبؒ نے اپنی ٹوپی (تاج) کو اوپر کرتے ہوئے فرمایا....

''مخفی بوٹیا عشق دی رمز کولوں رانجھا ہیر دا یار چروکنا سی''

اُن کو تسلی ہوگئی کہ ہاں جو کچھ دیکھا تھا یہ وہی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا کو کیا منظور ہے۔ آدھ گھنٹہ یا کچھ وقت مہمانوں کے ساتھ گزار کر باتیں کر کے جس کو رخصت کرنا تھا اُس کو رخصت کیا اور اِس کے بعد آپ مسجد کے اندر چلے گئے اور حضرت حاجی بابا صاحبؒ کو اپنے پاس بلایا فرمایا ''آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں، فرمائیں''۔ حضرت حاجی بابا صاحبؒ نے حج سے لے کر واپس راجوری مع اِس ملاقات کے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ.... ''میں راجوری سے آپ کے اِس حکم اور اشارے کے مطابق یہاں آیا ہوں''۔ اُنہوں نے حضرت بابا جی صاحب لارویؒ نے لانگری کو کہا کہ.... ''اِن کو فلاں جگہ پر ٹھہراؤ انہیں گرمی نہ لگے''۔ وہ گرمی کے دِن تھے اور اِن کو یہ کہا کہ.... ''کوئی خوش نصیب ایسا ہوتا ہے جس کو ایسا حج نصیب ہوتا ہے۔ اچھا اب آپ کی اور میری تہجد کے وقت ملاقات ہوگی اور جو خدا پاک منظور ہوگا وہی ہوگا''۔ حضرت بابا جی صاحبؒ اپنے حجرے میں چلے گئے۔ سحری کے وقت لانگری کو

کہا کہ ''حاجی صاحب کو بلاؤ''۔ حاجی صاحب آئے، تو وہ اپنے نماز کے تختہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت باباجی صاحبؒ نے فرمایا.... ''حاجی صاحب تم سید بھی ہیں، عالم بھی ہیں، حاجی بھی ہیں۔ ہوں سید بھی نہیں، عالم بھی نہیں، ہوں گجر ہوں''۔ حاجی صاحب نے کہا ''حضرت خدا گواہ ہے۔ میں آج سے گجر بجران ہوں میں اِس بات کا اقرار کرتا ہوں''۔ اُنہوں نے کہا ''نہیں ہم رسول اللہؐ کے ادنیٰ غلام ہیں آؤ تمہیں اللہ کے فضل سے تخت پر بیٹھاتے ہیں اور مست پیالہ پلاتے ہیں''۔ تو جب انھیں تخت پر بٹھایا اور بیعت کیا تو میرے بابا صاحب حضرت میاں نظام الدین لارویؒ جب اِس کمرے کو دیکھتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ اِس کی دیواروں کی مٹی کے ساتھ بھی اِن (حاجی بابا صاحبؒ) کا اتنا خون لگا تھا کہ اِس مٹی کو اُٹھا کر حضرت باباجی صاحبؒ کی زیارت کے ساتھ دفن کیا تھا اور اِس کمرے کی نئے سرے سے لپائی کی گئی تھی کہ حاجی صاحبؒ کے خون کی کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ پھر حضرت حاجی صاحبؒ کو خلافت ملی اور حاجی صاحبؒ معرفت کا آفتاب بن کر چمکے۔ اِن کے واقعات سے لوگ واقف ہوں گے لیکن میں بھی واقف ہوں۔ میری واقفیت میں کوئی دِن ایسا نہیں ہوگا جب حاجی صاحب یاد نہ آئے ہوں۔ بلکہ سچ بات یہ ہے جس قافلے کے ساتھ میں تھا اِس کے سارے چراغ یہاں سے چلے گئے ہیں۔ میں ایک اکیلا پریشان ہوں اور خدا جانے میری اب آپ سے ملاقات ہو یا نہ ہو یہ مالک کے اختیار میں ہے۔ آج آپ اِن کا عرس منا رہے ہیں۔ کئی باتیں ہیں لیکن اصل بات حاجی بابا صاحبؒ اور اِن کے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی ہے اور ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کی ہے جو ہدایت ہے۔ جو بتایا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے۔ خدا کے بعد ایک رسولؐ ہیں اور قرآن اور شریعت ہے۔ باقی جو تمام چیزیں جن کو ہم یاد کرتے ہیں اِن سے پہلے ہمیں یہ یاد کرنا چاہیے کہ ہمیں درس کیا دیا گیا ہے۔ ہمیں سبق کیا دیا گیا ہے ہمیں درس یہ دیا گیا ہے کہ....

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ہر انسان کے کندھوں پر کرامن کاتبین دو گواہ بیٹھے ہوتے ہیں یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے نامہ اعمال سے کرامن کاتبین پریشان نہ ہوں۔ ہم سے نفرت نہ کریں اور ہماری ڈائری کوئی ایسی نہ وہ جس میں توحید کا ذکر نہ جس میں رسالت کا ذکر نہ ہو جس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر نہ ہو۔

یہاں بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے ہیں آج اِس دنیا میں بحث شروع ہے۔ کبھی کم کبھی زیادہ مگر یہ ہمیشہ جاری رہے گی۔ کوئی آدمی ساری عمر کوئی اور خیال نہ کرے کسی بات کا خیال نہ کرے، کسی وطن کا خیال نہ کرے، کسی کتاب کا خیال نہ کرے صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا رہے مگر نبیؐ کا خیال نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا اور جس وقت کوئی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰہِ ہ کہے گا تو وہ کافر نہیں رہے گا۔ اِس میں اگر سینکڑوں غلطیاں بھی ہوں گی، وہ گنہگار ہوگا، مجوسی ہوگا، کچھ ہوگا لعنتی ہوگا کچھ ہو لیکن وہ کافر نہیں ہوگا۔ کوئی اِسے کافر کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔ آج ہم دیکھتے ہیں، سُنتے ہیں، اخبارات میں پڑھتے ہیں، کتابیں ایسی ہیں جن میں لکھا ہے یا رسول اللہؐ مت کہو، وہ بھی ایک بندہ تھے وہ چلے گئے۔ لقمان حکیم کے قصوں کو پڑھ کر کہتے ہیں کہ وہ حکمت میں بڑا ماہر تھا۔ آدمؑ کا واقعہ پڑھ کو کہتے ہیں وہ جنت سے نکالے گئے۔ یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا کہ بھائیوں نے اِن کے ساتھ ایسا سلوک کیا، وہ عزیز مصر کے پاس گئے پھر بادشاہ بنائے گئے۔ کوئی اِس کا قصہ کیوں نہیں کرتا کہ جب آدمؑ جنت سے نکلتے وقت جنت کے دروازے پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰہِ لکھا دیکھتے ہیں تو حضرت جبرائیل امینؑ کی وساطت سے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ.... ''یہ پاک نام آپ کے نام کے ساتھ کس کا ہے''۔ کہا گیا ''آپ کی نسل سے یہ میرا حبیب پیدا ہوگا اور اِس کے طفیل آپ کے اور آپ کی

اولاد کے درجات بلند ہوں گے''۔ یہ ہدایت دکھانے والا ہے اِس پر ہم کیا کہیں کہ آج سائنس کہہ رہی ہے کہ چاند پر آبادی ہے یہ آپ کے اور میرے سامنے ایک نئی بات ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ چاند آیا گریبان سے اندر گیا اور دونوں بازوؤں سے باہر نکلا اور پھر ایک ہو گیا اور اب سائنس یہ کہہ رہی ہے۔ مخالف یہ بات کہہ رہے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہیں جو جڑے ہوئے ہیں، یہ معجزہ رسول اللہؐ نے چودہ سو سال پہلے دکھایا۔ آج اِس تاریخ میں جسے سائنس رقم کر رہی ہے اِس تاریخ کا حوالہ دیتی ہے کہ واقعی چاند کی یہ صورت ہے۔ آدمؑ سے لے کر آں حضورؐ تک نیکوکار، پیغمبر، صالحین سبھی نے یہ افسوس کیا کہ معمولی بات پر ہم جنّت سے نکالے گئے افسوس ندامت کا اظہار کیا لیکن ۲۷ر رجب کو جبرائیل امینؑ براق لے کر آئے اور کہا ''یارسول اللہؐ پاک نے آپ کو عرش عظیم پر بلایا ہے مسلمانوں کی اِس واقعے سے وہ ساری کی ساری جو پریشانی تھی، رونا تھا، افسوس تھا ختم ہو گیا۔ آپ کا، ہمارا، آنے والی نسلوں کا اور اِس سے پہلوں کا بھی محمدؐ آج خدا کے ساتھ مل کر فیصلے کر رہا ہے۔ یہ ختمات کی عظمت ہے کہ اِس دِن اِن کو یاد کیا جاتا ہے اور ختموں میں میں نے جو دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ جب زمین پر کچھ آدمی اکٹھے ہو کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر کرتے ہیں تو ذات پاک فرشتوں سے پوچھتی ہے زمین پر یہ کیا بات ہے۔ جبرائیل امینؑ عرض کرتے ہیں ''یارب تیرے بندے تیرا ذکر کر رہے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اچھا تم گواہ رہنا میں نے اِن سب کو بخش دیا''۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِس کے علاوہ باہر اور کیا شور ہے''۔ حضرت جبرائیل عرض کرتے ہیں ''یہ کچھ لوگ لکڑی لا رہے ہیں، کچھ کھانا کھلا رہے ہیں''۔ ارشاد ہوتا ہے ''میں نے اِن کو بھی بخشا''۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ''یہ دوڑ دوڑ کر کون آ رہے ہیں''۔ عرض کی جاتی ہے ''یہ اِس ختم میں شریک ہونے آ رہے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ''میں نے اِن کو بھی بخشا''۔ اللہ تعالیٰ کو الرحمان اور الرحیم کی اپنی صفات سے اتنا اُنس ہے کہ وہ اِن کو اپنی ''ربیت'' کے بعد دوسرا درجہ

دیتے ہیں آج رات یہاں یہی ذکر تھا۔ ہمارے جیسے سونے والے گنہگاروں کو بھی آپ بخشوایئے۔ آپ کی شب بیداری کام آئی اور دوسرے اکیس سال کے مشاہدے، دیکھنے اور یاد کے ساتھ گیارہ اپریل کا یہ دِن اِن یادوں کو تازہ کرتا ہے۔

اب میں دو تین باتیں عرض کروں گا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہ مسلک ہے، انسان جتنا اپنے آپ کو صاف رکھے تو یہ سمجھے کہ میں خداپاک کو پسند ہوں کیوں کہ اللہ پاک کہتا ہے ''میں پاک ہوں مجھے پاکی پسند ہے''۔ ہم سارے مسلمان ہیں خواہ ہم نقشبندی مجددی ہوں، قادری ہوں، چشتیہ ہوں، سہروردی ہوں سب کا تعلق رسول پاکؐ سے ہے اِس سے باہر کچھ نہیں ہے۔ آپ سب دوستوں سے میری التماس ہے کہ آپ جہاں بھی بیٹھے ہیں الحمد وللہ یہاں نماز کا چرچہ ہے یہاں راستے میں بھی جگہ جگہ مسجدیں ہیں یہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ بڑا ہی دِل خوش ہوا ہے۔ آپ جہاں بھی بیٹھے ہیں وہاں نماز کا تذکرہ کریں۔ آپ درود شریف پڑھتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں، قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ آپ کوشش کریں کہ آپ تمبا کو چھوڑ دیں۔ خداوند کریم آپ کے اِس فعل کو اتنا پسند کریں گے، آپ پر اتنی مہربانی ہو گی جس کا آپ کو اندازہ نہیں ہے۔ مہربانی آپ کے اوپر آتی ہے لیکن سگریٹ کا یہ دھواں درمیان میں حائل ہو جاتا ہے۔ یہ میری آپ سے گزارش ہے۔ میں نے پہلے ہی آپ سے کہا کہ یہ مسئلہ نہیں ہے یہ تقویٰ ہے۔ مسئلہ شریعت کا ہوتا ہے تقویٰ پاکی اور دِل کا ہوتا ہے۔ دوسرا آپ جہاں بھی کسی مرد یا عورت کو نماز میں غفلت برتتے دیکھیں تو وہاں پیار سے بھی زور سے بھی اور ڈنڈے سے بھی سمجھائیں۔ آپ سینکڑوں کنال زمین کشمیر میں، پونچھ، راجوری میں چھوڑ کر آئے۔ آپ نے ایک چھٹا نک آٹا بھی وہاں سے نہیں لایا لیکن آپ وہاں سے اچھا کھاتے بھی ہیں اور پہنتے بھی ہیں یہ تو اِس کا وعدہ ہے۔ وہ اپنے وعدے کے خلاف کب کرتا ہے۔ مانگنے والوں کو تو کبھی خالی نہیں لوٹاتا بلکہ وہ بن مانگے دیتا ہے۔ اِس کا حکم ہے کہ روزی ہر ایک کو ملے گی۔ اِس کا حکم ہے ہوا ہر

ایک کو ملے گی خواہ کوئی کسی بھی مذہب اور فرقے سے تعلق رکھتا ہو اللہ کی اِن نعمتوں سے محروم نہیں رہتا۔ میں علماء کرام کے سامنے زیادہ تفصیل تو نہیں بیان کروں گا لیکن جس طرح روزِ محشر حضور نبی کریمؐ حوض کوثر سے پانی تقسیم کریں گے اِس طرح اِس وقت جو ہوا یہاں آرہی ہے وہ اِس گرمی میں مدینہ پاک سے ہو کر آرہی۔ ہوا کہیں نہیں رُکتی قرآن پاک میں فرمایا گیا ''اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ط'' وہ حوض کوثر جو ہے وہ گرمی اور پریشانی کے وقت کا ہے۔ یہاں بھی گرمی اور پریشانی کے وقت آپ کو یہ پنکھا ہوا دے رہا ہے اِس سے ہمیں سردی ملتی ہے۔ گرمی کم ہوتی ہے یہاں آپ پانی پیتے ہیں پانی میں ہمیں رسول اللہ کی رحمت ملتی ہے ''وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن'' یہ ساری نعمتیں جو ہمیں مل رہی ہیں یہ رسول اللہ کی رحمت کے طفیل ہیں۔ میں بڑا خوش ہوا ہوں کہ لوگ یہاں ذکر کرتے ہیں اور ذکر اللہ پاک کو بہت پسند ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد میرے بابا صاحبؒ روتے رہتے تھے، اکثر روتے تھے۔ ہم کئی بار پوچھا کرتے تھے کہ ''بابا آپ کیوں رو رہے ہیں''۔ تو وہ فرمایا کرتے تھے ''دو باتیں ہیں ایک تو حاجی صاحب چلے گئے ہیں اب وہ نہیں ملیں گے کیوں کہ خدا جانے اب کیا ہوگا۔ ایک یہ کہ مجھے کنیاں شریف کا ذکر کوئی نہیں سناتا کنیاں شریف سے آنے والے ذکر کرتے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تو میں اِس فراق میں روتا ہوں مجھے صدمہ ہے۔ چنانچہ بانڈی پورہ میں ایک علاقہ ہے جس کا کنیاں شریف کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ وہاں کے لوگ ''دراواہی'' کے انداز کا ذکر کرتے ہیں۔ بابا صاحب انہیں بلایا کرتے تھے اور اِن سے ذکر سنتے تھے اب وہ بات نہیں ہے۔

اب کیا کریں جو دِل کو نہ لگائیں خزاں سے ہم
رنگینیاں بہار کی لائیں کہاں سے ہم

آج یہ آپ کا میلہ ہے میں بھی اِس میں شریک ہوں۔ شاید میاں محمد صاحب نے فرمایا ہے کہ.... ''یہ پل پل کے میلے ہوتے ہیں، پھر بات ختم ہو جاتی ہے''۔

آج کے اِس عرس کی تقریب بھی ختم ہو رہی ہے لیکن میں نے کہنا کچھ اور تھا جو شریعت کے بارے میں تھا لیکن حضرت حاجی باباؒ کی بیعت سے متعلق بات شروع ہوئی تو چھبی جیٹھ کے عرس کی طرف میرا دھیان چلا گیا۔ میں اِس تقریب کی اختتامی دعا میں شامل ہوتا ہوں۔ آپ اِس کے بعد کھانا کھائیں گے اور تشریف لے جائیں گے۔ میں اللہ پاک سے مانگتا ہوں کہ ہماری ایک دوسرے کے ساتھ یہ ملاقاتیں جاری ہیں۔ میں اللہ پاک سے مانگتا ہوں کہ ہم صراط مستقیم پر رہیں۔ میں اللہ پاک سے مانگتا ہوں کہ ہمیں اللہ پاک دین کے راستے پر وہ استحکام عطا فرمائے جو کسی بھی لالچ، کسی بھی بات، کسی بھی غم سے ہمیں دور رکھے اور ہمارے دِلوں میں تذبذب نہ آئے۔ ہم ثابت قدم رہیں اور اللہ ہماری جدائی کو دور کرے۔ مرنا سب جگہوں پر ہے لیکن یہاں سے دوڑ کے وانگت جائیں، وہاں سے دوڑ کے یہاں آئیں، یہاں سے دوڑ کے کنیاں شریف جائیں۔ گولڑہ شریف جائیں، علی پور جائیں تو اِس سے زیادہ اور خوشی کیا ہے اِس سے زیادہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ نہ تخت ضرورت ہے، نہ فوج ضرورت ہے، نہ موج ضرورت ہے کسی کی فوج کسی ایریئے میں ہوگی حضرت خواجہ نقشبندؒ کی فوج دیکھو کتنی ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی فوج دیکھ لو کتنی ہے؟ آپ دیکھ لیں حضرت خواجہ محی الدین چشتیؒ کی فوج کتنی ہے؟ میں ہندوستان کی بات کر رہا ہوں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی فوج دیکھو کتنی ہے؟۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

یہ دیکھیں یہ کل کی بات ہے میں نے پوچھا نہیں'' کہ یہ واقعہ صحیح ہے لیکن میں نے لکھا ہوا پڑھا ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے صاحبزادے غلام محی الدین ایک مشاعرے میں سحری کے وقت نعت شریف پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران اِن کا وصال ہو گیا۔ ہم تو اِن لوگوں کے ساتھ وابستہ ہیں جو رسول پاکؐ کے ساتھ وابستہ

ہیں۔ رسول ﷺ اور خدا کو کوئی الگ کر ہی نہیں سکتا خدا سب کا سانجھا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا سانجھا مانجھا ہے''۔

اِن الفاظ کے فوراً بعد حضرت صاحب نے سید شوکت علی شاہ صاحب کے چچا سید پیر محمد شاہ صاحب سے دعا کرنے کے لیے کہا پیر صاحب موصوف نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے اِنہیں انکساری، عاجزی اور توجہ سے دعا کرنے کی تلقین کی۔ دعا میں استحکام پاکستان اور قضیہ کشمیر کے پُر امن و پر وقار حل کے لیے خصوصی دعا کی گئی کہ جنوبی ایشیاء اور پوری دنیا میں امن قائم ہو تا کہ اللہ کی مخلوق کسی خوف اور اندیشے کے بغیر باہمی اتحاد و اتفاق اور خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ تمام حاضرین نے باآواز بلند حضرت صاحب کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے ''آمین'' کہا لیکن شاید حضرت صاحب فرطِ جذبات اور فراوانئ خیالات کے باعث کچھ ضروری باتیں جو اِس تقریب میں مزید کرنا تھیں نہ کر سکے تھے۔ اِس لیے پیر محمد شاہ صاحب کی دعا کے بعد اُنہوں نے گوجری زبان میں اپنا خطاب دوبارہ شروع کرتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ.... ''حضرت حاجی صاحب کا دو صاحبزادہ زندہ ہیں ایک کو ناں سید محمد شاہ ہے، ایک کو ناں سید نذیر احمد ہے۔ نذیر احمد مھاری پونچھ بیچ ہیں ہور محمد شاہ صاحب اِت تھارے کول ہیں یہ اسم باسمّی محمد شاہ ہیں۔ اِس ماں کوئے شک نہیں ہوں تے یہ شاید چھ مہینہ نکا بڑا ہاں۔ مھارو بچپن اِسے طرح گزر تو رہیو حاجی صاحبؒ ہور عبداللہ شاہ ہوراں کا جانشین ہون کے ناطے میری طرف تے تھارو خادم حاجی صاحب کا طرف تے بھی خادم ہور حاجی صاحب کی اولاد تے بھی میری یاہ اپیل ہے کہ ''شوکت علی'' ہے۔ تم شوکت علی کیاں دواں گلاں کو خیال رکھیں گا۔ ایک کائے بھی گل یوہ شریعت کے خلاف نہ کرے یوہ شریعت کو تابعدار ہووے گو تے ہم بھی اِس اک تابعدار ہونواں گا۔ دوجی گل یاہ جے اگر تم اِس نا سیاست کے بیچ لیانویں گا تے اِس کے نال دھوکھو نہ کریو۔ یاہ سیاست اِسی بھیڑی چیز ہے جس نے بہن تے بھائی

گھلایا ہیں۔ ہوں تے ایسا ایسا معرکہ دیکھ کے آیو ہوں ہور ایسا ایسا معرکہ کر کے آیو ہوں یاہ نہیں کہ میں نہیں کیا جہڑا اخلاق تے سماج تے ہور حقیقت تے دور ہونویں۔ ہوں چونکہ ہُن جا رہیو ہوں اِس واسطے تھارے اگے میں یاہ گل کی ہے اِس دِن کے واسطے ہوں اِت آیو تھو۔

بُلبُل روندی بِچ فراقاں کر کر یاد بہاراں
کسے کہیا نہ رو نمانی فر کھلن گلزاراں

ہُن یاہ یاراں اپریل کدآوے گی ہم اکٹھا ہونواں گا تم میرا یہ جہڑا سخن ہیں اِن نا یاد کریں گا۔ اِن نے دعا کی ہے ہوں بھی دعا کروں کہ "یا اللہ ہم نا ہدایت ہور نیکی کی طرف لائیے۔ خدایا ہم نا کسے بھی قسم کی برائی تے بچائیے"۔

اِس کے بعد حضرت صاحب نے ہاتھ اُٹھا کر طویل دعا مانگی اور دعا کے بعد ذکر بالجہر کی وجد انگیز گونج میں حضرت سید نوران شاہ صاحب (حاجی باباؒ) اور سید عبداللہ شاہ آزاد صاحبؒ کے مزارات پر چادریں چڑھائیں اِس عمل کے ساتھ ہی عرس مبارک کی یہ پروقار اور بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی جس کے بعد لوگوں نے کھانا کھایا، نماز ظہر ادا کی اور اکثریت حضرت صاحب سے ایک بار پھر ملاقی ہونے کے بعد اجازت لے کر اپنے گھروں کو چلی گئی۔ جب کہ کچھ چاہنے والے اِن کی ایک جھلک دوبارہ دیکھنے کی اُمید میں مسجد میں ہی ٹھہر گئے اور نماز عصر کے موقع پر دوبارہ ملاقات اور گفتگو کا شرف حاصل کیا۔ سید یوسف نسیم صاحب محمد نور اللہ قریشی صاحب اور راولپنڈی اسلام آباد کے کئی دوسرے حضرات بھی عصر سے پہلے ہی رخصت لے کر چلے گئے تھے۔ جب کہ راقم الحروف اور پیرزادہ محمد افسر نقشبندی کے نصیب میں اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے میرپور کے سفر میں بھی حضرت صاحب کی رفاقت لکھی ہوئی تھی اِس لیے ہم وہیں رہے۔

اگلے روز ۱۲/اپریل ۲۰۰۸ء کو حضرت صاحب کے اعزاز میں اہلیان میرپور

نے ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کر رکھا تھا۔ حضرت صاحب کا قافلہ صبح نو بجے نور پور سیداں سے روانہ ہونے کو تھا کہ مظفر آباد سے سابق وزیر حکومت آزاد کشمیر چودھری لطیف اکبر صاحب ایڈووکیٹ اپنی نئی گاڑی جدید طرز کی Toyato jeep لیئے پہنچ گئے تاکہ وہ حضرت صاحب کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر میر پور تک لے جائیں۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اِن کی خواہش پوری کرتے ہوئے میر پور جلسہ گاہ تک اِن کی گاڑی میں سفر کیا جسے ایڈووکیٹ صاحب موصوف خود ڈرائیو کر رہے تھے۔ وہ حضرت صاحب کو جلسہ گاہ میں اُتارنے کے بعد اجازت لے کر واپس چلے گئے۔ منگلا کے قریب پُل پر درجنوں گاڑیوں کے ایک بڑے جلوس میں جلسہ گاہ تک لے جایا گیا جلسے کا اہتمام ایک کھلے میدان میں کیا گیا تھا۔ جلسہ میں اعلیٰ قسم کے شامیانے نصب کیے گئے تھے اور حضرت صاحب کے شایانِ شان خیر مقدمی نعروں مزین بیزز سے سجایا گیا تھا۔ اتفاق سے اِس روز میر پور کے ایک معزز اور معروف شہری محترم بشیر احمد چیچی صاحب مرحوم کی برسی بھی تھی۔ اِس لیے اِس تقریب کو مرحوم موصوف کی برسی اور حضرت صاحب کے استقبالیہ کا نام دیا گیا۔

خوش بختی سے راقم الحروف اور برادر پیرزادہ افسر خان کو بھی حضرت صاحب کے توسط سے سٹیج پر بیٹھنے کی جگہ ملی۔ سٹیج سیکریٹری کے فرائض مولوی عبدالرزاق چشتی انجام دے رہے تھے۔ میر پور اور گردونواح کی کئی بڑی بڑی شخصیات جلسے میں موجود تھیں جن میں سے بعض نے تقریریں بھی کیں۔ کچھ حضرات نے جلسے میں موجود چودھری نیاز علی نامی ایک خوب رو نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ''اِس نوجوان کی ولادت حضرت صاحب کے اُناسی (۷۹) کی دھائی کے دورے کے دوران اِن کی دعا یا تعویز کی وجہ سے ہوئی ہے اور یہ اپنے مرحوم باپ بشیر احمد چیچی صاحب کا اکلوتا بیٹا ہے''۔ اِس پر حضرت صاحب نے اِن مقررین کی سخت سرزنش کی اور کہا کہ ''عوامی اجتماعات میں اِس طرح کے انکشافات نہیں کرنے چاہئیں۔ اللہ

جسے چاہتا ہے اولاد سے نوازتا ہے۔ یہ سب طاقت اللہ ہی کی ہے''۔

مقررین کی فہرست ختم ہونے پر راقم الحروف کو موقع کی مناسبت سے اپنی نظم پڑھنے کے لیے سٹیج پر بلایا گیا۔ راقم نے درج ذیل نظم ترنم کے ساتھ پڑھی جس سے شرکائے تقریب کافی محظوظ ہوئے۔

میرپور میں آپ کے آنے سے پھیلا نور ہے
زرہ زرہ یاں کا حضرت مست اور مخمور ہے
کر رہا شجرو حجر ہے آپ کے آنے کی بات
بوڑھا، بچہ، شہری، دہقانی ہر اِک مسرور ہے
ہو مبارک ہو مبارک آپ کا آنا یہاں
رحمتوں کا آج یاں پہ ہو رہا ظہور ہے
ہر مہاجر یاں کا ہر انصار کی شفقت میں ہے
گو غریب الوطن بے چارہ وطن سے دور ہے
قافلہ جو اعلیٰ حضرت آپ کے ہمراہ ہے
جا نثاری آپ کی میں یہ بڑا مشہور ہے
سرپرستی اِس کی کرتے ہیں سید شوکت علی
عشق میں جو آپ کے حضرت ہمیشہ چور ہے
اِن کے معاون ہیں سید آغا حسین
جن کی شرکت اِس سفر میں ہو رہی بھرپور ہے
چودھویں کے چاند نکلے جب ہوا اِس دیس میں
دید کو ہر ایک حضرت ہوگیا مجبور ہے
بادشاہ ہو کاشمر کے شاعروں نے ہے کہا
آپ کی اردل پہ واں کا ہر شخص مامور ہے
آپ کی عظمت پہ لکھنا دوست کی عظمت کہاں
بولتا اُس کا فقط شعورو لاشعور ہے

اِس کے بعد سٹیج سیکریٹری مولوی عبدالرزاق صاحب نے جو ہر مقرر کے بعد تقریر کرنے کا اپنا شوق پورا کرنے کے عادی لگتے تھے جوشِ خطابت میں حضرت صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ....

''حضرت یہاں اب تک سید شوکت علی شاہ صاحب لار شریف کے روحانی گدی نشین اور نمائندہ تھے۔ اب اللہ نے انہیں سیاسی ذمہ داریاں سونپ دی ہیں اور یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے۔ سیاسی اور سرکاری مصروفیات کے باعث اب یہ لوگوں کی روحانی تربیت کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔ لٰہذا اپنے خادمین میں سے کسی اور کو نامزد فرما کر جائیں تا کہ دونوں کام بطورِ احسن انجام دیئے جا سکیں''۔

غالباً مولوی صاحب موصوف کا اشارہ اپنی طرف تھا۔ حضرت کو اور اکثر شرکاء کو یہ بات بہت بری لگی حضرت صاحب نے اپنی (Body Language) زبان سے کسی کو کچھ تاثر قائم نہ کرنے دیا اور اپنے خطاب میں بڑے اعتماد سے اِس بات کا جواب دیا جس سے یقیناً بعض لوگوں کے قلوب و اذہان میں پیدا ہونے والے خدشات دور ہو گئے۔ راقم الحروف کے نقطۂ نظر سے یہ سید شوکت علی شاہ صاحب کے لیے حضرت صاحب کی طرف سے واضح اور دوسری مرتبہ دیا گیا ایک سٹوفکیٹ تھا جس کا انہیں بہر صورت پاس کرنا ہوگا اور حفاظت کرنا ہوگی۔ اِن کو یہ اعزاز مبارک ہو میر پور کے اِس دورے میں سید حیدر شاہ غالب صاحب بھی حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحب خطاب کے لیے مائیک پر تشریف لائے تو لوگوں نے کھڑے ہو کر خوشی میں اِن کے حق میں خیر مقدمی نعرے لگائے جن سے یہ میر پور کی فضا گونج اُٹھی۔

تقریب سے اپنے باقاعدہ خطاب سے پہلے حضرت صاحب نے حمد باری تعالیٰ اور حضورؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد شرکائے تقریب کو اجتماعی سلام کیا اور اپنے خطاب کا آغاز ایسے درد بھرے الفاظ سے فرمایا کہ تمام لوگ آبدیدہ ہو گئے۔ خطاب کا متن حسبِ ذیل ہے۔

....حضرات گرامی!

اَج مرحوم بشیر چیچی کا وصال کو دِن ہے اِس کئے یاہ تقریب دو شکل بچ ہے۔ یوہ اِن کا وصال کو دِن ہے خیرات کو دِن ہے۔ختمات کو دِن ہے ہور عرس نا بھی خوشی کو دِن کہنیں کیوں جے نیک انسان کا وصال کی گھڑی خوشی کی گھڑی ہووے۔ گنہگار موت تے گھبراوے تے نیکوکار جھڑو ہووے وہ اِس گل پر بیتاب ہووے جے کھڑے ویلے یار نال وصال ہوے گو۔ اِسے واسطے موت نا وصال نال تشبیہ دئیں میری آمد کی بھی تم نا اِس تے کئی گنا خوشی ہے لیکن میرا واپس جان پر تم نا ایک ایک نا دُکھ ہوے گو جدائی تم نا تنگ کرے گی۔ اِس وقت نا تم جانتا ہوئیں گا کہ تم نا کتنو دُکھ ہوے گو۔ جدائی کا تیر کتنا اوکھا ہونویں۔

....حضرات!

ہوں کسے قسم کی سیاسی تقریر کرن تیں گریز کروں گو کیوں جے ہم نے تم نے جتنا زخم کھاہدا ہیں، جتنا تیر ہم جھل رہیا ہاں، اِن تیراں کا بچوں زخماں کو جتنو خون نکلے ہم نے دیکھیو ہے اِس نا بیان نہیں کرسکتا کوے ایسو آدمی نہیں ہوسے جھڑو اِس کی تشریح کرن کی جرائت کرسکے۔ بابا صاحب نے ۴۷ تے بعد صرف دو خط لکھیا ہیں تے ویہ دوئے خط مولوی مہرالدین صاحب ہوراں در لکھیا ہیں۔ ویہ خط چھپ گیا ہیں تم نے دیکھیا ہونویں گا یا انشااللہ دیکھیں گا۔ ویہ ایکن خط ماں لکھیں....

ے میری لاش نوں چھوڑ نظام چلے کیتا دفن دا بھی انتظار کوئی نہ

مولوی مہرالدین صاحب نے اپنا تمام عقیدہ ہور محبت کے نال فہم فراست کا کمال کے نال اِن خطاں کا جواب لکھیا ہیں لیکن حضرت بابا صاحبؒ کی وفات پر اِس نے ایک وفات نامو لکھیو ہے تم نے دیکھیو ہوے گو جس کے بچ ویہ لکھیں کہ ''تھاری جدائی کو صدمو تے ہم برداشت کراں گا لیکن تم نے اپنا سفر محمود پر آخر کی دفعہ جاتاں ماں یوہ کہیو کہ ''تم نے میرا دفن کو انتظار نہ کیو'' (اشارہ فرماتے ہوے) حاجی فضل حسین

صاحب کا کالجا کا کئی ٹکڑا میرے کول ہیں۔ ایک ہی گھر تے نکھڑیا وا ہیں۔ انتہا کی گل یاہ ہے جے ایک فوت ہوتاں ماں اپنی پیشن گوئی کرے۔

؎ میری لاش نوں چھوڑ نظام چلے کیتا دفن دا بھی انتظار کوئی نہ

تے جواب ماں اِس کو محبتؔ، اِس کو پیارو کہہ، تم نے اپنا، کہیا نا پورو کر چھوڑیو ہُن میرا دفن کو انتظام کون کرے گو۔ اِس قسم کو پیار ہوئے مناں اِت آن کی کتنی خوشی ہوئی ہوں بیان نہیں کر سکتو۔ پورا پینسٹھ سال کی کوشش تے بعد اِس سال اللہ پاک نے مناں کنیاں شریف جان کو حضرت بابا جی صاحبؒ (حضرت نظام الدین کیانیؒ) کا روزہ نا دیکھن کو اُت کیاں گلیاں ماں پھرن کو موقعو دِتو۔ خداوند کریم نے اِت تھاری محبت بھی نصیب کی۔ ہوں سید شوکت صاحب کو بڑو مشکور ہوں کہ اِن نے مناں دعوت دتی جے تم پاکستان آ و۔ میں اِن نا کہیو ''اِت تم مناں کنیاں شریف نہیں جان دیتا، پاکستان آ کے کے کروں گو''۔ ضمناً یاہ گل یاد آ گئی کہ اُناسی (۷۹) کے بچ جد ہوں اِت آیو تے اُس ویلے ہندوستان کی حکومت تے پاکستان کی حکومت نا کہیوا کہ ویزہ کے بچ کنیاں شریف جانو لکھوایو تھو جھڑ و ایک قاعدو ہووے جے میں فلانی جا جانو ہے۔ اِت دو ترے دِن رہن تے بعد ہوں ہندوستان کا سفیر نا ملیو۔ اُس نے مناں پچھیو ''تھارو کے پروگرام ہے''۔ تے میں اُس نا کہیو ''جے میرو یوہ پروگرام ہے اُس کا کمرہ کی دیوار کے نال ملک کو نقشو تھو۔ اُس نے نقشہ نا دیکھ کے کہیو کہ.... ''تم اُت نہیں جا سکتا''۔ میں کہیو ''میرا ویزہ بچ لکھیو وو ہے ہوں کس طرح نہیں جا سکتو''۔ اُس نے کہیو ''یہ ویزہ کے بچ غلطی کے نال لکھ چکا ہیں۔ تم وی آئی، پی، ہیں''۔ دواں ملکاں کیاں فوجاں کے بچ اُت چھ میل کو فاصلو بھی نہیں۔ نہ واہ فوج تے نہ یاہ فوج اتنو رسک لے سکے لہٰذا میرو خیال ہے تم نہیں جا سکتا۔ ہوں اِت کاں نا ملیو اِن نے کہیو ''جی تم کیوں نہیں جا سکتا۔ ہم نا جنرل چشتی نے اطلاع دتی ہے تم جا سکیں''۔ پر مناں اپنا سفیر کی گل پر یقین آ گیو۔

تھوڑی تھوڑی بارش تھی ہم ٹُر پیا کوہ مری پہچیا تے کہن لگا اِت چاہ پیو یوہ کر و وہ کرو۔ مناں ٹھگن لگا کرتاں کرتاں شام کی نماز کے وقت کوہالے پُہچیا اُت مناں کہیو گیو جے تم رات مظفر آباد ہی ٹھہرو اگے نہیں جا سکتا۔ میں کہیو ''بھائی تم اپنو مقصد دسو تم کہنو کے چاہیں''۔ مناں رات اِن نے مظفر آباد ماں ڈاک بنگلہ کے بیچ رکھیو۔ صبح نماز پڑھن کے نال نال ویہ حضرت میاں طوطا صاحب جھڑا اُت کا جانشین تھا اُن نالے آیا ویہ انتہائی غصہ کے بیچ تھا۔ کجھ کہتا آنویں تھا میں اُنھاں کی آواز پچھان لی۔ باہر نکل کے ہوں اُن نا ملیو ملن تیں بعد آزاد کشمیر حکومت کا چیف سیکریٹری ہور آئی جی پولیس آیا کجھ ہور افسر بھی تھا میں اُن نا کہیو میرا ویزہ کے بیچ کنیاں شریف لکھیو وَو ہے تم مناں اُت کیوں نہیں جان دیتا۔ اُن نے کہیو ''ہم نا اپنی اِس غلطی کو ڈاہڈو احساس ہے لیکن ہم مجبور ہاں۔ میں دِل ماں خیال کیو کہ کیاں شریف جان تے منسٹری رو کے، ممبری رو کے اِس واسطے اِس نا طلاق دیوں۔ اگر اِن (کنیاں آلاں) نا مناں بلانو ہووَ ویہ کسے بھی طرح مناں بلالیں گا پر اِس طرح تے یاہ گل میرا اختیار ماں ہے جے ہوں منسٹری نا طلاق دے دیوں۔ اُلجھناں کے بیچ پھسیو وَو انسان بڑی دوروں جا کے نکلے۔ تھاری راجوری کے بیچ میاں لعل دین ہیں۔ کجھ گل لگیں وِیں تھیں اللہ تعالیٰ اِن نا غریق رحمت کرے ویہ بڑا فقیر تھا کسے گل ماں کہن لگا ''حضرت اگر سورج جھڑ ماں آجائے تے جھڑ کی کوشش ہوے جے وہ سورج نا اُلٹ لئے۔ بڑی جدوجہد تے بعد سورج باندھے ہووے۔ جھڑ بھی سورج نا نہیں چھوڑ تو تھاری مثال واہ ہی ہے''۔ ہم کسے موضوع پر گل کر رہیا تھا میں سیاست چھوڑی، منسٹری چھوڑی خدا پاک کا فضل نال تھاریاں محبتاں کو صدقو ہندوستان، پاکستان کے بیچ اِس خاندان کے نال یا میرا قومی بھائیاں کا جھڑا تعلق ہیں اِن کی وجہ تے ہوں اِن کو سپاہی ہوں۔ ہوں اِن کو خادم ہوں ہور میں اِس خدمت تے کدے پچھاں ہٹن کی کوشش نہیں کی۔ مناں مجبور کیو میریں منت کیں مناں لے گیا۔ میں کجھ بھی نہیں کہیو تم کہتا ہونویں گا یوہ اِس جا کوئے

بڑو جھوٹ کرے لیکن خدا پاک بچاوے ہوں کوئے جھوٹ نہیں کہتو۔ ہندوستان کو پرائم منسٹر نرسمہا راؤ مناں سیاست ماں آن کو کہہ ہوں اِس نا دہلی ماں انکار کر کے جموں آؤں وہ جموں آیو ہور پنجاہ سٹھ ہزار انسان کا مجمع کے بچ کھلو کر کے مناں کہن لگو میں کہیو ہوں تردید کروں گو خبردار کدے تم کائے گل کریں۔ میں سیاست چھوڑ دتی واہ نہیں میں کہی جے مظفر آباد تے ہوں اِس کرسی واسطے مڑیو ہوں۔

شُکر ہے ہوں آیو تے میرا دوترے حج ہو گیا ایک کیاں شریف جان کو ارمان پورو ہوؤ دو جو حضرت سید نوران شاہ صاحب (حاجی باباؒ) کا عرس بچ شامل ہون کو ہور اِن کا روحاں تے واہ دعا لین کو جہڑی ۲۰۰۴ء بکرمی تک ویہ ہر سال وانگت شریف جا کے کریں تھا۔ ویہ عرس کے بچ جس طریقہ جس محبت نال جائیں تھا اِس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک دفعہ مسجد کے بچ ختم پڑھا رہیا تھا تقریباً یاراں بجہ کو وقت تھو کہن لگا ''حضرا تاں نا کہو تم مسجد شریف ماں تشریف لیا نویں گا یا ہوں تھارے کول آؤں''۔

بابا صاحبؒ نا کہیو تے ویہ فوراً آ گیا ویہ کھل کے صافو اُتار کے مناجات پڑھیں تھا۔ بابا صاحب اِن نا کہن لگا ''حضرت میں تُساں توں صدقے.... مبارک ہوے تُساں کو.... سرکار بغداد اِس ویلے اِتھے تشریف کہن آئے ہین۔ فوراً قہوہ کرالو تے جتنی مخلوق ہے اُس کو قہوہ دیئو''۔ اُنھاں فرمایا ہے، میری (حضرت صاحب) اماں جی کو کہیو جے ''میری اُس پر بھی مہربانی ہیں''۔ حاجی صاحب اُس نا خوشخبری دے چھوڑو تے اسیں ترہی قہوے دی سماوار کہن کے زیارتی تے جُلساں.... اُنھاں دا اُتھے انتظار ہے''۔ اتنا مہربان تے معرفت کی اتنی لور کھن آلا۔ کرامتاں کا جوہری ختم کی مجلس کے بچ یوہ حکم دئیں۔ حاجی صاحب زیارت شریف بچ گیا اُت اماں ہور تھا تے اُن نا کہیو ''ہوں حکم کے مطابق تھارے واسطے یوہ مبارک کو پیغام لے کے آیو ہوں ورنہ مناں ختم کی مجلس تے اِت آن کی فرصت نہیں تھی''۔

مناں کل کا ختم بچ یاہ گل یاد آئی کہ اُنھاں نے اُت یاہ گل کہی تھی تے اِت ویہ

حضرت بابا صاحبؒ ہوراں درجدائی کا شعر لکھیں۔ نال لکھیں کہ اُت شریعت کو تے معرفت کو کے انتظام ہے مناں وہ دسو۔ کئی گل ایسیں ہیں جہڑیں ساریں کدے ہوں تھارے اگے بیان کروں تے تم روئیں گا بھی تے تھارو وقت بھی ضائع ہوئے گو گل میں یاہ کی تھی کہ میرو سیاست نال کوئے تعلق نہیں۔ کدے ہوں یاہ گل کہوں جے میرو تھارے نال کوئے تعلق نہیں وہ کوڑ ہے۔ میرو تھارے نال تعلق ہے.... تھارا ملک نال تعلق ہے.... تھارا اُس وطن نال ہے.... تھارا اِس وطن نال تعلق ہے۔ میرپور تے کجھ حضرات لندن گیا وا تھا اُن نے اُتوں تے مناں خط لکھیا تے خط کے بچ لکھیو جے ۴۷ کو کرشمو یوہ ہے کہ حضرت باباجی صاحبؒ کا مرید جہڑا راجوری پونچھ ہور ضلع ہزارہ ماں تھا، اَج اُس زیارت کا متعقد اُس کے نال تعلق رکھن آلا عرب بچ بھی ہیں۔ برطانیہ بچ بھی ہیں، تُرکی بچ ہیں، مصر بچ بھی ہیں ہور جس ویلے وے یہ اِن باڈراں ناکراس کر کے کتے تھوڑا کتے مچ انگا پہچیا تے اِس ویلے دوبئ کیاں مسجداں کے بچ تھارو ذکر ہوے۔ لندن کیاں مسجداں کے بچ تھارو ذکر ہوئے ہور باباجی صاحبؒ کا مبلغ اِن ملکاں کے بچ پھریں۔ لوکاں نادین الٰہی کو رستو دسیں۔ کائے ہور گل نہیں دستا، یوہ اللہ پاک کو ایک بڑو احسان ہے، اِن مُلکاں کے بچ اِن لوکاں کے بچوں موجود بھی ہیں ہور اِن کی اولاد بھی ہے۔ کسے شاعر نے کہیو ہے....

ہرا بھرا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

اِس رنگ ماں ہوں تھارو ہمدم ہوں، تم میرا ہمدم ہیں ہوں تھارو شریک غم ہوں تم میرا شریکِ حال ہیں۔ ظاہر اُتم محبت کرو یا نہ کرو اِس تے کئی گناں تھاریں محبت جہڑیں تھاراں دِلاں ماں ہیں مناں صاف نظر آنویں۔ میرو دِل خوش ہوے جے تم نمازی لوک ہیں۔ نماز ماں کدے غفلت نہ کریو جس وقت معراج کے دوران حضور نبی اکرمؐ عرش عظیم پر تشریف لے گیا اللہ پاک کے نال ملاقات ہوئی تے اُتوں ایک عظیم

تحفو جہڑو لے کے آیا وہ اُمت محمدیہؐ کے واسطے نماز کو تحفو ہے۔ پنجاں نمازاں کو پنجاہ نماز کو ثواب ملے گو تے جس جگہ کے بچ نماز کو ثواب دین آلا مالک تے ملے اُس کو حد تے شمار کوئے نہیں۔ رحمت کو ایک قطرو بھی طوفان ہے تے رحمت کا پنجاہ قطرہ کتنا ہونویں گا۔ اِس جسی نعمت ہور مھارے واسطے ہور کے ہوے۔ نماز کی پابندی کریا کرو ہوں خوش ہو یو کہ پاکستان کے بچ مسجد آباد ہیں ہور ہر جانویں مسجد بنیں لگیں ویں تے اگر کوئے لکھن آلو اِس پر لکھے تے وہ یوہ لکھے جے پاکستان کیاں شڑکاں کے اُپر مدینہ شریف جان آلیاں شڑکاں کی طرح مسجد بنی وی ہیں۔ اُن کے نال حمام بنیاں وا ہیں۔ راہگیر جت نماز کو وقت آوے اذان سُنیں تے نماز پڑھیں۔ اِس زمین پر اِن مسجداں کا وصیلہ کے نال ہم مسجد نبویؐ کے نال جُڑاں لگاوا۔ یوہ میرو ایک خیال ہے کشمیر بچ بھی اسلام بڑی سُرعت کے نال پھیلیو وَو ہے پھیلے بھی ہے ہور اُت اولیاء اللہ کا کئی بقیہ نور ہیں جت اِس وقت بھی اسلام ہور روحانیت کی آبیاری ہوے لیکن مسلمان نماز کا سلسلہ ماں اتنا پابند نہیں جتنو مسلمان نا ہونو چاہیے۔ مسلمان کا نمازی ہون کی یاہ ہی شرط ہے کہ اُس تے بغیر کسے معقول عذر کے نماز قضا نہ ہوئے۔ تم ایک کمال دیکھو کدے کوئے ایک سدھو سادھو صوفی بزرگ اُٹھ کے لگ جائے ہور دساں دناں کی نماز ایکن ہی دھیاڑے پوری کر کے مولوی صاحب نا کہہ جے میں دساں دِناں کیں نماز پڑھ چھوڑیں ہیں تے وِیہ بھی خدا کی بارگاہ ماں لکھن ہونویں گی پر خدا پاک کہہ گو مناں منظور نہیں پر کدے کسے کی نماز قضا ہو جائیں تے وہ ایکن ہی وار ساریں قضا نماز پڑھ چھوڑے اللہ پاک منظور کر لیے اِس تے بڑی عطا ہور کے ہوئے۔ انسان رکوع کے بچ جا کے ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم'' کہہ تے اُپر اُٹھتاں ماں کہہ ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ''۔ سُن لیو تیرا رب نے جو کجھ تیں کہیو تیں حمد بھی پڑھی ہے تیں اَلْحَمْدُ بھی پڑھی ہے تیں قرآن پاک کی کائے سورۃ بھی پڑھی ہے تیں رکوع کے بچ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم ط'' بھی کہیو ہے۔ سُن لیو ہے تیرا رب

نے جو کجھ تیں کہیو اِسے نماز بچ اس گواہی کی تصدیق ہے ہور نمازی اِس شکرانہ کے بچ کہہ ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُط ''۔ میرا مولیٰ ساریں حمد تیریں، اِس کا شکرانہ کے بچ وہ سجدہ کے بچ پے کے کہہ ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ط ''وہ اللہ پاک کی پاکی بیان کرتاں ماں کہہ.... ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ط ''جس وقت نمازی حمد کہہ یا التحیات کے بچ ثناء کہہ تے ذات پاک کہہ اَلسَّلَامُ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اے غیب کی خبر دین آلا نبیؐ تیرا اپر رحمت تے برکت ہووے۔ اِس جا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُط نہیں کہتا۔ جواب ماں عرض کی جائے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَط خداوند تیری مخلوق کے بچ جہڑا صالحین انسان ہیں وے یہ سب شامل ہیں تے نوری مخلوق پکار اُٹھے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

اِت بہت بڑا بڑا علماء حضرات بیٹھا وا ہیں اِن کے سامنے میری کے بساط ہے ہوں نماز کا بار اں بچ کے کہہ رہیو تھو جے نماز کی پابندی ہونی چاہیے۔ الحمد و للہ میرو دِل خوش ہوئے مناں اطمینان ہووے سکون قلب ہووے۔ اِت لوک محبت کے نال نماز پڑھیں کجھ چیز ایسی ہیں جہڑیں تھاری سمجھ کے بچ آنی چائیں۔ ہوں تھارو مسافر بھائی کل چلے جاؤں گو کسے نے کہیو ہے....

پسند آیا جو دِل میرا تو اپنے پاس رکھ لینا
نہ بھایا گر یہ دِل میرا تو واپس یار کر دینا

ہوں سلسلہ کا لحاظ کے نال نقشبندی ہوں ہور قادری سلسلہ ماں بھی مناں خلافت حاصل ہے۔ سرکار بغدادؒ کی کرم نوازی کو کوئے آدمی نہیں۔ وہ کوئے ذرو نہیں خدا کی زمین کے بچ خدا کا آسمان کے بچ، حشر نشر کے بچ جہڑو سرکارِ بغدادؒ کی پہنچ تے باہر ہووے۔ حضرت حاجی صاحبؒ مناں کہیں تھا کہ ہوں (حضرت صاحب) ترے سال کو ہوؤں گو یا ڈھائی سال کو ہوؤں کو بیمار تھو تے اماں ہور رون لگا۔ پھوپھی بھی

سارا رون لگا، بابا جی صاحبؒ نے پچھیو ''کے گل ہے؟''۔ اَکھے ''یاہ گل ہے''۔ اُنھاں نے فرمایو ''اِس نکا نا میرے کول لیاؤ اُپر قبر کی تیاری کرو''۔ دروازو بند کرادِتو اماں ہور کہیں ہم نے پانی گرم کیو اُپر قبر کی تیاری کی۔ بابا جی صاحب ہوراں نے دروازو کھول کے کہیو ''یوہ بچارو کسے درد نال بیہوش تھو تم زندہ نا دفن کریں''۔ اصل گل چھپا کے اماں ہوراں نا تسلی دے کے ہور نصیحت کر کے کہیو ''نکا نا لے جاؤ''۔ بابا صاحبؒ ہور فرمانویں تھا کہ ہوں کتے چھنمبل در گیو وتھو، رستہ ماں ''گل'' ناں کا ایک آدمی نے کہیو اِس طرح کو واقعو ہو گیو۔ ہوں پریشان جھیو بابا جی صاحبؒ ہوراں کول آیو اُنھاں نے فرمایو کہ.... میاں میرو ایک شعر لکھ''۔

ل:- لکھ کراماتاں ہور پچھے پہلاں دِئیں اساڈڑی وار پیرا
ڈُبے لکھ بیڑے باراں ورس جھڑے لائے گھمنوں کڈھ کے پار پیرا
ساری عمر ڈولی دتی تدھ بولی خاطر رب دی چپہ مار پیرا
عبد صدقہ حسنؓ حسینؓ دا جی میرے سر تھیں غم اُتار پیرا

اِن نے فرمایو.... ''میاں ترنم کے نال سنا''۔ بابا صاحبؒ نے کہیو میں یوہ شعر ترنم کے نال سنایو تے بابا جی صاحبؒ جلال کے بچ آ گیا ورنہ ویہ خلاف شرع کائے چیز نہیں تھا بیان کریں۔ فرمایو کہ.... ''ہوں بشیر نا لے کے گیو لکھاں فریادی میرے اَگے تھا۔ میں عرض کی میں کدے کائے فریاد نہیں کی اَج میری وار ہے۔ مناں سرکارِ بغدادؒ کا قدماں ماں جان کو موقع مل گیو۔ میں بشیر اُن کی گود ماں گھل چھوڑیو ہے ہُن خدا جانے تے حضرت غوث پاک جانے''۔

ہم کشمیر ماں لاہ آلا حاجی صاحب کے ڈیرے بھک کے بچ تھا ویہ سحر گی نا تہجد پڑھن آیا۔ چن کی رات تھی ہم نچ کُد کے تھک کے سُتا وا تھا۔ ہور بھی تھا اُنھاں نے میرا پیراں در ہتھ کر کے ہلایو.... ہوں جا گیو تے میں کہیو جے تم کیوں کسے مزمان نا سون نہیں دیتا۔ نماز پڑھنی ہے تے کتے ہور تھے پڑھو ہم نا کیوں تنگ کریں فرمان لگا

''نہ تُسیں اپنا کم کرو، اُٹھو نماز بھی پڑھو میں تُساں کو اَج ور دا اعظم دسداں''۔ اُنھاں نے اپنا کھبا کن کے بچ انگلی رکھ کے ترنم کے نال یوہ شعر کہیو....

جا گُجا نہ ڈولھو موتی کا نہہ نا مُل گھٹا نویں تم

فرمایو.... ''تُسیں صبح ہی ایہہ شعر پڑھ کہندے کرو خدا پاک تے غوث پاکؒ تُساں دی دھیاڑی دے آپ ضامن ہوسن''۔ یاہ گل مناں اِن نے فرمائی انداز و کرو وہ کتنا کامل ولی تھا۔ تم نے اِت نیاز احمد کی گل کی یاہ شرک ہے پیدا کرن آلو ایک مالک ہے۔ دین آلو بھی ایک مالک ہے روزی بھی وہ ہی دہیے۔ کسے کی کرامت نہیں اُس کی عنایت ہے ہور اُس کی عنایت نا ہر جا بیان کریا کرو۔ میرا بابا صاحبؒ نے وفات کے وقت شعر کہیو....

جا گُجا نہ ڈولھو موتی کا نہہ نا مُل گھٹا نویں تم

ایسی کرامت کسے کی تم نہ دسیا کرو ہاں کدے کسے کی دسیں تے سرکار بغدادؒ جیسی ہستی کی دسو، حضرت محی الدین چشتیؒ جیسی ہستی کی دسو حضرت محبوب الٰہیؒ جیسی ہستی کی دسو۔ حضرت جی صاحبؒ ہوراں کی دسو، ہور بزرگاں کی دسو۔ میرا اجھیا گنہگار کو ناں لین تے بھی شرم آنو چاہیے۔ اِس گل کو تم ضرور دھیان رکھیو یاہ میری اپیل ہے میری طرف منسوب کر کے اچانک ہوئی وی کسے گل نا ایک مثال کے طور پیش نہ کریو۔ ہم ہور ہاں، ہم گندہ لوک ہاں، ہم نے اِن کا پاک ناں نا شرمان ماں کائے کسر باقی نہیں رکھی۔

اِس جا سیاست کیں گل ہوئیں اِس پر ہوں کجھ نہیں کہتو دو ملک گل کریں لگا وا ہم دواں ملکاں کا لوک بلا لحاظ مذہب و ملت چاہاں جے پچھتر سال تے چلتو آ رہیو یوہ تنازعو ختم ہووے۔ اِت بھی لوک مریں اُت بھی لوک مریں۔ یہ نہیں کہ اُت نہیں مرتا اُنھاں نا بھی معافی ملے اِنھاں نا بھی معافی ملے۔ اگر کرکٹ نا دیکھن واسطے ایک ہندو ایک مسلمان بھائی آپس ماں بیس کے اکین دو جا نا مبارک دیں۔ قتل عام جہڑ و

بند ہو گیو ہے اِس کی مبارک ہم ساراں نا تے ساری دنیا کا مسلماناں نا ہوے۔ ہم دُعا کراں جے خداوند کریم کوئے ایسو باعزت رستو سامنے آنے جس کے نال کروڑاں دلاں کی جھڑی حسرت ہے واہ پوری ہوے۔ ہندوستان کے بچ مسلماناں کولوں حکومت ختم ہو کے انگریز کے کول جائے تے فر جس وقت انگریزاں نا اِتوں ہندو مسلمان کڈھیں اُس وقت ایک ایسی قینچی چلائی جائے جس کے نال بے پناہ خون بہہ گیو۔ لاشاں کو پتو نہیں چلیو عورتاں کیں بے حُرمتیں ہوئیں، مقدس مقامات کیں تذلیل ہوئیں، یاہ تم نا بھی سہی ہے مناں بھی سہی ہے لیکن اسلام اتنی مضبوط چیز ہے کہ اسلام ملک پاکستان کی شکل بچ سامنے ہو گیو۔ اِس اعلان کے نال کہ ہوں قیامت تک موجود ہوں ہور جس آدمی کی جھڑی سعی جمیلہ ہور کاوش ہیں و یہ کم آئیں۔ وہ کدے جیل نہیں گیو، نہرو جیل گیا، مولانا آزاد گیا سختیں برداش کیں۔ جلیاں آلا باغ ماں دیکھو کے ہوؤ لیکن مسلماناں کو لیڈر قائد اعظم محمد علی جناح جیل نہیں گیا کیوں کہ اِن کو ہتھیار سچائی کو تھو۔ سچائی کا ہتھیار کے نال اِس مرحلہ نا طے کر کے ملک پاکستان بنان تے بعد بیہہ لکھ یا تریہہ لکھ کشمیر کاں لوکاں کے واسطے تم ساراں کی ذمہ داری لا دتی ہے کہ اِس نا حاصل کریو۔ اِتوں اگاں مناں کہن کی اجازت نہیں۔ رضا صاحب تھارے نال آپ گل کریں گا ہوں کے کھوں ہوں سیاست نا ٹچ نہیں کرتو۔

خیر ہم کو کیا غرض اِس قوم کے حالات سے
بدگماں ہوتی ہے دنیا اِک ذرا سی بات سے
ہم تو لطف اندوز ہونے آئے ہیں باغات سے
کوئی دلچسپی نہیں ہے مالیوں کی ذات سے

اِس طرح تھارا نبض پر ہتھ رکھ کے رضا صاحب نے اپنی تقریر ماں جھڑی گل کہنی ہے اِس پر ہوں عرض کروں کہ ہاں بھائی تھارے کول قائد اعظم کو کوئے پیغام ہے لگا رہو، ہمت کرو پر جائز رستہ کے نال۔ میرے سر یوہ نہ لایو جے میں ہی کجھ ہور

کہیو ہے۔ میں چونکہ اِن کیں ساریں گل ذہن ماں نہیں رکھیں لیکن تھوڑیں مچ جھڑیں مناں یاد ہیں اِن پر ہوں گل کروں۔

رانا فضل حسین صاحب کا جس ویلے خط جائیں اِن کا پراناں خطاں ناپڑھاں ویہ کہیں جے ہوں کس ویلے پدراں ماں پہچوں گو، کس ویلے راجوری پہچوں گو تے کس ویلے ڈوباتے اگاں جاؤں گو۔ یہ اِن کیں شعراں کیں گل ہیں فرکہیں جے کس طرح ہوں اگاں لنگھ کے کنگن جاؤں گو تے کس طرح مناں لار شریف دسے گو۔ حضرت بل (درگاہ شریف) دِسے گو تے ہوں شالیمار کا کولا تے لنگھتاں ماں اپنا باباؒ کا مزار کولے کھلو ہووں گو۔ یہ شعر پڑھ کے پتھر دِل آدمی بھی رو جائے یوہ ازل تے لکھیو وُو تھو جے مھاری جدائی ہوگئی۔ ہوں خدا پاک اگے دعا کروں کہ جھڑ و تھار و اصل وطن ہے تم خوشی خوشی نال اُت جائیں۔ پچھے مرنو حق کو راہ ہے۔ یہ جھڑیں تھارے کول ہیں یہ بھی کوئے نہیں کھسن لگو پر تھاریں جھڑیں اصلی جا ہیں ویہ بھی اگر مل جائیں تے اچھی گل ہے۔ مناں اِس تے زیادہ ہور کائے خوشی نہیں۔

پتو نہیں بیتالی (۴۲) چھیتالی (۴۶) کی گل ہے اسلام کا ناں کے اپر کا شغر کا مسلمان ہجرت کر کے آیا تھا۔ یوہ میریاں اکھاں دیکھیو واقعو ہے لکھاں کی تعداد ویہ کنگن کے بچ بھی گیا تھا۔ ایک آدمی زوجیلا کے بچ برف کی پسی (چھنج) بچ دبے گیو۔ ویہ بے چارا بے کس تھا، عاجز تھا۔ اُن کو قافلو ٹھہر تو ٹھہر تو آیو ہور مظفر آباد جا کے اُت کیمپ لگو۔ منگھر ایک، یوہ دو، مانہہ ترے تے بیہہ پھگن تار آلا ڈاکیہ، اُتوں لانی پروں لنگھیا۔ اِس کے اُپر پیر لگو تے وہ چیخیو۔ اِن ڈاکیاں نے مُڑ کے تار دتی۔ اِتوں پولیس آلا تے ہور لوک گیا۔ اُس جاتے اُنھاں نے برف کھن کے ہٹائی تے دیکھیو جے وہ لانی کے بیٹھ بالکل ٹھیک ٹھاک بیٹھو وُو تھو لیکن اُس کو رنگ بالکل نیلو ہو یو وُو تھو ہور اُس تے اتنی بو آوے تھی کہ واہ گڈی جھڑی اُس نالے کے چلے تھی تے لوک میلاں کے حساب دور نسیں تھا۔ اِس نا اتنی بھکھ تھی کہ پُلس آلا رستہ ماں قُلچہ لے کے اِس نا دئیں

تے یوہ ایک دم کھا جائے۔ ہم بھی گوجوارہ سرینگر تک اُسے گڈی ماں آیا اُتوں پلس آلا اُس نا گڈی تے اُتار کے ٹانگا ماں بسال کے چھتہ بل لے آیا۔ جتوں اُس نا گڈی پر بسال کے مظفرآباد آنیو گیو تے کہیں یاہ ہیں جے وہ جس ویلے مظفرآباد پہچیو۔ اُت اپنا گھر آلاں نا رشتے داراں ہور دوستاں نا ملیو۔ اُس تے بعد اُس نے غسل کیو غسل کے بعد نفل پڑھیا فرساراں کے نال بیس کے روٹی کھادی۔ روٹی کھان تے بعد پیشی کی نماز پڑھی ہور اُسے نماز کے بچ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہ پڑھیو ہور دَم دے گیو اِتے ہی مظفرآباد ماں اُس کی قبر ہے۔

وطن کی محبت ہور اسلام کی محبت میں کاشغر کاں مسلماناں بچ ڈھی اُس تے بدھ کے تھاری ڈِھی۔ اِن مسلماناں کے بچ کجھ تُرکی گیا، کجھ لوک افغانستان گیا ہور سعودی حکومت نے اسی اکاسی ہزار آدمیاں نا پناہ دے کے طائف کے بچ بسایو جہڑی ٹھنڈی جا ہے۔ اُنھاں نا اُت ویہ ساریں سہولت ملی وی ہیں جہڑیں سعودی شہریاں نا ملی وی ہیں۔ ویہ بھی ہُن اُت کا شہری ہیں۔ اَج ویہ ڈاکٹر ہیں، انجینئر ہیں، بڑا بڑا کارخانہ دار ہیں، کجھاں تے کجھ بنیا وا ہیں۔ طائف، ریاض، جدہ، مکہ معظّمہ ہور مدینہ منورہ کے بچ اِن لوکاں کی جہڑی اولاد ہے واہ نانوائی ہے۔ ہوم سیکریٹری ''ریزو'' اِتوں گیو تھو۔ اُس کے نال اُس کی سسو تھی۔ مسجد نبویؐ بچوں نماز پڑھ کے نکلیا تے اُس نے نانوائی کی دکان تے روٹی لی تے کھان لگو۔ اُس کی سسو نے کہیو بیٹا اندر چل کے روٹی کھاہ کیوں اِس طرح راہ ماں کھائے۔ لگو کہن ''اماں یاہ بڑی مٹھی لگے''۔ اُس نے کہیو ''کاشغر کا جہڑا مسلمان آیا تھا یاہ روٹی اُن کا ہتھ کی ہے''۔ اُن کی اسلام کے نال جہڑی محبت تھی جس ویلے اِن نے ہجرت کی تھی یاہ اُسے کی تاثیر ہے۔ وہ ہسیو تے لگو کہن ''اماں تناں اُنھاں کو اسلام دِسے ہور نہیں کوئے؟۔ لگی کہن ''بیٹا یہ لوک اُت بھی یوہ ہی کم کریں تھا میرو خیال ہے کہ کدے یہ لوک اِن کی نسل بچوں ہیں تے یاہ روٹی اُن کی ہی ہے''۔ ''ریزو'' روٹی ہتھ بچ لی وی اُسے دکان پر جا کھلیو اُت

روٹی پکان آلا تے ہور دو جا تیجا تھا۔ اس نے کہیو ''اسلام علیکم'' ہور کہیو تم انگریزی جانیں؟ اُن نے کہیو ''ہم انگریزی جاناں، ہم عربی جاناں ہم اُردو جاناں''۔ اکھے ''تم کون ہیں؟'' جہڑ ا کاشغری آیا تھا اُن کی اولاد ہاں''۔ بیٹھا گل لگی جو کجھ اُس بڈھی ''ریزو'' کی سسو نے کہیو تھو وہ ہی سچ نکلیو۔ اُنھاں نے کہیو جے ''مھارا لوک انجینئر ہیں ہور سعودیہ کے بچ مھارا لوک چیف جسٹس ہیں فلاں ملک بچ مھارا لوک ڈاکٹر ہیں وکیل ہیں ہور بڑاں بڑاں عہداں پر ہیں۔ پر ہم یوہ کم اِت تاں کراں کہ رسول پاکؐ کا شہر کا لوک مھارا ہتھ تے روٹی لیں شاید اِسے کے نال مھاری بخشش ہو جائے۔ یوہ اِن کو اسلام کے نال محبت ہور جذبہ کی انتہا ہے اِسے رنگ تھاری واہ کہڑی چیز ہے جس بچ مٹھاس نہیں، تھاری واہ کہڑی چیز ہے جس کے بچ محبت نہیں۔ تھاری ایک ایک بات قابل قدر ہے۔ تھاری جدائی کو جہڑو دُکھ ہے وہ کدے ختم نہیں ہون لگو پر مشیت ایزدی کے نال کسے کو کجھ چارو نہیں۔ اسلام کی فطرت یاہ ہے جے اسلام ایک جگہ مقیم نہیں رہتو بلکہ اُس جاتے دوجاں علاقاں ماں پھیلیے مسلمان نے جس طرف منہ کیو اِسے طرف اِس کو وطن ہے۔ خدا تم نا خوش رکھے اللہ پاک میرے اُپر بھی تھارے اُپر بھی کرم کرے ہور ہم نا ہدایت کو رستو دَسے۔ اللہ پاک نے فرمایو کہ.... ''ہوں الرحمان الرحیم ہوں، رب اللعلمین ہوں، ہوں ملک یوم الدین ہوں، اَج سوار کو دِن ہے، اپریل کی بارہ تاریخ ہے۔ اللہ کا حکم نال اَج میں اِت آنو تھو۔ دنیا کی کائے طاقت نہیں تھی بند کر سکے۔ اس طرح ہم نا بھی امید ہے کہ جہڑا لوک اپنا وطن نا روئیں، جہڑا اپنا رشتہ داراں نا تے اِن کیاں قبراں نا دیکھن واسطے ترسیں، اللہ رحم کمان آلو ہے۔ اِن کیں یہ دوریں ضرور دور ہوئیں گی ہور جدائی کیں یہ لمی رات ختم ہو کے امید کی صبح آوے گی۔ میں تھارو بڑو وقت لیو رضا صاحب کی سیاسی تقریر کے کیے میں یوہ اختیار کیو۔ ایک جنو تھو شلغم پٹے تھو۔ مگر ڈورو تھو، بڈھو بھی تھو۔ اِس کا سنگی نے باہروں سلام دِتو لگو کہن ''ٹھپر وٹداں'' اُس نے پچھیو ''تھارو کے حال ہے''۔

اکھے چنگے نہیں تیراں موٹے نہیں ہوئے۔ میں اُن کی سیاسی تقریر کے نال یوہ اِس طرح کو رنگ اختیار کیو۔ ہوں دعا کروں اللہ پاک ہم نا فرملاوے ہور جس شخص کی اَج برسی تھی اللہ پاک اُس نا خیرات کو ختمات کو تے صدقات کو ثواب پہچاوے"۔

اِس کے بعد حضرت صاحب نے مرحوم بشیر احمد چیچی صاحب اور وفات پا جانے والے تمام مسلمانوں کے ایصال ثواب کے لیے اپنے ہاتھ اُٹھا کر مفصل اور جامع دعا فرمائی جس کے دوران اکثر اہل دِل حضرات پر رِقت طاری ہوگئی۔ مسئلہ کشمیر کے فوری اور قابل عمل حل نیز امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کے لیے بھی دعا کی گئی۔ دعا کے بعد وہیں سٹیج پر سٹیج سیکریٹری مولوی عبدالرزاق صاحب اور دوسرے علماء سے سائنس اور اسلام کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ....

"سائنس قرآن حکیم کی تعلیمات اور فرمودات رسول اکرمؐ کی روز بروز تصدیق کیے جا رہی ہے اور ہم مسلمان کہہ رہے ہیں کہ یہ دہریت ہے۔ حالانکہ سائنس سے دہریت کی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائینات کی آواز کو ریکارڈ کر کے زمین اور آسمان کے درمیان محفوظ کیا ہوا ہے محفوظ رکھا ہوا ہے جس طرح یہ ٹیپ ریکارڈر ہے اور سائنسدان اِس کوشش میں ہیں کہ انبیاء اور اللہ رب العزت کے برگزیدہ بندوں کی آواز کو ریکارڈ کر سکیں تا کہ اِن کے ارشادات سے استفادہ کیا جا سکے"۔

حضرت صاحب کی یہ گفتگو انتہائی علمی اور اِن کی اعلیٰ بصیرت کی عکاس تھی جس سے سٹیج پر اور پنڈال میں موجود اہل علم حضرات بہت محفوظ و مستفیض ہوئے۔ غالباً اسی گفتگو کے دوران سٹیج سیکریٹری مولوی عبدالرزاق کی اُس بات کا جواب دیتے ہوئے حضرت صاحب نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ....

"سید شوکت علی شاہ ہی اِت حضرت جناب بابا جی صاحبؒ ہور حضرت سید نوران شاہ صاحبؒ کا صحیح روحانی جانشین ہیں ہور سیاسی جانشین بھی یہ ہی ہیں۔ تم

اِن ہی کے نال تعاون کرو اِن تے سوا کسے دو جا شخص نا اِت روحانی جانشین بنان کی کائے ضرورت نہیں''۔

تقریب کے اختتام پر تمام شرکا نے کھانا کھایا۔ حضرت صاحب اور اِن کے ساتھ آئے ہوئے ہم لوگوں کے لیے علیٰحدہ ایک بڑے کمرے میں انتظام کیا گیا تھا جہاں نوع واقسام کی ضیافت کے علاوہ قسم قسم کے مشروبات بھی پیش کیے گئے کیوں کہ میر پور میں اچھی خاصی گرمی تھی۔ حضرت صاحب کے پاکستان اور آزاد کشمیر کے اس پورے دورے کے دوران اِن کے ہزاروں چاہنے والوں نے شرف ملاقات حاصل کیا اور خوب دعائیں لیں لیکن میں نے دیکھا کہ میر پور میں بعض لوگ بالخصوص حاجی رانا فضل حسین جنہیں بجا طور پر ''بابائے گوجری'' کہا جاتا ہے۔ حضرت صاحب کے انتہائی کے قریبی اور محبین میں سے ہیں۔ حضرت صاحب اپنی تقریر اور عام گفتگو میں جب اِن کا ذکر فرماتے تو یوں لگتا کہ اِن کی آنکھیں بھر آئی ہیں۔ رانا فضل حسین کا حضرت صاحب سے عشق کا یہ عالم تھا کہ وہ اِن کے چہرے سے نظریں نہ ہٹاتے اور اِن کی آنکھیں پرنم رہتیں۔ بڑے ہی خوش بخت ہیں رانا فضل حسین کہ جن سے حضرت کا ہم نے اِس قدر پیار دیکھا۔

طعام اور نماز ظہر سے فراغت کے بعد تقریباً عصر کے وقت ہم میر پور شہر کے وسط میں چودھری جلال صاحب کے گھر پہنچے جہاں رات کے کھانے کا انتظام تھا۔ حضرت صاحب نے حسب معمول کچھ وقت آرام فرمایا اور اِس کے بعد چودھری مقبول صاحب کے گھر ایک قلعہ نما حویلی میں تشریف لے گئے جہاں ایک معزز اور بزرگ خاتون جو اُس گھر کی مالکن تھیں اور حضرت صاحب کو پہلے سے اچھی طرح جانتی تھیں نے آگے آ کر حضرت صاحب کو خوش آمدید کہا اور پھر اپنے بیٹوں، پوتوں اور دیگر رشتہ داروں سے اِن کا تعارف کروایا۔ دنیا کی ہر نعمت سے بھری ہوئی نوع واقسام کے سامان آرائش سے آراستہ وہ تین منزلہ خوبصورت حویلی اور اِس کے

مکینوں کی سلیقہ مندی کو دیکھ کر ہمیں ہجرت کی برکات اور فوائد کا اندازہ ہوا اور ہم میں سے اکثر دوستوں کی زبان سے برجستہ "سبحان اللہ" کا کلمہ نکلا۔ اللہ رب العزت اُس حویلی اور اِس جیسی ہزاروں حویلیوں اور اِن کے مکینوں کو ہجرت کے ثمرات کے طور پر مسلمانوں کے عقیدے کی پختگی اور اطمینان قلب کے لیے ہمیشہ اپنی امان میں رکھے.... آمین۔

نماز مغرب سے کچھ پہلے حضرت صاحب اپنے قافلے کے ہمراہ نمبردار چودھری سید محمد کے گھر تشریف لے گئے جو ایک ڈھلوان پر واقع ہے۔ نماز مغرب وہیں ادا کی اور نمبردار صاحب کی دلجوئی کے لیے حضرت صاحب کے حکم پر ہم سب نے چائے پی اور مختلف اقسام کے پھل کھائے۔ اِس کے بعد واپس اسی بنگلے میں پہنچے جہاں رات کا کھانا کھانا تھا۔ حضرت صاحب چودھری جلال صاحب کے گھر تشریف لے گئے جہاں رانا فضل حسین صاحب اِن کی راہیں دیکھ رہے تھے۔ سید شوکت علی شاہ صاحب کو بھی حضرت صاحب ہی کے ساتھ قیام کرنا تھا لیکن وہ رات ساڑھے دس بجے تک ہمارے ہی ساتھ رہے۔ حضرت صاحب کے ساتھ آئے ہوئے ہم سب مہمانوں کے لیے ڈپٹی کمشنر میرپور چودھری لیاقت صاحب نے میرپور کے ریسٹ ہاوس میں کمرے بک کروائے تھے کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو حالانکہ جس عمارت میں کھانے کا انتظام تھا وہاں رات کے قیام کا بھی بہت اچھا انتظام تھا۔ پیرزادہ محمد افسر خان، چودھری سراج الدین، مولوی عبدالعزیز راقم الحروف اور بعض دوسرے حضرات ریسٹ ہاوس میں رہے۔

دوسرے روز صبح حضرت صاحب اور ہم سب کے ناشتے کا بندوبست ڈپٹی کمشنر چودھری منیر احمد صاحب کی حویلی پر تھا۔ ہم ریسٹ ہاوس سے جو تھوڑے ہی فاصلے پر تھا چل کر وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ڈی، سی صاحب کے ساتھ اِن کی گاڑی میں پیرے شاہ غازی المعروف (دمڑی والی سرکارؒ) اور حضرت

میاں محمد بخشؒ کے مزارات پر حاضری دینے کھڑی شریف چلے گیے ہیں۔ کچھ دیر انتظار کے بعد گھر والوں نے ہمیں پُر تکلف ناشتہ پیش کیا۔ اتنے میں حضرت صاحب تشریف لے آئے اور ہمیں حکم ملا کہ گاڑی میں بیٹھ جائیں۔ ہمیں اگلے پروگرام کے بارے میں کچھ علم نہ تھا راقم الحروف آزاد کشمیر میں اپنے سولہ، سترہ سال کے قیام کے دوران کبھی کوٹلی نہیں گیا تھا۔ گاڑی میں راقم نے سید آغا حسین مغموم صاحب سے کان میں پوچھا کہ.... ''حضرت صاحب کہاں جا رہے ہیں اور یہ سڑک کہاں کی طرف جاتی ہے''۔ اُنہوں نے کہا کہ.... ''یہ سڑک کوٹلی کی طرف جاتی ہے اور حضرت میاں صاحب اِس سڑک پر تقریباً بائیس میل آگے صاحبزادہ عتیق الرحمان صاحب ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر کے ہاں چائے کی دعوت پر جا رہے ہیں، جہاں صاحبزادہ صاحب موصوف کے دادا محترم حضرت خواجہ محمد علیؒ اور والد گرامی حضرت مولانا حافظ پیر محمد فاضلؒ جو ولی کامل ہو گزرے ہیں کے مزارات پر فاتحہ پڑھیں گے۔ صاحبزادہ عتیق الرحمان ایک متقی، پرہیز گار اور روحانیت کی حامل شخصیت ہیں اور آزاد کشمیر بھر میں بڑی عزت اور توقیر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ موصوف کی سیاست میں بھی اچھی دسترس ہے اور اِن کی اپنی سیاسی جماعت یہ جس کا نام ''جمیعت العلمائے آزاد جموں و کشمیر'' ہے۔

ڈھانگری کے مقام پر کوٹلی جانے والی مین روڈ سے چند گز کے فاصلے پر اِن کی رہائش گاہ ہے جو عمارات در عمارت کا ایک وسیع سلسلہ ہے کیوں کہ موصوف ایک روحانی شخصیت اور علاقے میں نقشبندی مجددی قادری سلسلے کے گدی نشین ہونے کے ناطے اسلامی تعلیم و تدریس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اِن کی درس گاہ ''دارالعم والعمل نقشبندیہ مجددیہ قادریہ ڈھانگری شریف'' میں سینکڑوں طلباء دینی و دینوی تعلیم مفت حاصل کرتے ہیں اور طلباء کے قیام اور خورد و نوش کا سب انتظام صاحبزادہ صاحب موصوف خود کرتے ہیں۔

جب صاحب اِن کی رہائش گاہ کے قریب جا کر گاڑی سے اُترے تو درس گاہ کے اساتذہ نے فوراً اندر جا کر اُنہیں حضرت صاحب کے آنے کی اطلاع دی۔ صاحبزادہ موصوف فوراً استقبال کے لیے گیٹ پر تشریف لائے اور حضرت صاحب سے بغلگیر ہوئے۔ دونوں حضرات نے ایک مخصوص انداز میں محبت بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ سے اپنے گھر میں استقبال کرنے کی میری دیرینہ خواہش پوری کی''۔ حضرت صاحب کا بازو پکڑ کر اپنے دادا بزرگوار حضرت خواجہ محمد علیؒ اور والد گرامی حضرت حافظ پیر محمد فاضلؒ کے مزارات پر لے گئے جہاں حضرت صاحب نے اور ہم سب نے فاتحہ پڑھی۔ حضرت صاحب نے صاحبزادہ صاحب کے دادا بزرگوار حضرت خواجہ محمد علیؒ کی زندگی کے حالات کے بارے میں مختصراً جاننا چاہا تو صاحبزادہ صاحب موصوف نے کہا ''حضرت اِس حوالہ سے وقت کی قلت کی وجہ سے میں صرف اتنا ہی گزارش کروں گا کہ جب میر پور میں منگلا ڈیم بنا تو یہاں کے لوگوں کے قبرستان ڈیم کے نیچے آ گئے۔ میرے دادا بزرگوار اُس سے تین برس قبل وفات پا چکے تھے۔ اِن کے مریدین نے کسی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اِس عقیدے کے ساتھ کہ اولیائے کرام کے جسدِ خاکی صحیح وسلامت رہتے ہیں اِن کی قبر کھولی اور دیکھا کہ جنازہ بالکل صحیح سلامت ہے۔ لوگوں کو اطمینان بھی ہوا اور خوشی بھی۔ علماء سے فتویٰ پوچھ کر دوبارہ غسل دیا گیا اور دوبارہ کفن پہنا کر اِس مقام پر دفن کیا گیا''۔ یہ واقعہ سُن کر حضرت صاحب کی زبان سے بے ساختہ ''سبحان اللہ'' کا کلمہ نکلا اور ہم سب متعجب ہوئے۔ اِس کے بعد حضرت صاحب نے صاحبزادہ صاحب اور ہم سب کو خانقاہ سے باہر نکل جانے کو کہا اور خود کچھ وقت اُن حضرات کی قبروں کے سرہانے مراقب رہے۔

جب حضرت صاحب باہر آئے تو صاحبزادہ صاحب اِن کا ہاتھ پکڑ کر الگ کمرے میں لے گئے۔ سید شوکت علی شاہ صاحب بھی اِن کے ساتھ گئے جب کہ ہم

لوگوں کو ایک علیحدہ مگر ہر آرائش سے مزین کمرے میں لے جایا گیا جہاں ہمارے ناشتے کے لیے نوع اقسام کے میوے اور دوسری اشیاء دستر خوان پر رکھی تھیں۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد حضرت صاحب اپنے معزز میزبان اور سید شوکت شاہ صاحب کے ہمراہ ناشتے کے کمرے میں تشریف لائے تو ہم نے ناشتہ شروع کیا اور سبھی نے سیر ہو کر کھایا۔ حالانکہ صبح میر پور میں اچھا خاصا کھا پی کر آئے تھے اور واپس میر پور جا کر دوپہر کا کھانا بھی کھانا تھا۔ میں نے اندازہ کیا کہ حضرت صاحب کے دورے کے دوران ہم نے اِن کے ساتھ جگہ جگہ دعوتوں میں ایک دِن جتنا کچھ کھایا اتنا ہم ایک ہفتے میں بھی نہیں کھاتے تھے لیکن کسی کو بدہضمی یا کوئی اور شکایت نہیں ہوئی۔

صاحبزادہ صاحب موصوف نے ایک بڑے اور خوبصورت ہال میں درس گاہ کے اساتذہ طلباء اور گردونواح کے لوگوں سے حضرت صاحب کے خطاب کا پرگرام بھی رکھا تھا۔ ناشتے کے کمرے سے اُٹھ کر ہم اِس ہال میں پہنچے تو وہاں منتظر اساتذہ (علماء) اور طلباء نے کھڑے ہو کر حضرت صاحب کا استقبال کیا۔ حضرت صاحب کے خطاب سے پہلے صاحبزادہ عتیق الرحمان صاحب نے اپنے استقبالیہ کلمات سے قبل سورۃ الکوثر کی تلاوت کی اور پھر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ پر روشنی ڈالی۔ ریاست جموں و کشمیر اور اور پاک و ہند میں حضرت بابا جی صاحب لارویؒ کے روحانی فیض پر بات کی اور حضرت صاحب کے ۱۹۷۹ء کے دورے کے دوران منسٹری کے باعث کئیاں شریف نہ جاسکنے کا ذکر کیا اور کہا کہ.... ''انہوں نے کیاں شریف کے راستے میں آڑے آنے والی اپنی منسٹری کو تج دیا''۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ....

''یہ منسٹر ہوں یا نہ ہوں، پوری ریاست میں سایہ فگن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کشمیر میں روحانیت کے اِس تناور شجر کو ہمیشہ سلامت رکھے آپ نے اِس پیرانہ سالی میں میری درخواست پر یہاں قدم رنجہ فرمایا اِس سے مجھے بڑی طمانیت ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اپنی مبارک زبان

سے ہمارے علم کے لیے کچھ کلمات ارشاد فرمائیں''۔ حضرت صاحب نے یہاں مختصر مگر انتہائی جامع خطاب فرمایا جس کا متن حسب ذیل ہے۔

قابل صد احترام حضرت جناب صاحبزادہ عتیق الرحمان، سید شوکت علی شاہ صاحب، میرے بزرگو اور بھائیو جہاں اسلام کی تبلیغ ہوتی ہو اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہو وہاں میں اپنے آپ کو اِس لائق سمجھتا کہ آپ یہاں معرفت، تصوف اور روحانیت کے موتی بکھیرتے ہیں اِن پر کچھ تبصرہ کر سکوں۔

حضرت صاحب نے یہاں ''سورہ کوثر'' تلاوت فرمائی آپ سب کو معلوم ہے کہ پاکستان اسلام کا گہوارہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰه یہاں اسلام پھلتا پھولتا ہے۔ اسلام ہی کی بات ہوتی ہے ''سورۃ کوثر'' تین آیات پر مشتمل ہے اور قرآن مجید میں سب سے چھوٹی سورۃ یہی ہے لیکن اِن تین آیات کی تشریح دیکھیں تو اِن نے مشرق مغرب، شمال، جنوب کا احاط کیا ہوا ہے۔ حضور پاک ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرائیل امینؑ حاضر ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ، اللہ پاک نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور آپ پر یہ سورہ مبارک (سورۃ کوثر) نازل فرمائی ہے۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ میں نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا گیا۔ حوض کوثر کیا ہے اِس بارے میں مفسرین نے بڑی لمبی تشریح کی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ رحمۃ اللّلعالمین ہیں کوئی بھی چیز آں حضرت ﷺ کی رحمت سے الگ نہیں حتےٰ کہ شیطان نے بھی اِس بات کا اقرار کیا کہ آپ ﷺ ہیں رحمۃ اللّلعالمین۔ میں اِس حوالے سے عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک کو ابتداء سے انتہا، اول سے آخر، ظاہر باطن اور رات دِن کو یہ جو حوض کوثر عطا فرمایا وہ کیا ہے۔ علمائے کرام اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ محشر کے میدان میں حوض کوثر ہوگا اور رسول اللہ ﷺ گرمی کی شدت اور خوف و وحشت سے گھبرائے ہوئے پیاسے لوگوں کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے اور اِس بارے میں ایک عام اعلان ہوگا۔ حضرت آدمؑ کی ساری اولاد،

انبیاء، اولیاء اور صالحین کی زبان پہ صرف یہی ہوگا کہ اگر پانی مل سکتا ہے تو وہ محمدؐ کے حوض کوثر سے مل سکتا ہے۔ چنانچہ اِس اعلان کے بعد حضور اکرمؐ، آپ کے اولیاء کرام اور دوسرے انبیائے کرام لوگوں کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حوض کوثر سے پانی پینے کے اعلان سے پہلے لوگوں پہ کیا گزری ہوگی تو صوفیاء کرام نے اِس بارے میں فرمایا ہے کہ کوئی لمحہ حوض کوثر کی سرد تاثیر کے بغیر نہیں گزرتا۔ حوض کوثر کی سرد ہواؤں کی تاثیر کی تصدیق موجود ہے۔ یہ پنکھے ہوا دیتے ہیں ہوا جب مشرق، مغرب شمال اور جنوب سے چلتی ہے تو اُس سے ہمیں سردی لگتی ہے اور اگر بند ہو تو گرمی لگتی ہے یہ حوض کوثر نہیں تو اور کیا ہے۔ حتےٰ کہ ایک سیکنڈ بھی ہوا اگر بند ہو جائے تو سب کچھ جل جائے گا۔ عاشقانِ رسول ﷺ کو بھی اور نافرمانوں کو بھی یہ ہوا لگتی ہے۔ یہ طیبہ کی گرمی کو دیکھ کر اور روضہ رسول ﷺ کو چھو کر آتی ہے اور ہمیں یہاں ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ اِس عظیم ہستیؐ کی شفقت اور رحمت کا کسی کے ساتھ امتیاز نہیں ہے۔ جس طرح اللہ نے کہا ہے کہ.... ''میں رحمت اللعالمین ہوں''۔

اِس طرح فرمایا 'وَمَا اَرسَلنٰكَ اِلَّا رحمة اللعَالَمِین '' اِس کی رحمت کا حوض کوثر جو ہے وہ ہر ایک کے لیے ہے۔ حساب کتاب اپنی جگہ، حساب کتاب اِن کے سامنے نہیں ہے۔ اِن کے سامنے عنایت ہے اور ہدایت کے ساتھ ساتھ محبت ہے، انسانیت ہے۔ آں حضور ﷺ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ صحابہؓ سے فرمایا کہ.... پرانے زمانے کی گزری ہوئی کوئی کہانیاں سناؤ''۔ ایک صحابی نے عرض کی....

''یا رسول اللہؐ زمانہ جاہلیت میں ہمارا دستور تھا کہ جس گھر میں بیٹی پیدا ہوتی تھی اِسے مار ڈالتے تھے۔ میری تین بچیاں پیدا ہوئیں اُنہیں میں نے ختم کر دیا۔ مجھے تجارت کے لیے کسی دوسرے ملک میں جانا تھا میری بیوی حاملہ تھی میں نے اِس سے کہا'' اگر بچہ ہوا تو اِسے بڑے پیار سے اور توجہ سے پالنا اور اگر بچی ہوئی تو اِس کا وہی حشر کرنا جس طرح میں پہلی بچیوں کا کر چکا ہوں''۔ میری بیوی کے پڑوس میں

اِس کی ایک بہت راز دار خاتون تھی۔ اِس نے اِسے کہا کہ.... ''میرے خاوند کا مجھے حکم ہے کہ اگر مجھے بچی پیدا ہوئی تو میں اِسے مار دوں لیکن میں مارنا نہیں چاہتی آپ یہ راز کسی کو نہ بتائیں اگر مجھے بچی ہوئی تو میں آپ کے حوالے کروں گی آپ اِسے پالیں اِس کا خرچہ آپ کو میں ادا کروں گی''۔ خدا کی قدرت سے بچی پیدا ہوئی بچی کو اِس ہمسایہ عورت کے سپرد کیا گیا جس نے اچھی طرح اِس کی پرورش کی۔ اِس دوران پانچ برس کا عرصہ گزر گیا۔ میں تجارت سے واپس آیا تو وہ بچی بڑی ہو چکی تھی اور میٹھی میٹھی پیاری پیاری باتیں کرتی اور کھیلتی تھی۔ پڑوس سے آ کر میرے ساتھ کھیلتی تھی اور گود میں بیٹھتی تھی۔ مجھے بھی اِس سے سخت اُنس تھا میں بھی بہت پیار کرتا تھا۔ میری بیوی نے جب دیکھا کہ اب بچی اپنے باپ سے مانوس ہو گئی ہے اور باپ بھی اِسے بے حد پیار کرتا ہے لہٰذا اب یہ اِسے قتل نہیں کرے گا۔ لہٰذا یہ راز بتا دیا جائے کہ یہ تمہاری اپنی بچی ہے۔ چنانچہ اِس نے مجھے کہہ دیا کہ یہ بچی میرے بطن سے پیدا ہوئی ہے اور میں شفقت مادری کی وجہ سے آپ کے حکم پر عمل نہ کر سکی اور میں نے اِسے اپنی ہمسائیہ سہیلی کے سپرد کر دیا۔ اِسے اُس نے پالا یہ سُنتے ہی میں غصے میں آگ بگولا ہو گیا اور بچی کو ساتھ لے کر مکہ معظّمہ کے مضافات میں گیا جہاں اِسے زمین میں دفن کر دیا۔ وہ دوڑتی دوڑتی ساتھ جاتی تھی اور جب اِسے میں نے گڑھے میں ڈالا تو وہ کہنے لگی ''بابا جان مجھے اِس گڑھے میں کیوں ڈال رہے ہو۔ بابا جان میں مر جاؤں گی۔ بابا جان مجھے چھاتی سے لگا لو''۔ اِس طرح کی دلدوز باتیں کرتی تھی لیکن میں نے اُس کی کوئی بات نہ سُنی اور اِسے مٹی کے نیچے دبا دیا''۔

یہ واقع بیان کرنے کے بعد وہ صحابی زار و قطار رونے لگے اور مجلس نبویؐ میں جو بھی موجود تھا اِس کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے۔ خود رسول اللہؐ بھی آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ ''زمانہ جاہلیت میں آپ لوگوں سے جو کچھ سرزد ہوا اللہ آپ کو معاف کرے''۔ تو حوض کوثر کی یہ بھی ایک صورت ہے کہ خبردار اب کسی بچی کو کوئی نہ

مارے۔کوئی باپ نہ مارے،کوئی ماں نہ مارے،کوئی بہن نہ مارے،کوئی ساس نہ مارے، اِس قسم کے پیاسوں کو یہی حوض کوثر ملا اور کتنے ہی گھروں میں حوض کوثر ملا۔

ایک شخص ہے اِسے اللہ تعالیٰ کا رستہ ہاتھ نہیں آ رہا وہ جب نماز پڑھتا ہے تو سُبُحَانَ رَبِیَ الْاَ اعلیٰ کہتا ہے۔جب سجدے میں ہوتا ہے وہاں سے لے کر عرش عظیم تک فرشتوں کی زبان سے سُبُحَانَ رَبِیَ الْاَ اعلے کی ایک گونج سُنائی دیتی ہے۔ یہ بھی آب کوثر ہے یہ بھی آب کوثر ہے کہ ایک نمازی کہتا ہے اسلام علیکم ورحمتہ اللہ تمام جنت کی نوری مخلوق کے لیے بھی اِس میں سلام ہوتا ہے اور اپنے مرشد اور پیر کے حضور بھی یہ سلام پہنچتا ہے۔ یہ بھی آب کوثر ہے۔ یہ سب عطا صرف رحمة اللّعَالَمِیْن کے صدقے میں ہے۔طویل بحث میں جانے کے بغیر میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی پہلی سورة فاتحہ سات آیات پر مشتمل نازل فرمائی ہے جس میں سات حروف نہیں ہیں۔ مفسرین نے اِس سورہ پاک میں اِن سات حروف کی عدم موجودگی کی بڑی تفصیل سے بیان فرمائی ہے مثلاً اِس میں ''ش'' نہیں کہ ''ش'' سے شکایت ہے۔اِس میں ''ج'' نہیں کہ ''ج'' سے جہنم ہے۔ اِس میں ''خ'' نہیں کہ ''خ'' سے خواری ہے، اِس میں ''ظ'' نہیں کہ اِس میں ظلمات ہیں۔اِسی طرح باقی دوسرے تین حروف کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے۔مزید یہ کہ اِس سورہ مبارک کی سات آیات ہیں اِس اعتبار سے ہفتے کے سات دِن ہیں۔قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں زمین اور آسمان کے بھی سات سات طبقے ہیں۔ جنت اور جہنم کے بھی سات سات درجے ہیں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ایک انسان اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِ الْعَالَمِیْن کہتا ہے تو آسمان کے فرشتے بھی اِس کے ہم آواز ہو جاتے ہیں اور زمین کی مخلوق بھی اِس کی ہم آواز ہو جاتی ہے کہ.... ''اے رب''۔

ے تیرے آسماں کے تاروں کی خیر
زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر

اِس طرح سات آیات کو پڑھتے ہوئے سات آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور پڑھنے والے پر رحمت برستی ہے۔ یہ بھی اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر ہے۔ اِس طرح ایک ایک کر کے جہنم کے ساتوں دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بغیر نماز پڑھنے والے کے دوسرے کسی کے لیے بند نہیں ہوتے اور یہی حوض کوثر ہے۔ اِس لیے فرمایا گیا ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو۔ یہاں اِس مقام پر اِس درسگاہ میں حضرت صاحبزادہ عتیق الرحمان صاحب کا دین کی تبلیغ و تدریس کا جو مشن ہے اللہ پاک سے دعا کریں کہ یہ کامیاب ہو اور اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو۔ اِس میں کسی قسم کی کوئی نمود نہ ہو۔ کسی قسم کا کوئی دکھاوا نہ ہو میرے بھائیو ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لیے وسعت سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مبلغ فرمایا ہے۔ یہ کامیابی صرف زبانی کلام سے نہیں بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

میرے بھائیو آپ اہل سنت والجماعت کے لوگ ہیں۔ آپ رسول اللہؐ کے اُمتی ہیں کیا اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر کی نعمت کے لیے حضور اکرمؐ نے خطبہ حجتہ الودعی میں نہیں فرمایا کہ "والمومنین اخوانا والمسلمین اِخْوَانًا یہی تو ہے۔ "اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر"۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہیں محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

سبھی اللہ اکبر کہہ کر سر بسجود ہو گئے یہی ہے حوض کوثر کی فضیلت اللہ رب العزت نے اِس کی تین آیات میں پوری کائینات کو بند کر دیا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین شکر گنج میٹھا کھانے کے بہت شائق تھے۔ بچوں کو

ویسے بھی میٹھا کھانے کی عادت ہوتی ہے لیکن آپ کو کچھ زیادہ ہی تھی۔ والدہ ماجدہ نے کہا بیٹا نماز کے بعد جائے نماز کے نیچے سے تمہیں شکر کی پُڑیا مل جایا کرے گی۔ والدہ اِن کے مصلے پر کھڑے ہونے سے پہلے چپکے سے اس کے نیچے شکر کی پُڑیا رکھ دیتی تھیں اور جب یہ نماز پڑھ کر جائے نماز کو اُٹھاتے تو شکر اُنہیں مل جاتی۔ ایک دِن وہ کام میں مصروف رہیں مصلے کے نیچے شکر رکھنا بھول گئیں۔ جب دوڑ کر آئیں اور دیکھا کہ حضرت بابا فرید خود ہی شکر ہو گئے تھے۔ والدہ محترمہ نے کہا ''اے میرے مولیٰ اسی بہانے اِسے میں نے تیرے دربار میں پہنچایا ہے میرے مولیٰ اِس کے اِس تسلسل میں فرق نہ آئے۔ میرے مولیٰ توں لاج رکھنا''۔ جب حضرت بابا شکر گنج نماز سے فارغ ہوئے اور حسب عادت مصلا ہٹایا تو دیکھا کہ مصلے کے نیچے شکر کا ایک گھڑا ہے۔ اُنہوں نے کہا ''ماں آج یہ یہاں کیا تماشہ ہے''۔ والدہ گھبرا گئیں اور کہا ''بیٹا کیا ہے کہنے لگے'' یہاں شکر نہیں بلکہ شکر کا گھڑا ہے''۔

والدہ نے فرمایا.... ''میرے فرید توں شکر گنج ہو گیا۔ شکر کے خزانے کا مالک ہو گیا ہے''۔ یہ ہے ''اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر'' اندر بات چل رہی تھی کہ حضرت اویس قرنیؒ کتنے بڑے ولی تھے۔ حضور نبی اکرمؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ میرا پیراہن فلاں جنگل میں رہنے والے ایک دیوانے اویس قرنیؒ کو دینا اور اُسے کہنا کہ میری اُمت کی بخشش کے لیے دعا کرے۔ یہ ''اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر'' ہے۔ اُنہوں نے کہا حضورؐ کیا اُس کے دعا کرنے سے آپ کی اُمت کی بخشش ہو جائے گی فرمایا ''ہاں''۔ چنانچہ اس کی دعا سے عرب کے قبیلہ ربیہ کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر حضورؐ کی امت کی بخشش ہو گئی۔ بنو ربیہ قبیلے کی بھیڑوں کی تعداد تمام قبیلوں کی بھیڑوں سے زیادہ تھی، یہ بھی اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر کی فضیلت ہے۔

خدا پاک ہم سب پر راضی ہو محمد ﷺ سے محبت ایمان کی شرط اول ہے۔ میں آپ سب کے لیے اللہ پاک سے دعا مانگتا ہوں اللہ پاک آپ کو ایمان عطا فرمائے

اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ صاحبزادہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا....

"آپ نے میرے ساتھ جس محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے اِس سے آپ کے اپنے بڑے پن کا اظہار ہوتا ہے۔ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں آپ سے ملاقات اور آپ کے دادا محترم اور والد بزرگوار کے مزارات پر حاضری میرے دورے کی چند اہم یادوں میں سے ایک حسین یاد کے طور پر میرے ذہن و قلب میں محفوظ رہے گی۔ اللہ آپ کو خوش رکھے اور دین کی ترقی کے اِس بابرکت کام میں آپ کی نصرت فرمائے.... آمین"۔

اللہ رب العزت سے کسی غلو کے ارتکاب سے بچنے کی درخواست کے ساتھ گزارش کرتا چلوں کہ اِس مقام پر حضرت صاحب کے سلوک و معرفت کے رموز وحقائق پر مبنی اِس مفصل خطاب نے راقم الحروف سمیت اکثر سامعین پر وجد کی سی کیفیت بلکہ واقعی وجد طاری کر دیا۔ دورانِ خطاب حضرت صاحب کے چہرہ پر اِس قدر طمانیت اور نور تھا کہ اِن کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا اور یوں لگتا تھا کہ زبان تو حضرت صاحب کی ہے لیکن الفاظ کسی غیبی طاقت کے ہیں۔

سعید شوکت علی شاہ صاحب نے بعد میں راقم الحروف کو بتایا کہ اندر صاحبزادہ عتیق الرحمان صاحب نے حضرت صاحب کو پچاس ہزار روپے بطور نذرانہ پیش کیے لیکن حضرت صاحب نے قبول فرمانے سے انکار کر دیا کہ آپ کی دعا سے اللہ کا دیا ہوا میرے پاس بہت کچھ ہے۔ آپ سے ملاقات ہو گئی یہی سب سے بڑی بات ہے۔

تقریباً ایک بجے دِن ہم واپس میرپور پہنچے جہاں چودھری عبدالرشید صاحب کی کوٹھی کی وسیع و عریض چھت پر نہایت خوبصورت شامیانے نصب کر کے ایک جلسہ گاہ کی صورت دی گئی تھی کہ حضرت صاحب خطاب فرمائیں گے لیکن بوجوہ حضرت صاحب نے یہاں خطاب نہ فرمایا اور نہ ہی اِس جگہ تشریف لائے بلکہ چودھری منیر صاحب کی کوٹھی پر ہی اپنے چاہنے والوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے دیدار سے مشرف

فرمایا.... حضرت صاحب کے اعزاز میں دن کی اِس ضیافت میں تقریباً ایک ہزار کے قریب لوگوں نے کھانا کھایا۔ نمازِ ظہر کے بعد حسب معمول حضرت صاحب نے ذرا آرام فرمایا اور پھر لوگوں سے ملنے میں مصروف ہو گئے۔ اِس روز مظفر آباد، راولپنڈی، مانسہرہ اور پاکستان کے کئی دوسرے علاقوں سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد حضرت صاحب سے ملنے میر پور پہنچ گئی تھی اور وادی کشمیر کے بعض مہاجر حضرات بھی ملاقات کے لیے میر پور آئے ہوئے تھے جنہیں حضرت صاحب اچھی طرح جانتے تھے۔ نماز مغرب سے کچھ قبل حضرت صاحب، چودھری عبداللہ صاحب کے گھر تشریف لے گئے جہاں لوگوں کا ایک بڑا ہجوم حضرت صاحب کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ حضرت صاحب نے اِس مقام پر مختصر خطاب فرمایا.... غالباً اسی مختصر خطاب میں حضرت صاحب نے حضرت قائداعظمؒ کی وفات کے موقع پر دیکھا ہوا اپنا ایک تاریخی خواب لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہوئے گوجری زبان میں کہا....

''ہوں خاب ماں دیکھوں کہ ہوں ٹانگا پر سرینگر جارہیو ہوں سرینگر پہچ کے میں ٹانگو چھوڑ دِتو ہور بس کا ٹکٹ واسطے اڈہ ماں جان لگو۔ اُتِ ہوں دیکھوں کہ لوکاں کو ایک بڑو ہجوم ہے میں سوچیو کے پتو ہوں اپنی یاہ جا بھی نہ بھل جاؤں تے ٹکٹ بھی تھاوے نہ تے فر کے کروں گو۔ میں دیکھیو جے جامع مسجد کی جاماں ایک سٹیج بنیو وَو ہے جس کا دو حصہ ہیں۔ ایک اُپر ہے ایک اُس کے اگے ہے۔ اُپر کا حصہ پر ایک نورانی ہستی بیٹھی وی ہے۔ جس کا چہرہ مبارک تے نور کیں لاٹ اُٹھیں۔ میں اُت کھلا ایک دربان نا پچھیو ''یہ کون ہیں'' اُس نے کہیو ''یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں''۔ اُن کے اگے ہور حضرات بھی تھا تے قائداعظم بھی اپنا لباس اچکن، پاجامہ ہور ٹوپی ماں بیٹھا وا تھا۔ میں کہیو ''یوہ جناح مرتدات کے کرے''۔ اُس نے اپنا ہتھ کی انگلی میرا ہوٹھاں پر رکھتاں کہیو ''ہاں! قائداعظم''۔ میں کہیو ''یوہ قائداعظم؟''۔ لگو کہن ''ہاں قائداعظم، کہیو قائداعظم''۔ اِس نا کروڑاں لوکاں نے قائداعظم کہیو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

قبول کر کے اِس نا قائد اعظم کو درجو عطا کر دتو ہے۔ اِس کا جنت ہور کشمیر کا فیصلہ واسطے حضرت ابو بکر صدیقؓ اِت تشریف لیایا ہیں''۔ کشمیر کو کے فیصلو کریں''؟۔ اکھے آپ پتو لگ جائے گو''۔ اتنا بچوں واہ مجلس برخاست ہوگئی تے ہوں جاگ گیو۔ ہوں کجھ بے چین جھیو ہو گیو تے اُپر زیارت شریف پر چلے گیو۔ اُت دیکھیو تے مولوی مہر الدین ہور تہجد پڑھیں تھا۔ ہوں کھل رہیو اُن نے سلام پھیر یو تے کہن لگا ''تم کیوں کھلا ہیں''۔ میں کہیو ''میں خاب دیکھی ہے''۔ اُن نے مناں کہیو ''فر بیان کرو''۔ میں فر بیان کی.... مولوی مہر الدین نے بڑا اُچا واز کے نال شعر پڑھیو۔ شاید اِس کا واز نال اندر بابا صاحب بھی جاگ گیا۔ اُس نے کہیو....

مسلمانوں کا وہ دیکھو جناح محبوب جاتا ہے
مسلمانوں کی قسمت کا ستارہ ڈوب جاتا ہے

ہور بھی کجھ کہیو پر مناں یاد نہ رہیو میں کہیو ''حضرت گل کہہ کے''؟۔ کہن لگا ''حضرت قائد اعظمؒ فوت ہو گیا''۔ صبح ہم سرینگر آیا اُس ویلے ریڈیو وغیرہ سُنو جرم تھو۔ مولوی مہر الدین صاحب، صوبیدار غلام حسین کا چاچا تھا۔ ہم مگرمل باغ اُن کا ڈیرا پر گیا۔ اُت مرزا مجید صاحب تے صوبیدار غلام حسین صاحب دوئے بیٹھا وا تھا۔ ہم نا اُن نے کرسیں دتیں ہم بیٹھا۔ پنج بجہ کو وقت ہوؤ تے اُن نے خاصو اُچو کر کے ریڈیو لایو۔ انگریزی کیاں خبراں بچ آیو ''ہوائی جہاز حضرت قائد اعظم کو جسد خاکی لے کے کراچی کا ہوائی اڈہ پر اُترن آلو ہے۔ بے پناہ مخلوق ہے کوئے کنٹرول نہیں ہور ہیو۔ اِسے واسطے ہوائی جہاز اڈہ کے اُپر چکر لاوے خبر انگریزی ماں تھیں۔ مرزا صاحب نے ہم نا ترجمو کر کے دسیو۔ ہم اِس خبر تے بڑا پریشان ہوا۔ اُس تے بعد بھی ویہ اُتے ہی رہیا پر میری تے اُن کی ملاقات نہیں ہوئی''۔

اِس گفتگو کے آخری جملوں جن میں ''ملاقات نہیں ہوئی'' کا ذکر ہے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ گفتگو حضرت صاحب نے مجلس میں موجود کسی صاحب کے کسی

بزرگ یا والد کے ساتھ اپنے تعلق کے بارے میں کسی کے استفسار پر فرمائی....

واپس سوہاوہ شریف جانے سے پہلے ایک اور صاحب کے دولت خانہ پر رات کے کھانے کا پروگرام تھا۔ حضرت صاحب نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اپنے قافلے کے ساتھ صاحبِ دعوت کے گھر کی طرف روانہ ہوئے لیکن نہ جانے کیوں وہاں پہنچتے ہی طبیعت میں حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوگئی اور فوراً واپس گاڑی میں سوار ہو گئے۔ چہرے پر ایک جلال تھا طبیعت میں سختی اور تندی سی آ گئی۔ سبھی گھبرا گئے کہ یہ کیا ہوا۔ سید شوکت علی شاہ صاحب بھی بہت گھبرائے کہ شاید کوئی گستاخی ہوگئی۔ حضرت صاحب نے فوراً واپس چلنے کا حکم دیا تو ہم سب نے تعمیل حکم میں امان سمجھی۔ ''دینہ'' تک حضرت صاحب نے راستے میں شوکت علی شاہ صاحب اور نہ ہی ہم میں سے کسی کے ساتھ کوئی بات کی۔ درود وظائف میں مصروف رہے اور کسی گہری سوچ میں ڈوبے رہے۔ ہم سبھی سہمے ہوئے تھے اللہ اللہ کر کے سوہاوہ شریف پہنچتے تو گاڑی سے اُترنے کے بعد فوراً ہی اپنے مخصوص کمرے میں خلوت نشین ہو گئے۔ جب کہ ہم (راقم الحروف اور پیرزادہ محمد افسر) نے سید آغا حسین مغموم صاحب کے ہاں کھانا کھایا اور وہیں رات گزاری۔

اگلے روز ۱۴ اپریل ۲۰۰۸ء کا دِن سوہاوہ شریف میں ہی گزارہ اور اپنے عزیزوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے اِن سے محو گفتگو رہے نیز دور دراز سے ملاقات کے لیے آنے والوں سے بھی ملتے رہے۔ دوپہر کا کھانا سید ظفر علی شاہ صاحب کے ہاں تناول فرمایا جب کہ رات کا سید شوکت علی شاہ صاحب کے ہاں۔ حضرت صاحب کے آزاد کشمیر اور پاکستان میں قیام کے دوران سید شوکت صاحب کے برادران سید محمد علی شاہ، احمد علی شاہ، اصغر علی شاہ، نور علی شاہ اور ظفر علی شاہ اور سید شوکت علی شاہ صاحب کے صاحبزدگان، سید حسن رضا شاہ، سید حسین رضا، سید علی رضا، سید احسن رضا اور سید امجد علی شاہ صاحب کے صاحبزادے سید نوازش علی نیز سید

آغا حسین مغموم صاحب کے صاحبزدگان بلکہ سب کی کوشش رہی کہ وہ حضرت صاحب کے ساتھ ساتھ رہیں لیکن بعض اوقات دیگر ذمہ داریوں وغیرہ کی وجہ سے سبھی حضرات تسلسل سے حضرت صاحب کے ساتھ نہ رہ سکے لیکن سید آغا حسین مغموم صاحب پورے دورے میں سائے کی طرح حضرت صاحب کے ساتھ رہے۔ بڑے ہی خوش قسمت شخص ہیں وہ اکثر حضرت صاحب کے ساتھ ساتھ رہنے کے جواز کے طور پر حضرت میاں محمد بخش صاحبؒ کا یہ شعر پڑھنے کے بعد اور گنگناتے رہتے تھے جو غالباً حضرت صاحب نے کیئیاں شریف کے سفر کے دوران گاڑی میں بیٹھے ہوئے فیض آباد راولپنڈی کے مقام پر کسی گفتگو کے دوران پڑھا تھا۔

اَج مہمان شہزادہ میرا کولوں ہلن نہ دیساں
خبر نہیں فر کد محمد نال نصیب مِلساں

اپنے اِس تاریخی اور یادگار دورے کے دوران حضرت صاحب جس محفل، مجلس میں بیٹھتے تو اِن کی یہ کوشش ہوتی کہ وہ حضرت قبلہ باباجی صاحبؒ اور حضرت میاں نظام الدین لارویؒ (اپنے والد گرامی) کی دربار کیئیاں شریف سے محبت عقیدت اور تعلق پر ہی گفتگو فرماتے رہیں۔ اکثر باتیں راقم الحروف ریکارڈ نہیں کر سکا جس کا بہت افسوس ہے لیکن جو کچھ ریکارڈ کیا گیا اپنی کم علمی کے قطع نظر صرف عقیدت اور محبت کے بل بوتے پر نذر قارئین کر دیا۔

غالباً سوہاوہ شریف میں ایک خصوصی محفل میں حضرت صاحب نے اپنے والد گرامی حضرت میاں نظام الدین لارویؒ کا ذکر فرماتے ہوئے حسب عادت گوجری زبان میں گفتگو کرتے ہوئے یہ واقع بیان فرمایا کہ بابا صاحب ہوراں نے فرمایو کہ ”مناں پنج چھ سال ہو گیا ہیں ہوں کیئیاں شریف نہیں گیو۔ یاہ بڑی گستاخی ہے لہٰذا مناں کیئیاں شریف جانو ہے“۔ اماں ہوراں نے کہیو ٹھیک ہے“۔ تم اِس سال فصل شسل سا مولوکاں کو بھی آن جان ہے۔ شر د آیو تے مناس بھی مظفر آباد کے

رستے یا جیاں تے تھاری مرضی ہوئی نال لے چلیو تے چلے جایو، بابا صاحبؒ ہوراں نا غصو آ گیو۔ اُنہاں نے فرمایو ''سبحان اللہ گھاہ کپن مزمان تے مال میرا رستہ کے بیچ حائل ہیں ہوں کئیاں شریف نہیں جاسکتو''۔ زبردست غصو آ گیو۔ اتناں بچوں وہ آدمی فوت ہو گیو ہے اُس کو مجید ناں تھو وہ آ گیو۔ وہ آیو تے جسو ہی پوہڑیاں پروں اُپر چڑھیو تے بابا صاحبؒ نے پچھیو ''مجید توں چرکو کیوں آیو، خیر ہے، تیرو باپ بل ہے''۔ اکھے جی بل ہے۔ فر پچھیو توں کیوں آیو''۔ اِس نے کہیو ''حضرت میرا باپ نے ایک بکری ذبح کرا کے تازو ماس دے کے گھوڑا پر چلایو ہوں جے توں آپ بھن کے دیئے۔ بھنیو وَو ماس بابا صاحب ہور کھائیں ہونویں تھا۔ وہ بیچارو خاصی دور جاتے آیو تھو ''فرمان لگا ماس شاس نا اُت چھوڑو تے دس جے گھوڑو نال ہے''۔ اکھے حضرت نال ہے۔ اپنو گھوڑو منگایو تے فرمان لگا ''تیرے نال دو جو آدمی لاؤں تم میرا گھوڑا نا بھی کاٹھی کرو تے رات درویش صاحب کے گھر ولیواڑ چلے جاؤ رات اُتے ہی رہ کے صبح باندی پورہ آلا راہ تے پرسوں کپواڑے پہنچ جایو ہوں پرسوں کپواڑے پہنچ جاؤں گو تے اُتوں کیاں شریف چلاں گا۔ المختصر کیاں شریف پہنچ گیا۔ اُتوں مُڑتاں ماں لکھیں کہ....

دِ:- دِن جدائی دا ہوئے کالا ، کالی رات وصال دی چانݨیاں وے
آکڑ آکڑ کر چلن وصال والے چالاں ہجر دیاں ہائے نمانیاں وے
سیجاں خار پُڑدے باجھوں پیاریاں دے کنڈے وصل دے نرم وچھانیاں وے
اساں وصل جدائی نظام دیکھے دونویں طرز پریم دے جانیاں وے

اُس وقت کیاں شریف ماں حضرت میاں مرزا صاحبؒ ہور تھا عادت کے مطابق نیاز دیتا رہیں تھا تے اُس ویلے کشمیر ماں جھڑ وسب۔ تے بہترین گھوڑ و تھو اُسو گھوڑو کسے کول نہیں تھو وہ پیش کیو۔ حضرت ہوں اِس نا نیاز ماں پیش کروں''۔ حضراتاں نے بابا صاحبؒ ہوراں نا مجبور کر کے کہیو ''میاں صاحب ایہہ بادشاہ گھوڑا

ہے۔ اِنہاں پڑیاں بچ ایہہ نہیں رہ سکتا مڑا حکم ہے اِس کو موڑ کھڑو"۔ واپس آ گیا تے ایک دِن بابا صاحبؒ ہوراں نا ضروری سرینگر جانو تھو بخشی نے بلانو تھو۔ اُن کی عادت تھی ویہ ظہر کی نماز پڑھ کے آرام کریں ہوئیں تھا۔ ہاں کھانو کھان تے بعد کدے کتے آرام نہیں فرمائیں ہوئیں تھا تاں پُٹن چاہ کی ایک پیالی ضرور پیئیں ہوئیں تھا۔ ویہ آیا بنچ جھیو پیو وتھو آ کے بیٹھا تے اماں ہوراں نا چاہ دین لگا۔ وہ گھوڑ واندروں کاٹھی کی وی کڈھیو تے وہ لگو تڑفن۔ کدے کس طرح، کدے کس طرح کرے۔ اماں ہور کہن لگا کہ اِس رنگ کو جانور نہیں مل سکتو۔ بابا صاحبؒ ہوراں نے فرمایو...."اِس کی کاٹھی لاہ چھوڑو، ہوں نہیں جاتو۔ یوہ ہوں کیاں شریف لے گیو تھو یوہ منحوس ہے۔ یوہ اُت منظور نہیں ہووَ ہوں نہیں اِس پر چڑھتو۔ بشیر لنگر کا داناں ماں اِس گھوڑا کو حصو ہے۔ اِس پر توں سواری کریا کر۔ میری کاٹھی اِس تے بعد اِس پر نہیں کرنی۔ ہم نے دنیا کا ارمان کیا جے حضرت، بخشی نے بلایا ہیں اِس طرح ہے اُس طرح ہے۔ اُنہاں نے فرمایو...."میرو کسے نال کوے کم نہیں، اُٹھ کے اپنا کمرہ ماں چلا گیا۔ کئیاں شریف کے ذکر کے ساتھ ہی حضرت صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی تھوڑی دیر کے بعد یہ شعر پڑھا....

سوہنی صورت دیکھن کولوں منع نہ کریو بھائی

جمدیاں ایہہ عادت مینوں پاون والے پائی

میرا دِل کے بچ یوہ بڑو ارمان تھو جہڑو اللہ پاک نے پورو کیو۔ اُس کو لکھ لکھ شکر ہے۔ اپریل ۲۰۰۸ء کی ۱۵ر تاریخ کو حضرت صاحب کے اعزاز میں اِن کے ایک عاشق حاجی چودھری محمد خان صاحب نے کوٹلی میں ایک عالیشان استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ ہمارے اندازے کے مطابق حضرت صاحب ابتداً اِس استقبالیے میں شرکت سے معذرت کر چکے تھے کہ کوٹلی تک بذریعہ سڑک سفر عارضہ قلب کے باعث اِن کے لیے بہتر نہیں ہے لیکن حاجی چودھری محمد خان صاحب نے حضرت صاحب کے ساتھ

اپنی حقیقی محبت اور عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کوشش ترک نہ کی بلکہ وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان جو حضرت صاحب کے زبردست عقیدت مند ہیں کے ذریعے بھی درخواست پیش کی اور کہا کہ حضرت آپ کو بذریعہ سڑک نہیں بلکہ ہیلی کاپٹر کوٹلی لے جایا جائے گا۔ چودھری محمد خان موصوف کے سید شوکت علی شاہ صاحب سے بھی گہرے مراسم ہیں اِس لیے حضرت صاحب کو اِس دورے کی حامی بھروانے میں سید شوکت علی شاہ صاحب نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ ہم لوگ جنہیں اللہ کے فضل سے حضرت صاحب کے آزاد کشمیر و پاکستان میں قیام کے دوران تقریباً مسلسل اِن کی رفاقت میئسر رہی تھی ہمارے لیے چودھری محمد خان صاحب موصوف نے اپنی نئی اور جدید طرز کی گاڑی بجھوائی جس میں راقم الحروف سید آغا حسین مغموم، سید لعل شاہ قلندر صاحب، پیرزادہ محمد افسر خان نقشبندی اور بعض دوسرے حضرات سوار ہو کر کوٹلی شہر سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر کھلے میدان میں ایک وسیع وعریض حویلی کے احاطہ میں پہنچے۔ پورا احاطہ رنگ برنگی جھنڈیوں اور حضرت صاحب کے شایانِ شان خیر مقدمی نعروں پر مبنی بینرز سے سجایا تھا اور دور دور تک شامیانے نصب تھے۔ پورے پاکستان، اور آزاد کشمیر بھر کے پریس اور الیکٹرانک میڈیا کے ذمہ دار، صحافی، قلمکار اور کیمرہ مین جلسہ گاہ میں موجود تھے۔ پولیس کی ایک بڑی تعداد بھی ہجوم میں نظم و نسق قائم رکھنے کے لیے موجود تھی۔

حضرت صاحب کو سوہاوہ شریف سے دس بجے اسلام آباد پہنچنا تھا جہاں سے انہیں وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان صاحب کے ہمراہ بذریعہ ہیلی کاپٹر استقبالیہ کی تقریب میں کوٹلی آنا تھا۔ حضرت صاحب کے ہیلی کاپٹر کوٹلی کو پہنچنے میں متوقع اندازے سے کچھ زیادہ تاخیر ہوگئی گرمی کافی تھی لیکن لوگوں کی طرح طرح کے مشروبات سے تواضع کی جاتی رہی اور سٹیج پر تقاریر اور نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا جس میں سید لعل شاہ قلندر صاحب اور سید آغا حسین مغموم صاحب نے اپنی بصیرت

افروز تقریروں سے مجمعے کو محفوظ کیا۔ حضرت صاحب کو کوٹلی شہر میں اتر کر وہاں سے وزیر اعظم سردار سکندر حیات صاحب کی سرکاری گاڑی میں اِن کے ہمراہ تقریب گاہ میں آنا تھا۔ تقریب گاہ میں موجود انتظامیہ کے افسران ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کوٹلی وائرلیس اور ٹیلی فون پر لمحہ لمحہ کی خبر حاصل کر رہے تھے۔ تقریباً ایک بجے جب حضرت صاحب کا ہیلی کاپٹر کوٹلی میں اُترا تو فوراً جلسہ گاہ میں اِس کی اطلاع پہنچ گئی۔ شرکائے تقریب میں سے اکثر حضرات کی کوشش تھی کہ وہ آگے نکل کر حضرت صاحب کا استقبال کریں جس سے ذرا بھگدڑ مچ جانے کا اندیشہ ہو گیا لیکن انتظامیہ کے ذمہ داران نے انتہائی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت صاحب کی گاڑی سٹیج کے پاس آکر رُکے گی۔ آپ لوگ اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔ چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا چند لمحوں میں حضرت صاحب تقریب گاہ میں موجود تھے اور کوٹلی کی پوری فضا اِن کے حق میں خیر مقدمی نعروں سے گونج رہی تھی۔ سبحان اللہ، فقید المثال استقبال ہوا۔ حضرت صاحب اور وزیر اعظم سکندر حیات خان صاحب سٹیج پر پہنچے تو سیاسی شخصیات، صحافیوں اور اعلیٰ حکام نے سٹیج کے سامنے پہلی قطار میں نشستیں تلاش کرنا شروع کر دیں۔ راقم الحروف پہلے ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا لیکن ایک معروف صحافی نے راقم کو ایک کمزور، سیدھا سادھا اور مظلوم سمجھ کر کہا کہ آپ پیچھے کسی جگہ چلے جائیں یہ کرسی میرے لیے خالی کریں۔ مجھے اُس کی اِس جرأت اور بدتمیزی پر بڑا غصہ آیا۔ میں نے اُسے ذرا سختی سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بیچارہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ سٹیج پر انتظامیہ کا ایک افسر ہماری طرف دیکھ رہا تھا اُس نے آواز دی "قریشی صاحب آپ اِدھر سٹیج پر آجائیں۔ راقم الحروف کو حضرت صاحب اور وزیر اعظم کے بالکل پیچھے جگہ مل گئی جہاں اِن کے ساتھ بات کرنا میرے لیے آسان ہو گیا۔ اِس کے ساتھ ہی تقریب کا آغاز ہوا اور تلاوت کلام کے لیے قاضی محمد بشیر صاحب رجسٹرار شریعت کورٹ آزاد کشمیر کو سٹیج پر بلایا گیا۔ قاضی صاحب موصوف تلاوت کے

بعد اپنی نشست پر پہنچے تو انہیں خطاب کے لیے دوبارہ سٹیج پر بلایا گیا۔ موصوف بڑے صاف علم اور پروقار شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ دربارِ عالیہ ''وانگت شریف'' اور حضرت میاں صاحب کے انتہائی عقیدت مند ہیں اُنھوں نے اپنے مختصر خطاب میں بے حد مودبانہ انداز میں دربار وانگت شریف اور حضرت صاحب کا تعارف پیش کر کے شرکائے تقریب سے داد تحسین حاصل کی۔ سوہاوہ شریف میں عرس مبارک کی تقریب اور میر پور میں حضرت صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ کی تقریب کی طرح راقم نے اِس تقریب کے لیے بھی حضرت صاحب کی عقیدت میں چند اشعار لکھے تھے۔ چودھری محمد خان صاحب مہتمم تقریب کے استقبالیہ کلمات کے بعد سٹیج سیکریٹری صاحب نے راقم الحروف کو موقع کی مناسبت سے اپنی نظم پیش کرنے کے لیے بلایا۔ راقم نے اپنے روائتی انداز میں یہاں بھی اپنی نظم ترنم کے ساتھ پڑھی جو حسب ذیل ہے۔

کوٹلی کی سر زمیں تجھ کو مبارک باد ہو
روز یاں پہ محفلیں ہوں روز زندہ باد ہو
ہے سکندر صاحب کی جی صاحبؒ سے وابستگی
اِن کی اِس نسبت سے اِن کا یہ چمن آباد ہو
آج یاں تشریف لائے ہیں میاں بشیر صاحب
ہر فکر ، غم سے یہاں کا ہر بشر آزاد ہو
کھلکھلا اُٹھے ہیں چہرے اِن کے آنے سے یہاں
یا الٰہی حشر تک یاں ہر بشر دِل شاد ہو
قدم رنجہ اِن کا فرمانا یہاں پہ اے خدا
شفقت و مہر و محبت کا نیا اِک باب ہو
نفرتوں کا خاتمہ ہو اُلفتیں بڑھتی چلیں
بے سکونی خوف و وحشت سے بشر آزاد ہو

پیکرِ اُلفت محبت کا شمر میں آپ ہیں
یاں بھی حضرت اِس ضمن میں کچھ نہ کچھ ارشاد ہو
چاہنے والوں کا حضرت یاں پہ اِک سیلاب ہے
آپ کی عظمت سے اِن میں بے مثل اتحاد ہو
یاں کا ہر پیر و جواں چاہتا ہے حضرت آپ کو
آپ کی شفقت ہو اِن پر اور آشیرواد ہو
کاشمر کے بادشاہِ ہے دوست کی یہ التجا
آپ کے دِل میں ہمیشہ ہم سبھی کی یاد ہو

(۱۵/اپریل ۲۰۰۴ء)

اِس استقبالیہ تقریب میں آزاد کشمیر کی بڑی بڑی سیاسی شخصیات موجود تھیں جو خطاب کرنے کی خواہشمند تھیں لیکن وقت کی تنگی کے پیشِ نظر چودھری محمد بشیر صاحب اور مہتمم تقریب چودھری خان محمد جنہوں نے نہایت سادہ مگر پُر اثر و پُر درد الفاظ میں حضرت صاحب کے ساتھ اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اِن کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا، کے علاوہ صرف چودھری رشید صاحب اور وزیرِ اعظم سکندر حیات خان صاحب ہی خطاب کر سکے۔ وزیرِ اعظم کے خطاب کا متن درج ذیل ہے۔

''عزت مآب جناب میاں بشیر احمد صاحب لاروی، معزز سامعین و حاضرین وقت بھی کم ہے اور یہ کوئی سیاسی جلسہ بھی نہیں ہے۔ اِس وقت ہمارے بزرگ اور بھائی جو یہاں موجود ہیں وہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا دیدار کرنے اور آخر پر اِن کی دعا سے مستفید ہونے یہاں تشریف لائے ہیں۔ اِس لیے یہ کوئی ایسا موقع نہیں ہے کہ میں کوئی زیادہ بات کر سکوں۔ یہ بات یہاں ہمارے چودھری رشید صاحب نے بھی کی تھی میں چودھری محمد خان صاحب کو داد دیتا ہوں کہ کچھ ہم نے اِن کو مجبور کیا اگر میں صحیح اندازہ کر سکا ہوں تو حضرت میاں صاحب اِس وقت اسی بیاسی

سال کے ہیں۔ عقیدت کے اعتبار سے ہم سب اِن سے ہاتھ ملانا چاہتے ہیں۔ گستاخی تو پیر صاحبان کے ساتھ کوئی نہیں کرتا لیکن ہاتھ ایک ہوتا ہے اور ملنے والے ہزاروں لوگ ہوتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اِن کا بے حد منعقد ہوں اور والد مرحوم اللہ اُنہیں غریق رحمت کرے اُن کی زبانی میں نے سُنا کہ کشمیر میں اِس درگاہ شریف کا یا لارویؒ خاندان کا حضرت جی صاحبؒ سے لے کر آج تک سب سے منفرد اور اونچا مقام رہا ہے۔ کشمیر میں میر واعظ خاندان کا بھی کوئی شک نہیں بڑی خدمات ہیں لیکن وہ صرف وادی کے ایک مخصوص حصے تک محدود ہیں جب کہ اِس خاندان کا اثر وادی میں ہے تو ہے ہی لیکن پیر پنجال کے اِس طرف اور خاص طور پر مینڈھر، راجوری اور آزاد کشمیر کا یہ حصہ حضرت قبلہ جی صاحبؒ اور اِس خاندان کے روحانی فیض سے مستفید ہے۔ ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ میرا گھرانہ اور بالخصوص میرے والد مرحوم جو حضرت جی صاحبؒ کے مرید بھی تھے اِس خاندان کے معتقدین میں سے تھے اور اِس اعتبار سے ہماری بھی اِن سے وہی عقیدت ہے۔

میاں صاحب میرے والد مرحوم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب وہ بھمروٹ میں پولیس کی سروس میں تھے تو مجھے گھوڑے کی سواری اُنہوں نے سکھائی۔ یہ فرماتے ہیں کہ نخی پیر درگاہ پر اِس طرح کا میلہ ہوتا تھا۔ اُس میں Hors and cattle show ہوتے تھے۔ بہادری کے کرتب دکھائے جاتے تھے۔ میرا گھرانہ اور میرا خاندان بلکہ پورا علاقہ لاروی خاندان کا بہت عقیدت مند رہا ہے اور اِس کے بہت قریب رہا ہے۔ میں کوئی تعصب نہیں کر رہا ہوں لیکن اگر میں اِس کا ذکر نہ کروں تو احسان فراموشی ہوگی۔ ہماری تمام غفلتوں کے باوجود اِس درگاہ شریف کی نظر کرم ہمارے خاندان پر رہی ہے اور ہر آزمائش میں اِس خاندان نے ہماری روحانی پشت پناہی کی ہے۔ وقت نہیں ہے کہ میں آپ کو تفصیل بتاؤں کہ ۱۹۳۴ء کا الیکشن جو والد مرحوم نے لڑا اُس میں چودھری غلام حسین لسانوی مرحوم مغفور جو ریاست جموں کشمیر

کی بہت بڑی شخصیت اور بہت بڑے دیندار تھے اُنہوں نے بھی الیکشن لڑا۔ آپ سُن کر حیران ہوں گے کہ اِس درگاہ شریف نے برادری کی کوئی طرفداری نہیں کی حالانکہ لسانوی صاحب کے ساتھ اِن کی رشتہ داری بھی تھی۔ درگاہ شریف نے والد مرحوم کا ساتھ دیا اُنہوں نے لسانوی صاحب کو کہا کہ ''اِس نوجوان کو موقع ملنا چاہیے کیوں کہ یہ آگے چل کر ریاست جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی بڑی خدمت کرے گا۔ وہاں سے لے کر آج تک اِن کی نظر کرم رہی ہے''۔ میں کیا دعا کروں دعا کرنے والے تو یہ لوگ ہیں میری اِن سے درخواست ہوگی کہ نہ صرف میرے لیے بلکہ ریاست جموں کشمیر کے لوگ جو مہاجر و انصار ہیں اِن سب کے لیے دعا فرمائیں کہ ریاست جموں وکشمیر میں جو مصیبت ہے وہ ختم ہو۔ پچاس ساٹھ سال گزرنے کو ہیں کہ دو ممالک آپس میں جنگ بھی کرتے ہیں۔ آپس میں گفت وشنید بھی کرتے ہیں۔ لوگ شہید ہوتے ہیں، زخمی ہوتے ہیں، بے گھر ہوتے ہیں۔ آج بھی سرنکوٹ کے جو لگ ہیں وہ رکھ بریلی میں بغیر سڑک، بغیر بجلی رہ رہے ہیں۔ مینڈھر کی سرسبز وشاداب زمین اور راجوری کی سرزمین جن لوگوں نے دیکھی ہے اِن کو معلوم ہے کہ وہ کیسی سرزمین ہے۔ وہاں کے لوگ اسلام کی حفاظت اور پاکستان کے استحکام اور تکمیل کے لیے ۱۹۴۷ء میں، ۱۹۶۵ء میں، ۱۹۷۰ء میں اور ۱۹۹۰ء میں مہاجر ہوئے اور آج بھی جو لوگ یہاں آئے ہیں اِن کے عزیز واقارب آج بھی اِس جدوجہد میں شریک ہیں۔ میری اِن سے یہی گزارش ہے کہ یہ دعا فرمائیں اِن کے دِل میں ویسے بھی سب کے لیے بڑی محبت اور ہمدردی ہے۔ چند روز قبل ایک تقریب میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہے اُنہوں نے فرمایا کہ....

اِس دِل کے ٹکڑے ہزار ہوئے — کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

والد صاحب مرحوم بھی یہی کہا کرتے تھے ہم یہاں صرف اُن کے دیدار اور شرف ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ میں آج بہت مصروف تھا۔ آج کیبنٹ

میٹنگ تھی میرے ساتھ چیف سیکریٹری صاحب نے آنا تھا دوسرے لوگوں نے آنا تھا لیکن وہ بڑا ہیلی کاپٹر عین وقت پر خراب ہو گیا اور اِس کے متبادل بڑی جدوجہد سے ہمیں چھوٹے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرنا پڑا ہمارے ساتھ صرف ایک شوکت علی شاہ صاحب ہی آسکے باقی لوگ نہ آسکے۔ اِس لیے میری درخواست ہوگی اِس محفل کو جلد لپیٹ لیا جائے۔ میری تو یہ خواہش تھی اور درخواست بھی تھی کہ یہ ہمارے گھر نکیال میں تشریف لے جاتے لیکن لوگوں نے اِن کو اِس طرح گھیر لیا اور پھر اِن کے عزیزوں نے بھی کہا کہ واپس آجائیں کیونکہ اپنی صحت کی وجہ سے میرپور اور کوٹلی میں زیادہ وقت نہیں دے سکتے ہیں۔ میں حاجی چودھری محمد خان صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ حضرت میاں بشیر صاحب سے اِن کی انتہا درجہ کی یہ عقیدت رنگ لائی جس کے باعث لوگوں نے اِن کا دیدار بھی کر لیا اور اِن کی دعا بھی لے لی ورنہ بڑی حسرت رہتی۔ میں حضرت میاں صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ساری باتوں کے باوجود حاجی صاحب کی بات اِنہوں نے مان لی یہی بڑائی کی علامت ہوتی ہے۔ میں نے اصرار اِس لیے نہیں کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ دِل کے آپریشن کی وجہ سے اور وقت کی تنگی کی وجہ سے شاید یہ وہاں تشریف نہ لے جاسکیں۔ میرے بھتیجے نے بھی اِن کے اعزاز میں پروگرام رکھا تھا لیکن اِنہوں نے فرمایا کہ ”نہیں واپس جاؤں گا“۔ اللہ تعالیٰ اِن کی عمر دراز کرے اور یہ منحوس لکیر ختم ہوتا کہ بار بار اِن سے ملیں اور جس بس سروس کی بات کرتے ہیں اگر بغیر ویزے اور پاسپورٹ کے چلتی ہے تو بہت اچھی بات ہوگی تاکہ ہم بھی اِن جگہوں کو دیکھنے اور خانقاہ پر حاضری دینے حاضر ہوں اور اِن لوگوں سے ملیں جو ہم سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ اِن کی درازی عمر کے لیے اللہ تعالیٰ سے پھر دعا کرتا ہوں اور اِن سے درخواست کرتا ہوں کہ ہم گنہگاروں کے لیے بھی دعا کریں۔ یہ جہاں بھی رہیں سُکھی رہیں اور اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔ جو احباب دور دراز سے آئے ہیں میں اِن کا شکر گزار ہوں اِنہی الفاظ کے ساتھ

اجازت چاہوں گا خدا حافظ"۔

وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان صاحب کے اِس عقیدت بھرے خطاب کے بعد سٹیج سیکر یٹری صاحب نے حضرت صاحب کو دعوتِ خطاب دی اور جب حضرت میاں بشیر احمد صاحب خطاب کے لیے مائک پر تشریف لائے تو تقریب کے تمام شرکاء نے کھڑے ہو کر تالیوں اور نعروں کی گونج میں اِن کا استقبال کیا اور اپنی عقیدت وخوشی کا اظہار کیا۔ کوٹلی شہر سے تقریباً سات کلومیٹر کے فاصلے پر ''بنڈلی'' کے مقام پر اِس تاریخی تقریب کے تقریباً ساڑھے تین ہزار شرکاء سے اپنے اس یادگار خطاب میں حضرت صاحب نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء اور سرکارِ دوعالم حضرت محمد ﷺ پر درودِ شریف کے بعد فرمایا ''وزیر اعظم آزاد کشمیر جناب سردار سکندر حیات خان صاحب، جناب حاجی چودھری محمد خان صاحب، جناب شوکت صاحب میرے بھائیو میرے دوستو، میرے ساتھیو میں ایک ایک کا نام لینے سے قاصر ہوں کیوں کہ پہچان نہیں ہے۔ میں اپنی عمر میں یہاں پہلے بار آیا ہوں لیکن تھکیالہ، پراوا اور کوٹلی کی سرزمین کے ساتھ میرے گہرے تعلقات ہیں''۔

وہ دِن جب یاد آتے ہیں کلیجہ منہ کو آتا ہے

میں والد صاحب سے یہ سُنا کرتا تھا کہ پراوا میں سردار فیروز خان صاحب اِن کے بھائی اور رشتے دار پونچھ باباجی صاحبؒ کی ہمسائیگی میں رہتے تھے۔ میر پاس جو تاریخ لکھی ہوئی ہے اِس کے مطابق یہ ۱۹۶۷ یا ۱۹۷۷ بکری کا واقع ہے۔ ۱۹۷۷، ۷۸ بکرمی کے جو حالات تھے اِن میں اِن کے والد محترم پونچھ میں تھے۔ اِن کا ایک ایسا تعلق تھا کہ وہ ہر دِن تھانہ سے فارغ ہو کر والد صاحب کے پاس آجاتے تھے۔ میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے مجھے اِن سے اِن ہی دِنوں محبت ہوگئی۔ وہ ملازمت سے ویسے بھی بیزار تھے چنانچہ اللہ پاک نے اِن سے کچھ اور کام لینا تھا۔ وہ سیاست کے میدان میں آئے اور اسلام کے سپاہی بنے۔ اُس وقت اور بھی جماعتیں

تھیں اور دوسری ذمہ داریاں بھی اِن کو سونپی جاسکتی تھیں لیکن وہ کسی جھانسے میں نہیں آئے ۱۹۹۲ بکرمی میں پونچھ شہر میں مسلم کانفرنس کا ایک بہت بڑا تین روزہ اجلاس ہوا اِس اجلاس میں سردار فتح محمد خان کریلوی صاحب، صوبہ جموں کے جتنے والنٹیئر ز تھے۔ اِن کے سپہ سالار تھے اور کشمیر پروانس کے والنٹیئر ز بخشی غلام محمد تھے۔ بخشی صاحب گھوڑے پر نہیں چڑھ سکتے تھے جب کہ یہ وادی کشمیر اور صوبہ جموں میں جگہ جگہ گھوڑے پر جا کر تنظیم سازی کرتے تھے۔ اِن کا سیاست میں آنا بابا صاحبؒ کے پاس آنا اور اپنے علاقے تھکیالہ میں بابا صاحب سے بیعت ہونا سب ریکارڈ پر ہے اور میرے پاس وہ ریکارڈ موجود ہے۔ یہ سب کرنے کرانے کے بعد ذرا سی ہوش آئی تو خدا کی قدرت ایسی ہوئی کہ ہمارے ملک میں ایک منحوس لیکر کھینچی گئی۔ ۱۹۴۷ء کے واقعات میں پاکستان اور ہندوستان کے لوگ کس قدر متاثر ہوئے اور کس قدر خون بہایا گیا سب کو معلوم ہے۔ لوگ متاثر ہوئے لیکن پھر اِس سیلاب کا دور ختم ہو گیا لیکن کشمیر کے لوگ ۵۶ سال سے پریشانیوں کے سیلاب میں بہہ رہے ہیں کہیں اِن کو ٹھکانہ نہیں ملتا۔ کہیں ماں رو رہی ہے کہ میری اولاد کہاں گئی۔ کہیں بھائی رو رہا ہے کہ میری بہن کہاں گئی۔ ہمیں آج اِس صورتحال کا سامنا ہے اتنا ہی نہیں تھکیالہ پراوا کے علاقے میں ۱۹۴۷ء تک دربار وانگت شریف کے لنگر کی بکریاں آیا کرتی تھیں یہاں گاؤں گاؤں میں لنگر کا مال رہا کرتا تھا۔ یہاں کوئی میاں محمد شفیع صاحب تھے بناہ کے۔ مجھے معلوم نہیں کہ بناہ کہاں ہے لیکن میاں محمد شفیع صاحب کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ خلیفہ تھے اِن کو خلافت ملی ہوئی ہے۔ اِن کی قبر جہاں کہیں بھی ہے اللہ اُس پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور وہاں دفن تمام مردوں کی مغفرت فرمائے۔ یہاں پر ہمیشہ بابا جی صاحبؒ کے ساتھ رہنے والے پیر عمران شاہ صاحب کی قبر ہے اِن کو بھی خلافت تھی وہ سرن کے تھے۔ شاید ترنول یا کونسی جگہ اِن کا مزار ہے۔ یہ سب باتیں مجھے اِس لیے یاد ہیں کہ بابا صاحبؒ اکثر اِن کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بابا

صاحبؒ نے تذکرہ کیا کہ ''بناہ'' میں یا کسی دوسری جگہ میں ایک مولوی صاحب تھے جن کا مولوی زمان یا اِس طرح کا کچھ نام تھا۔ آپ لوگوں میں جو بڑی عمر کے ہیں شاید اُن کو معلوم ہو''۔ اُنہوں نے بابا صاحب سے کہا ''حضرت آپ اِس مرتبہ جب تھکیالہ پڑاوا چلیں گے تو راستے میں ایک مائی طوطی ہے وہ بڑی مجذوبہ، عارفہ اور کاملہ ہے ہم اِس سے ملیں گے''۔ بابا صاحبؒ نے کہا ''مولوی صاحب آپ تو متشرح صوفیوں کے بھی خلاف ہیں تو آپ کہتے ہیں وہ مجذوبہ ہے آپ کیسے اِن کے مداح بن گئے''۔ بابا صاحبؒ نے یہ بات مزاح کے طور پر کہی اُس نے کہا ''حضرت وہ اتنی صاحب کشف ہیں کہ وہ یہ بات سنتی ہیں۔ بابا صاحبؒ نے کہا ٹھیک ہے، چلیں گے۔ صبح یہ اِس راستے آئے تو آگے لوگ اپنے ارادوں اور مرادوں کو لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ صرف ایک دھوتی باندھے چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اِس کے سر کے تھوڑے سے حصے پر بال تھے باقی سر جس طرح لعل جیسا تھا۔ یہ آئے اور سلام کیا تو مائی نے کہا ''توں کون ہیں، کتھوں آیا ہیں''۔ بابا صاحبؒ نے کہا ''میں کشمیر سے آیا ہوں''۔ ''کون ہونے''۔ اُنہوں نے کہا ''میں گجر ہوں''۔ کہنے لگی ''توں کُتھے گجر ہونے، توں سید ہیں''۔ اُنہوں نے کہا کہ ''نہیں میں گجر ہوں''۔ اِس کے ساتھ کچھ تلخ کلامی سی ہوئی تو وہ کہنے لگی 'آیوں توں پونچھوں موہڑے تھوں تے کہنے کشمیروں آئیاں۔ کیاں جھوٹھ کہنے ہو تُسیں باباجی صاحبؒ دے فرزند ہو تُسیں سید نہیں تے ہور کون ہو۔ میریا سید زادیا میں تیریاں رستیاں پروں قربان۔ میں اپنیاں سِر دیاں بالاں نال تیریاں قدماں اُگو جھاڑو مار دِیاں''۔ اِن کے ساتھ سید برکت شاہ صاحب تھے وہ بڑے شاعر تھے۔ اُنہوں نے لکھا کہ....

الف:- اِک متی بِچ بناہ تکی حالت مست بیہوش پُکاردی سی
بالاں سر دیاں نال اوہ بِچ رستے پئی پھرے تے جھاڑو ماردی سی
باباجِی صاحبؒ اِتھے آونیاں ای سوہنے نام دا ورد پکاردی سی
برکت ایہو جیئے کئی ہزار ڈِٹھے منزل بہت اُچی میرے یاردی سی

اِس قسم کے واقعات کے میرے پاس تحریری طور پر بھی ثبوت موجود ہیں اِن کے علاوہ میرے بابا صاحبؒ جو فرمایا کرتے تھے اُن سے بہت معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ وہ سردار فتح محمد خان کریلوی صاحب کو یاد کر کے بہت زیادہ مغموم ہو جاتے تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جن کی جدائی کا انہیں بہت دُکھ تھا۔ بابا صاحبؒ کا ہمیشہ یہی خیال رہتا تھا کہ میری اِن سے ملاقات ہو اور میں اِن لوگوں کو دیکھوں۔ اِس وقت میری بھی یہی خواہش ہے کہ میں اسی محبت کی نظر سے آپ سب کو دیکھ لوں جیسے میرے بابا صاحبؒ اور دادا صاحبؒ دیکھتے تھے۔ یہ میر لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔

کل مومنین اخوانا کل مسلمین اخوانا۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کے اِس فرمان کے مطابق ہم میں سے کسی میں کوئی کمی نہیں۔ ہاں جو نیک ہیں صالحین ہیں وہ ہمارے لئے وصیلہ ہیں۔ بات پھر وہیں آ کر اٹک جاتی ہے کہ میں کیا کیا بیان کروں میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میں تو آپ کو زرہ، زرہ دیکھ رہا ہوں آپ کے درختوں کو آپ کے کھیتوں کو، دریاؤں کو، پانی کو، ہمسائیوں کو۔ یہ میں نے ایک بات بیان کی ہے یہاں کوٹلی میں حضرت باجی الف الدین صاحبؒ کا مزار اقدس ہے وہ ایک لحاظ سے میرے نانا ہیں۔ اِن کی پوتی میرے بابا صاحبؒ کے عقد میں تھیں وہ آج بھی زندہ ہیں۔ اللہ پاک اِن کو سلامت رکھے۔ ہم آج بھی اِن کی خدمت میں بیٹھتے ہیں حاضر ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ یہ امانت بھی کوٹلی والوں کے پاس ہے۔ یہ تعلق بھی کوٹلی والوں کے پاس ہے۔ اللہ پاک سے یہ مانگتا ہوں کہ ستاون (۵۷) سال سے یہ جو جدائی ہے یہ ختم ہو۔ راستے بند کر کے اللہ کی مخلوق کو جو تڑپایا جاتا ہے ایک دوسرے کو بے چین کیا جاتا ہے، وہ ختم ہو۔ میں یہ چاہتا ہوں سردار صاحب کے متعلق میں آپ کو اور کچھ نہیں کہوں گا صرف ایک بات آپ یاد رکھیں....

انشاءاللہ تعالیٰ میرے دِل میں یہ بات پہلے بھی تھی اور اب بھی ایسے ہی ہے اور

آج میں اِس کا اعادہ کر کے جاتا ہوں یہ کہیں بھی رہیں خوش رہیں۔ انشااللہ ہم دو قالب ایک جان ہیں۔ میرا یہ اعتماد یاد رکھنا کہ ایک مسافر شبنم کی طرح یہاں آیا اور اِن کے لیے کن جذبات کا اظہار کر کے گیا۔ اِس بات کو آپ لوگ یاد رکھیں میں آپ سب کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور سردار صاحب کو بھی خدا پاک کے حوالے کرتا ہوں۔ میں اِن کی صحت کے بارے میں فکر مند ہوں گو کہ ہم دونوں شوگر کے مریض ہیں اِن کا بھی آپریشن ہوا ہے۔ میرا بھی آپریشن ہوا ہے، لیکن ہم پھر بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ آپ کی خوشنودی اور آپ کی بھلائی کے متلاشی ہیں پیاسے ہیں، ہماری ہر طرح سے کوشش ہے۔ سردار صاحب تو ذمہ دار ہیں اور میں دعا گو ہوں۔ میں نے شاید آپ کا کافی وقت لیا ہے۔ میں نے کوئی سیاسی تقریر نہیں کی اور نہ ہی مجھے اِس کی ضرورت تھی۔ میں سردار محمد خان صاحب کا شکر گزار ہوں۔ یہ چودھری بن جائیں تب بھی، نسردار بن جائیں تب بھی بظاہر سردار ہی نظر آتے ہیں۔ میں اِن کا شکریہ ادا کرتا ہوں اِن کی اپنے ساتھ اِس قدر عقیدت کو دیکھ کر میں انکار نہ کر سکا۔ اُنہوں نے کل جب مجھے کہا تو میں نے کہا ٹھیک ہے میں آؤں گا۔ مجھے آپ کے پاس گاڑی میں آنا پڑتا میں تب بھی آتا لیکن جب اُنہوں نے مجھے کہا کہ ہم نے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا ہے میں نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں پھر ملائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں نیک مقصد میں کامیاب کرے ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے.... خدا حافظ....اسلام علیکم"۔

حضرت صاحب خطاب فرمانے کے بعد اپنی نشست پر تشریف فرما ہوئے تو راقم الحروف نے حضرت صاحب سے پہلے طے شدہ بات کے تحت اِن سے گزارش کی کہ حضرت وزیر اعظم صاحب سے میری ترقی کے بارے میں اور گاڑی کی الاٹمنٹ کے بارے میں بات کی جائے تو اُنہوں نے وزیر اعظم صاحب سے فرمایا کہ...."قریشی صاحب کا مطالبہ پورا کیا جائے"۔ وزیر اعظم صاحب نے ہنستے

ہوئے راقم سے کہا کہ.... ''قریشی صاحب آپ نے میرے پیر کے سامنے میری کیا شکایت کی ہے''۔ راقم نے کہا ''جناب میں نے آپ کی تعریف کی ہے شکایت نہیں کی''۔ راقم نے اپنے مطالبات ایک کاغذ پر لکھے ہوئے تھے جو حضرت صاحب نے اپنے دست مبارک سے وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان صاحب کے حوالے کرتے ہوئے اِن سے فرمایا کہ.... ''جس قدر جلد ممکن ہو اِن کا کام کر کے مجھے فون پر اطلاع دینا اور اِن کا خاص خیال رکھنا''۔ وزیر اعظم صاحب نے کہا ''جناب بالکل ایسا ہی ہوگا آپ اطمینان رکھیں''۔ اِس کے بعد ہم سبھی، قبلہ حضرت صاحب اور وزیر اعظم صاحب کے ساتھ ایک مخصوص طعام گاہ میں گئے جہاں ایک بڑے ہال میں بڑے بڑے میزوں پر نوع و اقسام کے کھانے چُنے ہوئے تھے۔ اِس ضیافت کی خاص بات یہ تھی کہ اِس میں عربی طرز پر پورے پورے بکرے بھون کر بڑی بڑی تھالیوں میں میزوں پر رکھے ہوئے تھے۔ علاقہ کے عوام کے لیے ایک بڑے میدان میں شامیانوں کے نیچے کھانے کے میز لگائے گئے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق ساڑھے تین ہزار کے قریب لوگوں نے کھانا کھایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضرت صاحب، وزیر اعظم صاحب، سید شوکت علی شاہ صاحب اور میزبان چودھری محمد خان صاحب وزیر اعظم کی گاڑی میں بیٹھ کر تقریب گاہ سے کوٹلی شہر روانہ ہوئے جہاں سے ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر اسلام آباد چلے گئے جب کہ ہم چودھری محمد خان صاحب موصوف کی صبح والی گاڑی میں بیٹھ کر تقریباً چھ بجے شام سوہاوہ پہنچے جہاں حضرت صاحب پہلے سے موجود تھے اور اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ اِس محفل میں سید شوکت علی شاہ صاحب کے چچا سید محمد شاہ صاحب برادران بھانجے، بیٹے اور بھتیجے بھی موجود تھے۔ کیپٹن سید اکرام علی شاہ صاحب (برادرِ اصغر سید شوکت علی شاہ صاحب) کے مکان کے احاطہ (لان) میں بعد از نماز مغرب سجائی گئی وہ محفل ایک طرح کی الوداعی محفل تھی اور ہر فرد حضرت صاحب کے واپس جانے پر

اُداس اور پُرنم تھا۔ حضرت صاحب اپنی گفتگو کے دوران حکمت و دانائی اور سلوک و معرفت کے موتی بکھیر رہے تھے اور تسلی دے رہے تھے کہ یہ جدائی عارضی ہے۔ اب خطے کے حالات ایسے بن رہے ہیں کہ ہجر و فراق کی سیاہ رات ختم ہو کر رہے گی اور ہم بار بار آر پار آئیں جائیں گے۔ راقم الحروف کو بھی حضرت صاحب کے ہزاروں دیگر چاہنے والوں کی طرح اِن سے بچھڑنے کا غم اندر ہی اندر سے کھائے جا رہا تھا اور راقم الحروف دو تین روز سے ہی سوچ رہا تھا کہ ہم حضرت صاحب کو کس حوصلے سے See off کریں گے اور اِس وقت ہمارے جذبات کیا ہوں گے۔ راقم الحروف نے اپنے اِن احساسات اور جذبات کو ''بدھیا'' (الوداع) کے زیرِ عنوان ایک پہاڑی نظم کی صورت میں بھی محفوظ کر رکھا تھا۔ راقم یہ نظم سید آغا حسین مغموم صاحب اور پیرزادہ محمد افسر خان صاحب کو سنا چکا تھا اور انہوں نے اصرار کیا تھا کہ آپ کو یہ نظم حضرت میاں صاحب کے اعزاز میں الوداعی محفل میں پیش کرنا ہوگی۔

چنانچہ سید آغا حسین مغموم صاحب نے حضرت سے کہا کہ حضرت قریشی صاحب نے آپ کے اعزاز میں ''بدھیا'' کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے۔ انہیں کہیں وہ اِس نظم کو ترنم کے ساتھ اِس محفل میں پیش کریں۔ راقم کو حضرت صاحب کی طرف سے نظم سنانے کا حکم ملا تو راقم نے اپنے اعضائے نطق کے ساتھ اپنے دِل کی آواز بھی شامل کرتے ہوئے وہ نظم محفل میں سنادی۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے۔ میرے لیے دُعائیہ کلمات فرمائے اور فرمایا کہ ''یہ نظم مجھے لکھ کر دے دیں میں ساتھ لے جاؤں گا۔ نظم حسبِ ذیل ہے۔

شکر خدا دا شکر خدا دا جس ایہہ ویلا آندا
کرے دیدار میاں صاحب دا ہر عاجز درماندا
بیچ اڈیکاں ساڑیاں اکھیاں رو رو جھناں بھرانواں
کِسراں وِرتی دساں اُن دی کِسراں حال سُنانواں

نین نابینے کیتے اُنہاں حضرت بچ اڈیکاں
بھدے جگر کلیجے اُن دے طعنیاں نال شریکاں
جے حضرت میں دِل دی دَساں پھٹسی سِل اندردی
خون آلودہ ہوسن کپڑے پیسی لوڑ مندردی
جد لگ تُسیں سامنے دِسو زخم نہ بھلے کوئی
ساری عمر روندا رہساں کدے بے ادبی ہوئی
نال خوشی دے کجھ دھیاڑے بچ رفاقت کڈھے
تُسیں گیو تے چڑھساں حضرت فیر غماں دے اڈھے
بدھیا دے محتاج نہ تُسیں کِسراں بدھیا دیساں
بدھیا دے کے تُسدے حضرت رستے تکدے رہساں
قائم مان تُساں دا ہووے ہردم دونواں پاساں
پہچے فیض تُساں دا حضرت ساریاں عاماں خاصاں
شالا خیریں بسن حضرت تُسدے دِل دے جانی
میاں جیلانی اَتے ربانی ہور جنید نظامی
سارے اوہ حضرات پیارے اکھیاں اَگے فردے
گِندیاں گِندیاں حضرت صاحب گھڑیاں پہر گزردے
اقبال عظیم تہ مولوی صاحب ، میاں جاوید پیارا
سرفراز ، اشتیاق ، غنی ، الطاف اکھیاں دا تارا
یا ربا توں خالق مالک دو جگاں دا سائیں
نال اُنہاں دلجانیاں اَساں فر ہک وار ملائیں
کر اساب فضل اپنے تھیں لار شریف پہچائیں
کالی لمی رات ہجر دی خیری نال لنگھائیں

لالٰہ تہ یاسینؔ صاحب ہین جگ تھیں رُخصت ہوئے
نال ہی سُن ممتاز ہوراں دا سارے سنگی روئے
جے رب چاہیا نال اُنہاں دے مِلساں روز قیامت
باقی ساریاں حضراتاں کو رَکھے رب سلامت
بدھیا دیندیاں حضرت صاحب دِل عاجز دا رووئے
یا ربا ایہہ نواں بچھوڑا عارضی ثابت ہووئے
خیری نال ملاوے اللہ جلدی فر تُساں کو
باہو فیرا مُڑ کے حضرت آوے مہر تُساں کو
ہوئی نویں سِرے فر تازی زخم بچھوڑے والی
کرو دعا مٹاوے اللہ لیک بکھیڑے والی
صدقہ جی صاحبؒ دا اللہ ہجر فراق مٹاوے
رُہڑدی بیڑی ہموطناں دی فضلوں بنھے لاوے
جد تھیں چڑھیا چن اِس پاسے ہر ہک پُھنڈ پُھنڈ یہندا
مجلس تُسدی تھیں یا حضرت اوہلے ذرا نہ رہندا
چندا اَتے چکوری والا رشتہ اَساں تُساں دا
بچ غریب الوطنی اِتھے سہارا بے کساں دا
جُلو حضرت وحالے رب دے رکھیو یاد غریباں
جے رب سچے مرضی ہوئی مِلساں نال نصیباں
واہ واہ دھن مراتب اُن دے قُرب نصیب جہناں دا
ہُن سوہنے تاں سوہنا رکھیا رَب نصیب اُنہاں دا
شاید کوئی بے ادبی ہوئی تائیں پیا بچھوڑا
اِس بچھوڑے والا حضرت ڈاہڈا! لگا چوڑا

اسلام علیکم حضرت آکھیو ساریاں سجناں
نال ہی آکھیو بچ دعانواں یاد اَساں کو رکھناں
مرزا صاحب راجوری والے عاشق خاص تُساں دے
خاباں دے بچ اکثر حضرت دِسن فردے باندے
اللہ صاحب فر ملاوے اُنہاں سوہنیاں یاراں
باہجھ اُنہاں دے چھائیں مائیں خوشیاں اَتے بہاراں
بچ ہجر دے چائے حضرت بھار غماں دے بھارے
اوہ دِن کدے نہ بسرن حضرت جھڑے نال گزارے
یا ربا ایہہ کھڑی خوشی دی وارو واریں آوے
وحشت ہجر فراقاں والی دِل تھیں صاف مٹاوے
جد لگ فر نہ دِکھساں حضرت اَکھیاں تاڑے رہسن
رب جانے فر دکھنے جگیاں رہسن یا نہ رہسن
لکھاں تُسدے عاشق حضرت اِس پاسے اُس پاسے
ہر ہکیں ظاہر باطن دیندے رہیو دلاسے

(۱۴/اپریل، سوہاوہ شریف)

ابھی یہ محفل جاری ہی تھی کہ راولپنڈی سے برادر سید یوسف نسیم صاحب داؤد خان صاحب اور کچھ دوسرے لوگ حضرت صاحب سے ملاقات کے لیے پہنچ گئے۔ اِسی اثناء میں اندر بیٹھک میں میرپور اور دوسرے کچھ مقامات سے آئے ہوئے لوگوں کی بھی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی۔ لہٰذا حضرت صاحب مہمانوں سے ملنے بیٹھک میں تشریف لے گئے۔ سید یوسف نسیم صاحب اور داؤد خان صاحب کو بیٹھک کے ساتھ ہی دوسرے کمرے میں علیٰحیدہ ملاقات دی اور ان کے ساتھ خصوصی شفقت اور قربت کا اظہار فرمایا۔ اِس موقع پر سید شوکت علی شاہ صاحب بھی موجود تھے۔ سید

یوسف نسیم صاحب حضرت صاحب سے خصوصی دعاؤں اور نیک خواہشات کا تحفہ لے کر اجازت لینے کے بعد تقریباً ساڑھے نو بجے رات واپس راولپنڈی چلے گئے۔

حضرت صاحب نے تقریباً دس بجے تک ملاقات کے لیے آئے ہوئے ایک سو کے قریب لوگوں کو فارغ کیا جن میں سے گردونواح اور میرپور کے بعض لوگ بھی اجازت لے کر چلے گئے جب کہ کچھ لوگ وہیں رہے جن کے طعام و قیام کا سید شوکت علی شاہ صاحب کے گھر میں اعلیٰ انتظام کیا گیا تھا۔ اِس کے بعد حضرت صاحب اپنی ہمشیرہ محترمہ سے ملاقات کے لیے اِن کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور رات گئے تک اِن سے اور دیگر اہلِ خانہ (خواتین و حضرات) سے محوِ گفتگو رہے۔

دوسرے روز ۱۶/اپریل کو حضرت صاحب نے بعد از دوپہر واپس جانا تھا اِس لیے صبح آٹھ بجے ہی اپنے معمولات سے فارغ ہو کر بیٹھک میں تشریف لائے جہاں دور دراز اور گردونواح کے لوگوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ہزارہ مانسہرہ کے ایک مولوی صاحب بھی تھے جو حضرت صاحب کے انتہائی عقیدت مندوں میں سے تھے۔

مولوی صاحب موصوف نے کچھ نادر اسلامی کُتب حضرت صاحب کو بطورِ تحفہ پیش کیں جو حضرت صاحب نے قبول فرمالیں مولوی موصوف نے حضرت صاحب سے بڑی علمی گفتگو کی اور اپنے لیے دعا کروائی۔ بڑے خوش قسمت شخص تھے۔

اگلی شب اسی طرح کراچی کے ایک شخص کے تحائف بھی حضرت صاحب نے قبول فرمالئے تھے ورنہ پورے دورے کے دوران یہ دیکھا گیا کہ اُنہوں نے کسی کا کوئی تحفہ قبول نہیں کیا۔ فرماتے کہ ''اللہ کا دیا ہوا میرے پاس سب کچھ موجود ہے۔ آپ لوگوں سے ملاقات میرے لیے سب سے بڑا تحفہ ہے''۔

حضرت صاحب نے کسی مقام پر دورانِ سفر راقم سے فرمایا تھا کہ انہیں تفسیر ضیاء القرآن ساتھ لے جانی ہے۔ اِس پر راقم نے گزارش کی تھی کہ حضرت یہ تفسیر میرے پاس موجود ہے لہٰذا یہ تحفہ میں پیش کروں گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا ٹھیک

ہے۔ کنڈیاں شریف کے سفر کے دوران اُنہوں نے مجھ سے مجاہد سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب کے پیرومرشد (حضرت ڈفرے والے سرکارؒ) کی حیات وملفوظات پر مبنی تصوف کی ایک کتاب بھی لی تھی کہ یہ بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ ۱۶/اپریل ۲۰۰۴ء کو صبح دس بجے راقم الحروف نے تفسیر ضیاء القرآن حضرت صاحب کو پیش کی تو اُنہوں نے برجستہ فرمایا "اِس کو ہدیو کتنو ہے"۔ راقم یہ غیر متوقع ارشاد سُن کر ششدر رہ گیا اور راقم پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا، زبان گنگ ہو گئی۔ بھری محفل میں حضرت صاحب کے ارشاد کا فوری جواب نہ دینا بھی خلاف ادب تھا راقم نے عرض کیا "حضرت یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ آپ ہدیئے کی بات کیوں فرماتے ہیں"۔ دوبارہ ذرا سختی سے فرمایا.... "ہاں مناں پتو ہے یوہ تیری طرفوں تحفو ہے۔ بہلو دس اِس کو کتنو ہدیو ہے؟"۔ راقم نے قدرے گھبراہٹ کی کیفیت میں عرض کیا "حضرت چار ہزار روپے"۔ حضرت صاحب نے قریب ہی بیٹھے ہوئے سید شوکت علی شاہ صاحب سے فرمایا.... "شوکت صاحب قریشی صاحب نا چار ہزار روپیو دیو"۔ شوکت صاحب نے فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہوئے راقم کو چار ہزار روپے دے دیئے لیکن اِس وقت روپے لینا راقم پر انتہائی گراں گزرا اور کئی دِن ذہن پر ایک نا قابل بیان بوجھ سا رہا۔ پھر راقم نے اِس اندازے سے دِل کو تسلی دی کہ حضرت صاحب اللہ کے فضل واحسان سے اپنی روحانی بصیرت سے دیکھتے ہیں"۔ ممکن ہے انہوں نے میری مالی حالت کے پیش نظر ایسا کیا ہو۔ اِس وقت میرے برادر اصغر محمد نوراللہ قریشی صاحب ایڈوکیٹ بھی وہیں تھے جو سحر کے وقت مظفر آباد سے چل کر سوہاوہ شریف پہنچے تھے۔ چونکہ وقت بہت کم تھا اور عزیز واقارب سے ایک بار پھر الوداعی ملاقات بھی کرنا تھی اِس لیے حضرت صاحب ملنے والوں کو دعا سلام کے بعد جلد فارغ کیئے جاتے تھے۔ برادر اصغر محمد نوراللہ قریشی اور اِن کے دوست ماسٹر سید خلیل شاہ صاحب ساکنہ میر پور وادی نیلم بھی اجازت لے کر رخصت ہو گئے۔ راقم الحروف اور پیرزادہ محمد افسر خان

صاحب وہیں رہے کیوں کہ ہم نے عرض کر رکھی تھی کہ حضرت ہم واہگہ بارڈر تک آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اسی اثناء میں محفل میں بیٹھے ہوئے بعض حضرات نے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت صاحب نے دوسرے لوگوں کو سُننے اور اِن کے لیے اجتماعی دُعا کے بعد اِن لوگوں کو بیعت کیا۔ بیعت ہونے والوں میں والیواڑ کی نامور شخصیت اور حضرت صاحب کے محبّ مولوی شرف الدین صاحب مرحوم کا پوتا اور برادر نذیر احمد شاد صاحب کا بیٹا شوکت احمد مغل بھی تھا جو گزشتہ نو برس سے اپنے خالو سید یوسف نسیم صاحب کے گھر راولپنڈی میں مقیم ہے۔ یہ خوش قسمت نوجوان کئیاں شریف کے سفر میں بھی حضرت صاحب کے ساتھ تھا۔ بیعت کے اِس پاکیزہ عمل کے دوران ہی جہلم ویلی آزاد کشمیر کی ایک نامور شخصیت جناب طارق صاحب بھی تشریف لے آئے۔ سید شوکت علی شاہ صاحب نے اِن کا حضرت صاحب سے تعارف کرایا اور اِن کے لیے خصوصی دعا کی درخواست کی۔ طارق صاحب کی پرتکلف چائے سے تواضع کی گئی۔ وہ کچھ دیر حضرت صاحب سے محوِ گفتگو رہے اور بعد میں دعا کروا کر اجازت چاہی۔ اسی اثناء میں اچانک حضرت صاحب نے راقم الحروف کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا....

’’قریشی صاحب کدے تم ناراض نہ ہونویں تاں تم مناں اِتوں ہی رخصت دے چھوڑو۔ لاہور تک تم تنگ ہونویں گا اِتوں سارا صاحبزادہ بھی تیار ہیں۔ کافی بھیڑ ہو جائے گی اللہ تعالیٰ دواں بھائیاں نا خوش رکھے۔ تم جاؤ اللہ کے والے۔ مائی ہوراں نا میرو سلام دینو تے میرا واسطے دعا کرانی‘‘۔

راقم الحروف حضرت صاحب کی اِس دعا کے بعد یہ جرأت نہ کر سکا کہ حضرت میں لاہور تک جانے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ اِس لیے اشکبار آنکھوں کے ساتھ حضرت صاحب سے مصافحہ کر کے تھپکی لیتے ہوئے گردن جھکائے تعمیلِ حکم میں دروازے سے نکل گیا۔ باہر پیرزادہ محمد افسر صاحب سے کہا کہ ’’آپ بھی اجازت لے کر میرے

ساتھ چلیں گے تو کہنے لگے نہیں میں کچھ دیر ادھر ہی ہوں''۔ جب حضرت صاحب اسلام آباد کے لیے نکلے پھر جاؤں گا۔ راقم محترم طارق صاحب اِن کی گاڑی میں بیٹھ کر راولپنڈی اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ راستے میں طارق صاحب کے ساتھ حضرت صاحب کے بارے میں گفتگو جاری رہی۔ وہ حضرت صاحب سے پہلی ہی ملاقات میں اِس قدر متاثر ہوگئے تھے کہ بار بار اِن ہی کا ذکر چھیڑ دیتے۔ برادر فاروق قریشی صاحب اور بعض دوسرے لوگ بھی جو حضرت صاحب کو ملنے مظفر آباد سے گئے تھے۔ ہم سے پہلے رخصت لے کر واپس چلے گئے تھے۔ راقم الحروف نے رخصت لینے سے پہلے حضرت صاحب سے اپنے حق میں وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان صاحب کے نام ایک سفارشی خط پر دستخط کروائے جس کا متن کوٹلی جلسہ میں پیش کی گئی درخواست کے مطابق تھا۔ راقم نے وہ خط ۲۵ رمئی ۲۰۰۵ء کو کشمیر ہاؤس اسلام آباد میں ایک اجلاس کے اختتام پر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب کی موجودگی میں اِن کو دیا جو اُنہوں نے اپنی ذاتی ڈائری میں رکھ لیا اور فرمایا کہ ''مجھے میاں صاحب حضرت کی آپ کے بارے میں سفارش یاد ہے۔ میں آپ کا کام کر رہا ہوں''۔ لیکن بد قسمتی سے میرے خیال میں وزیر اعظم صاحب کے چاہنے کے باوجود ساری کوشش بیوروکریسی کے پُر فریب طلسم کی نذر ہوگئی۔

پروگرام کے مطابق حضرت صاحب ۱۶ر اپریل شام چار بجے سید شوکت علی شاہ صاحب کو ساتھ لے کر سوہاوہ شریف سے اسلام آباد پہنچے جہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور تشریف لے گئے۔ سوہاوہ میں اپنی ہمشیرہ محترمہ اور دوسرے عزیز و اقارب سے رخصت ہونے کا وقت سب پر کس قدر گراں گزر رہا تھا اِس کا بیان الفاظ میں مشکل ہے۔ ہجر و جدائی خواہ طویل ہو یا مختصر اِس کی جلن کلیجہ جلا دیتی ہے اور وصل کے وقت بھی اِس کی جلن کا احساس قائم رہتا ہے اور یہ کھٹکا بھی کہ وصل کے بعد پھر جدائی کے احتمالات موجود ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ سچ ہے کہ جدائی میں کوئی مرتا نہیں
لیکن خدا کسی کو کسی سے جدا نہ کرے

حضرت صاحب نے لاہور شہر میں گھنٹہ آدھ گھنٹہ سیر کی اور رات کو اُردو بازار میں ماہنامہ ''گوجر گونج'' کے مالک اور ایڈیٹر نسیم عبدالباقی صاحب کے گھر قیام فرمایا۔ سید شوکت علی شاہ صاحب کے مطابق موصوف نے اِس دعوت میں لاہور کی کئی بڑی شخصیات اور ایک کثیر تعداد میں لوگوں کو مدعو کر رکھا تھا جو حضرت صاحب کے دیدار اور ملاقات کے مشتاق تھے۔ حضرت صاحب کے لاہور پہنچنے سے قبل ہی میر پور اور دوسرے علاقوں سے مریدین کی ایک بڑی تعداد اِن کا استقبال کرنے کے لیے لاہور ہوائی اڈے پر پہنچ گئی تھی۔ سوہاوہ شریف سے بھی شوکت علی شاہ صاحب کے برادران اور دوسرے صاحبزادگان کا قافلہ سید آغا حسین مغموم کی قیادت میں لاہور پہنچ گیا تھا۔ برادرِ پیرزادہ محمد افسر خان صاحب بھی اِس قافلے کے ساتھ لاہور پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ وہ پورے دورے کے دوران حضرت صاحب کے ساتھ ساتھ رہے۔ بڑے ہی خوش بخت شخص ہیں۔ لاہور میں انہیں حضرت صاحب سے مفصل گفتگو اور خصوصی دُعا کروانے کا اچھا موقع ملا۔ انہوں نے حضرت صاحب کے دست مبارک سے برکت کے لیے اپنے اور میرے لیے دس دس روپے کے دو نوٹ بھی لیئے۔

۱۷/ اپریل ۲۰۰۰ء صبح نو بجے حضرت صاحب گاڑیوں کے ایک بڑے جلوس میں نسیم عبدالباقی صاحب کے گھر سے واہگہ کے لیے روانہ ہوئے۔ نسیم عبدالباقی صاحب نے حضرت صاحب کو ماہنامہ ''گوجر گونج'' کے کچھ یادگار پرچے بھی پیش کیے اور حضرت صاحب سے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے دعا کرائی۔ سوہاوہ شریف سے رخصت ہونے کے وقت کی طرح واہگہ سے سرحد پار کرنے کے لمحات بھی کچھ کم تکلیف دہ نہ تھے۔ حضرت صاحب کی رفاقت میں گزرے ہوئے ۱۹/ دِن

چند ثانیے دکھائی دیتے تھے۔ تقریباً ساڑھے دس بجے حضرت صاحب واہگہ سرحد عبور کر کے بھارتی حدود میں داخل ہو گئے جہاں شنید کے مطابق حضرت صاحب لاروی کے عزیزوں، معتقدین، حکام اور سیاسی شخصیات کی بڑی تعداد اِن کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ حضرت صاحب اُسی روز عصر سے کچھ وقت پہلے ہی جموں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے.... الحمدوللہ۔

اِس طرح حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا دورہ پاکستان و آزاد کشمیر جیسے کہ آنکھ جھپکتے ختم ہو گیا۔ لیکن اِن کے ساتھ بیتے ہوئے وہ یادگار لمحات سرمایہ حیات کے طور پر تا حیات ہمارے قلوب و اذہان میں محفوظ رہیں گے اور اِس ''رپورتاژ'' کی ترقیم سے وہ حسین اور یادگار لمحات واقعی حیات جاوداں حاصل کر گئے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ حضرت صاحب کی وہ دعا قبول ہو جو وہ اپنے دورے کے دوران ہر چھوٹی بڑی محفل میں فرماتے رہے ہیں کہ ''ہجر و فراق کی سیاہ رات جلد ختم ہو''۔

حضرت صاحب نے بڑے اطمینان اور یقین کے ساتھ فرمایا تھا کہ مظفر آباد سرینگر بس ضرور چلے گی۔ ''الحمدوللہ''۔ اِن کی وہ بات پوری ہو چکی ہے۔ بس سروس سے متعلق حضرت صاحب کی دعا اور پیشن گوئی پوری ہونے پر راقم الحروف نے ۱۱/اپریل ۲۰۰۵ء کو سوہاوہ شریف میں حضرت سید نوران صاحب (حاجی باباؒ) کے سالانہ عرس کی تقریب پر پیش کرنے کے لیے درج ذیل نظم لکھی۔

فضل سے اپنے مٹادے روگ آر و پار کے
یا الٰہی ایک ہوں اب لوگ آر و پار کے
کرم کی نظریں الٰہی روز و شب پڑتی رہیں
بھول جائیں لوگ سارے سوگ آر و پار کے
دے نوید وصل یا رب واسطے خیر الانامؐ

بس چلے اور آئیں جائیں لوگ آرو پار کے
محفلیں سجتی رہیں یاں رونقیں بڑھتی رہیں
ہوں شریک اِن محفلوں میں لوگ آرو پار کے
برگزیدہ ہستیوں کا ذکر یاں ہوتا رہے
جس سے مستفید ہوں سب لوگ آرو پار کے
یاد آئیں آج کے دِن بہت حضرت لارویؒ
فیض میں جن کے ہیں ڈوبے لوگ آرو پار کے
حضرت سید نوران شاہؒ اِن کے خلیفہ ہیں یہاں
حاضری دیں خانقاہ پہ لوگ آرو پار کے
میاں صاحب لار سے تشریف لائے تھے یہاں
بچھڑ کر اِن سے تھے روئے لوگ آرو پار کے
یاں پہ پچھلے سال اِن نے کی تھی اللہ سے دعُا
کھول دے رستے ملیں سب لوگ آرو پار کے
سُن ہی لی اللہ نے اُس صاحب دِل کی دُعا
کیوں نہ اب خوشیاں منائیں لوگ آرو پار کے
میر محفل آپ کو اور سب کو جانا ہو نصیب
منتظر ہیں آپ کے واں لوگ آرو پار کے
ہوں گے وہ کیسے مناظر سوچ میں ڈوبا ہے دوست
مل کے جب بیٹھیں گے واں پہ لوگ آرو پار کے

❀❀❀❀❀❀